عرب و ہند کے تعلقات

عرب و ہند کے تعلقات

سلسلہ لکچر ہندوستانی ایکاڈیمی نمبر ۵

عرب و ہند کے تعلقات

یعنی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

کی

تقریریں جو ۲۲ و ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ع کو ہندوستانی ایکاڈیمی کے سامنے کی گئیں -

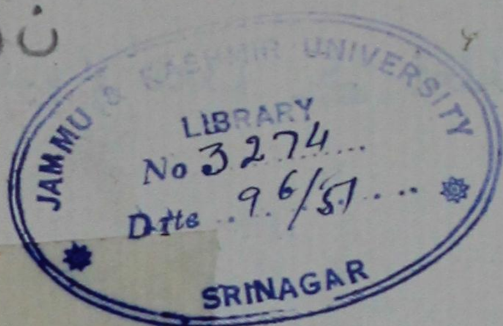
---

الہ آباد

ہندوستانی ایکاڈیمی ' یو - پی

۱۹۳۰ع

PUBLISHED BY
THE HINDUSTANI ACADEMY,
U. P.,
Allahabad.





FIRST EDITION
Price, Rs. 6.8.

PRINTED BY
THE HINDUSTAN PRESS,
Allahabad.

تمہید

مدت سے خیال تھا کہ "عرب و ہند کے تعلقات" پر ایک مسلسل بیان کسی تقریر یا رسالہ کی صورت میں اہل ملک کے سامنے پیش کروں - ایک علمی حقیقت کے اثبات کے علاوہ اِس سے یہہ بھی غرض تھی کہ ملک کے ہندو مسلمان دونوں عنصروں کو ان کا وہ زریں عہد یاد دلاؤں جب دونوں گوناگوں اِتحاد کے رابطوں اور سلسلوں سے جکڑے تھے - ہندوستانی ایکاڈیمی الہ‌آباد کا ممنون ہوں کہ اس نے میری اِس دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع پیدا کیا - مجھے امید ہے کہ جس مخلصانہ ارادہ سے یہہ پراگندہ اور منتشر معلومات بیسیوں کتابوں سے چن کر اور ہزاروں صفحات کو پڑھکر ان چند اوراق میں جمع کئے گئے ہیں اسی حیثیت سے آج یہہ سنے اور کل پڑھے جائیں گے -

ہمارا یقین ہے کہ ملک کے نفاق انگیز صورت حال کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے اِسکولوں اور کالجوں کے نصاب تاریخ پر ہے - اِس لئے آج ہمارے قومی مورخوں کا فرض سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے -

ایکاڈیمی کی فرمائش تو صرف تین تقریروں کی تھی مگر میں نے بحث کے پورے احاطہ اور مضمون کے تمام گوشوں کو گھیرنے کے لئے پانچ تقریریں تیار کیں تاکہ مضمون کسی حیثیت سے ادھورا نہ رہ جائے -

تمام واقعات اور مواد عربی کی معتبر اور مستند کتابوں سے حاصل کئے گئے ہیں - کہیں کہیں کسی انگریزی یا فارسی کتاب کا بھی حوالہ آ گیا ہے -

۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۹ع　　　　سید سلیمان ندوی

شبلی منزل - اعظم گڑھ -

فہرست مضامین

پہلا باب

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

(صفحہ ۱—۴۳)

صفحه

صفحه

صفحه

دوسرا باب

تجارتی تعلقات (صفحه ۴۴—۹۶)

صفحہ

صفحہ

تیسرا باب

علمی تعلقات (صفحہ ۹۷—۱۸۵)

صفحه

صفحہ

صفحہ

چوتھا باب

مذهبی تعلقات (صفحہ ۱۸۵ — ۲۵۰)

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

پانچواں باب

ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے

(صفحہ ۲۵۱—۴۰۲)

صفحہ

صفحه

صفحہ

صفحه

صفحہ

صفحه

صفحه

صفحه

صفحہ

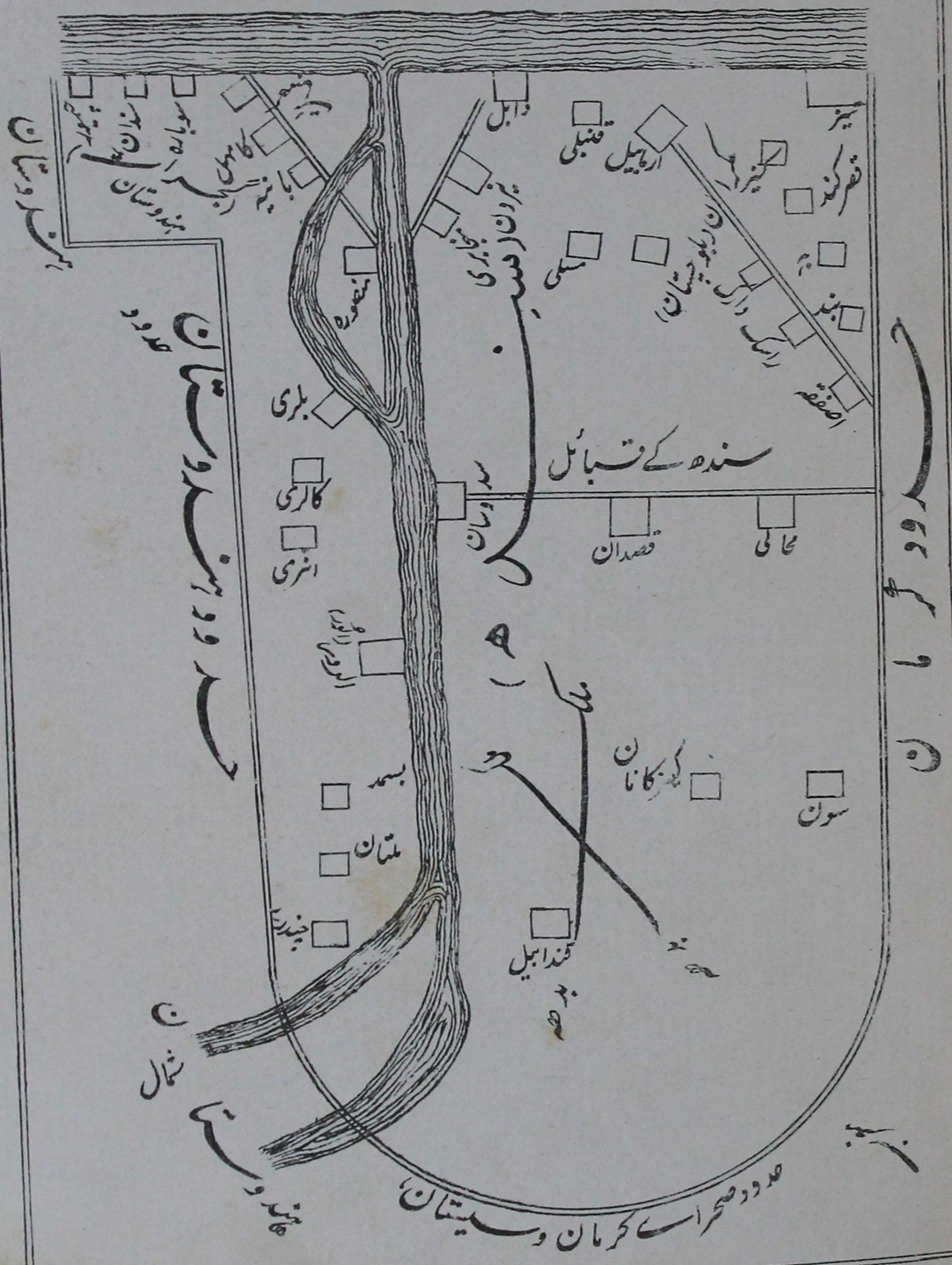
صفحہ

صفحہ

صفحہ

(ابن حوقل بغدادی نے سنہ ۳۴۲ھ (۹۴۳ء) میں تیار کیا)

(کتب خانہ شاہ اودھ کے نسخہ سے الیٹ نے نقل کیا)



عرب و ہند کے تعلقات

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

عرب اور ہندوستان دونوں ملک دنیا کی دو عظیم الشان قوموں کی مذہبی تیرتھہ اور عبادت گاہ ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس ہیں - اس مسئلہ میں بہت سے اختلافات ہیں کہ ہندوستان کے اصلی باشندے کون ہیں؟ آریہ قوم کا دعویٰ تو آپ نے سنا ہوگا - مگر کیا عربوں کا پرانا دعویٰ بھی آپ نے سنا ہے؟ آریہ قوم اِس ملک میں چند ہزار برس گذرے ہونگے کہ ایشیاے وسطیٰ سے پنجاب میں وارد ہوئی اور پھر آگے بڑھکر گنگا جمنا کے دوآبہ میں پھیل گئی - مگر اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدایش کے شروع سے یہ ملک ان کا "پدری وطن" ہے -

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ہے وہاں متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی "جنت" میں جس کا نام "ہندوستان جنت نشان" ہے اُتارے

گئے - سر اندیپ (لنکا) میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اُس کے ایک پہاڑ پر موجود ھے - ابن جریر ، ابن ابي حاتم ، اور حاکم (۱) میں ھے کہ ھندوستان کي اُس سر زمین کا نام جس میں حضرت آدم اترے "دجناء" ھے کیا یہ کہا جا سکتا ھے کہ یہ "دجناء" ھندی کا "دکھنا" یا "دکھن" ھے جو ھندوستان کے جنوبي حصہ کا مشہور نام ھے ؟ اور چونکہ عرب کے ملک میں متعدد قسم کي خوشبوئیں اور مسالے اسي جنوبي ھند سے جاتے تھے اور پھر عربوں کے ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے اس لئے ان کا بیان ھے کہ یہ چیزیں ان تحفوں کي یادگاریں ھیں جو حضرت آدم اپنے ساتھہ جنت سے لائے تھے - ان تحفوں میں سے چھوھارے کے سوا دو پھل یعني لیموں اور کیلے ھندوستان ھي میں موجود ھیں - ایک اور روایت میں ھے کہ امرود بھي جنت ھي کا میوہ تھا جو ھندوستان میں پایا جاتا ھے -

ایک روایت میں ھے کہ جنت سے چار دریا نکلے ھیں - نیل ، فرات ، جیحون اور سیحون - نیل تو مصر کا دریا ھے جس پر مصر کي زراعت کا دارومدار ھے - اِسي طرح فرات کي جو اھمیت عراق کي سرسبزی و شادابي کے لئے ھے وہ ظاھر ھے - جیحون ترکستان کا دریا ھے اور ترکستان

---

(۱) تفسیر در منثور سیوطي جلد اول صفحہ ۵۵ - مصر میں یہ اور اس کے بعد کي روایتیں موجود ھیں - ساتھہ سبحۃالمرجان في تاریخ ھندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاھئے -

کے لئے اس کي وهي حیثیت هے جو نیل و فرات کي مصر و عراق میں هے - اور سیحون کے متعلق هے که هندوستان کے دریا کا نام هے - کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو "گنگا" سمجھا جائے ؟ بعض لوگوں نے اس کو دریائے سندھ قرار دیا هے -

میر آزاد بلگرامي نے سبحةالمرجان فی آثار هندوستان میں کئي صفحے هندوستان کے ان فضائل کے بیان کے نذر کئے هیں - اور اس میں یہاں تک کہا هے که جب آدم سب سے پہلے هندوستان اترے اور یہاں ان پر وحي آئي تو یه سمجھنا چاهئے که یهي وہ ملک هے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل هوئي ، اور چونکه نور محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں امانت تھي اس سے یه ثابت هوتا هے که محمد رسول‌الله صلعم کا ابتدائي ظہور اسي سر زمین میں هوا - اسي لئے آپ نے فرمایا که "مجھے هندوستان کي طرف سے ربانی خوشبو آتی هے" - یه تمام روایتیں فن حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجه هیں - تاهم ان سے اتنا ثابت هوتا هے که یه جو عام طور سے سمجھا جاتا هے که مسلمانوں کا تعلق هندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسله میں هوا اور وہ اس کے بعد یہاں آکر آباد هوئے یه کس قدر غلط هے - بلکه واقعه یه هے که وہ اس ملک کو اپنا مفتوحه ملک نہیں بلکه اپنا موروثي پدری وطن سمجھتے هیں ، اور جو نہیں سمجھتے هیں ان کو سمجھنا چاهئے - خیر یه تو تاریخ کي یاد سے پہلے کي باتیں هیں - اگر تاریخي نظر

سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ محمود سے سیکڑوں برس پہلے ہندوستان آچکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نو آبادیاں قائم تھیں -

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے - موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کی نسل سے ہے - حضرت زین العابدین کی ماں عرب نہ تھیں - ایرانیوں کا دعوی ہے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاہی سے تھیں - مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی بتایا ہے (۱) - اگر یہ اخیر قول صحیح ہو تو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ عرب و اسلام کے سب سے شریف و مقدس خاندان کے پیدا کرنے میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے ؟ اور یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر سادات آل زین العابدین علی ہمیشہ سے نیم ہندوستانی ہیں -

شمالی ہندوستان میں درۂ خیبر سے آنےوالے مسلمان ترکوں اور افغانوں کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے چنانچہ محمود نے لاہور سنہ ۴۱۸ھ میں فتح کیا - لیکن جنوبی ہندوستان ملیبار اور کارومنڈل سے گجرات تک کا علاقہ اس کے سیکڑوں برس بعد تک بھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں

(۱) دیکھو کتاب المعارف ابن قتیبہ اور ابن خلکان تذکرۂ علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما -

ایا - گجرات سلطان علاؤالدین خلجی نے سنہ ۱۲۹۷ع میں فتح کرکے دلی کے مقبوضات میں شامل کیا - اور مدراس کی طرف صرف ایک دفعہ سلطان علاؤالدین کی فوجوں نے اسی زمانہ میں ملیبار اور کارومنڈل کے ساحل تک عبور کیا تھا - لیکن وہ فتح ناپائدار تھی - اور بعد کو بیجانگر کی دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں دیا - دکن کی بہمنی سلطنت کی پوری زندگی بیجانگر کے ساتھہ لڑائی جھگڑوں میں کٹی مگر کرشنا سے آگے وہ کسی طرح نہ بڑھہ سکی - البتہ بہمنی سلطنت کی راکھہ سے جو پانچ شعلے اُٹھے انہوں نے بڑی مشکل سے سنہ ۱۵۶۵ع میں اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا - پھر بھی چھوٹی چھوٹی ہندو ریاستیں عالمگیر کے زمانہ تک قائم رہیں - ارکاٹ ، میسور اور مدراس کے علاقوں پر انہوں نے یوں ہی اچٹتا سا قدم رکھا - لیکن ان میں سے کوئی بھی دیر تک وہاں جم نہ سکا -

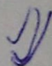
اس پیمایش سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں دکھاؤں کہ ہندستان کے کن علاقوں پر درۂ خیبر سے اُٹھنےوالی موجوں کا براہ راست یا بالواسطہ اثر کب پڑا اور ہمارے مضمون کا تعلق ہندوستان کے کس علاقہ سے کس وقت تک ہے -

پنجاب	سنہ ۴۱۴ھ ۱۰۲۳ع
سندھہ	سنہ ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ع
دھلی ، قنوج ، اودھہ ، بنارس	سنہ ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ع
بہار و بنگال	سنہ ۹۵-۵۹۳ھ ۹۹-۱۱۹۵ع

دکن (دیوگیر)	سنہ ۶۹۳ھ ۱۲۹۴ع
گجرات	سنہ ۶۹۷ھ ۱۲۹۷ع
مہاراشٹر، مدراس	سنہ ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ع

اس لئے عربوں اور ہندؤں کے باہمی تعلقات کی تشریح میں ہر صوبہ کے متعلق اس کے خیبر سے آنےوالی قوموں کے ہاتھوں سے مفتوح ہونے تک ہم اس کے حالات بیان کر سکتے ہیں -

ہندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک ہیں جو ایک حیثیت سے ہمسایہ اور پڑوسی کہے جاسکتے ہیں - ان دونوں کے بیچ صرف سمندر حائل ہے جس کی سطح پر ایسی وسیع اور لمبی چوڑی سڑکیں نکلی ہیں جو ایک ملک کو دوسرے سے باہم ملاتی ہیں - یہ دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کے خشکی کے کنارے ہیں - اس جل تھل سمندر کا ایک ہاتھہ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھامے ہے تو اس کا دوسرا ہاتھہ ہندؤں کے آریاورت کے قدم چھوتا ہے - دریا کنارے کے ملک فطرۃ تجارتی ہوتے ہیں - یہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا - عرب تاجر ہزاروں برس پہلے سے ہندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان، جزائر ہند، چین، اور جاپان تک لیجاتے تھے -



عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہنچتے تھے اور وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھکر کچھہ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھہ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت، عمان، بحرین، اور عراق کے کناروں کو طے کرکے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گذر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھکر سندھہ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے، اور پھر اور آگے بڑھکر گجرات اور کاتھیاوار کی بندرگاہ تھانہ (بمبئی) کھمبایت چلے جاتے تھے - پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالی کٹ اور راس کماری پہنچتے تھے، اور پھر کبھی مدراس کے کسی کنارے پر تھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ، انڈمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاھوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہوجاتے تھے، اور بنگال کی ایک دو بندرگاھوں کو دیکھتے ہوئے برھما اور سیام ہوکر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے تھے -

الغرض اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے جہازات ہندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں برابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد و رفت جاری تھی -

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فینیشین ہے - یہ یونانی نام ہے - عبرانی میں ان کا نام کنعانی ہے اور

آرامی بھی ان کو کہتے ہیں - اہل عرب ان کو آرم کہتے ہیں ، اور یہی نام قرآن پاک میں ہے عاد ارم ذات العماد "بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد ارم" - اور اسی مناسبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے "بہشت ارم" ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں -

یہ کون قوم تھی؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اُٹھکر شام کے ساحل پر جا بسے تھے - بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی ، اور تائر شام میں بحر روم (میڈیٹرینین سی) کے کنارہ ان کی مغربی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے - اور ادھر مشرق میں وہ ایران ، ہندوستان ، اور چین تک کی خبر لیتے تھے - اسی قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شمالی افریقہ کے کنارے کارتھج کی بنیاد پڑی - لیکن ان کے جو اثرات مشرقی ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے - یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی تمام تحریریں بلکہ تمام آرین تحریریں بائیں طرف سے لکھی جاتی ہیں - لیکن اس آریاورت کی ابتدائی تحریریں حیرت سے سنا جائے گا کہ سامی طرز تحریر کی طرح داہنی طرف سے شروع ہوتی تھیں - علاوہ اس کے گنتی کے لکھنے کا طریقہ بھی اسی تاجر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا - انسائکلوپیڈیا برتانیکا

(طبع ۱۱) کے مضمون سنسکرت کا لکھنے والا یہاں کی ابتدائی تحریر کی تاریخ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ۔

"ہندوستانی حروف کی ابتداء کا مسئلہ ابھی شکوک سے گھرا ہوا ہے ۔ ہندوستانی تحریر کے قدیم ترین نمونے وہ کتبات ہیں جو چٹانوں پر کندہ ہیں ۔ یہ پالی زبان (وہ پراکرت جو جنوبی بودھ مذہبی تحریروں کے لئے استعمال کی جاتی تھی) کے وہ مذہبی احکام ہیں جن کو سنہ ۱ — ۲۵۳ ق م میں موریہ خاندان کے شہنشاہ اشوک نے کندہ کرایا تھا ۔ اور یہ شمالی ہند میں ، شمالی مغربی سرحد پر ، پشاور کے مضافات ، اور گجرات میں گرنار سے لیکر مشرقی ساحل پر ، کٹک کے ضلع میں ، جو گادہ اور دھولی تک پھیلے ہوئے ہیں انتہائے مغرب کے وہ کتبات جو کپوردا گڈھی یا شہباز گڈھی اور منصورہ کے قرب و جوار میں ہیں دوسرے کتبات کے حروف تہجی سے بالکل جداگانہ حروف میں لکھے گئے ہیں ۔ وہ داھنی جانب سے بائیں جانب پڑھے جاتے ہیں ۔ ان کو عموماً "آرین پالی" کہا جاتا ہے ۔ یہ حروف یونانی اور ایرنیا کے ہندی ستھین حکمرانوں کے سکوں میں بھی استعمال کئے گئے ہیں ۔ رھے دوسرے حروف جو بائیں جانب سے داھنی جانب پڑھے جاتے ہیں "ہندی پالی" حروف کہلاتے ہیں ۔ مقدم الذکر نے جن کو کھروشتی (خروشتی) یا گندھارا (لیپی) حروف بھی کہا جاتا ہے اور جو بظاہر کسی سامی (اور شاید آرامی) زبان سے ماخوذ ہیں ہندوستان کی بعد کی تحریروں میں کوئی اثر نہیں چھوڑا ہے ۔ دوسری طرف ہندی پالی (یا براھمی) حررف جن سے موجودہ ہندوستانی حروف ماخوذ ہیں بہت زیادہ مشکوک الاصل ہیں ۔ اور اگرچہ اشوک کے وقت تک اس خط نے بہت زیادہ ترقی کرلی تھی اور اس کو علمی مقاصد میں حیرت انگیز طور پر استعمال کیا جانے لگا تھا تاھم اس کے بعض حروف کا قدیم فینیقی حروف سے (جو شاید خود مصری هیروغلیفی خط سے ماخوذ تھے) تشابہ یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ بھی سامی الاصل ہوں ۔ اس کے اپنے ملک میں روشناس ہونے کے وقت اور ذریعہ کا پتہ شاید اب کبھی بھی نہ چلے ۔ بہر حال پروفیسر بولر (Prof. Buhler) نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ! شاید عراق کے تاجروں نے آٹھویں صدی ق م میں ان حروف کو یہاں

روشناس کرایا ہو - تاہم موریہ اور اندھرا کتبات میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کرلی ھے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے ھیں ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجایش نہیں ھے کہ ھندوستان میں اشوک کے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا - یہ واقعہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں بھی ذکر نہیں ھے شاید اس بنا پر ہو کہ برھمن اپنی مقدس تصانیف کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے -

" اب رہا ھندوستان میں اعداد کا سوال تو عیسوی سنہ کے ابتدائي دور میں خروشتی کتبات میں جو طریقہ ھے وہ یہ ھے کہ ابتدائی تین عدد لکیروں کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ھیں - ۴ ایک جھکے ہوئے کراس (صلیب) کی طرح ھے - اور ۵-۹ تک اس طرح : ۴ (+) ۱ وغیرہ تا ۴ (+) ۴ (+) ۱ - اس کے علاوہ ۱۰ ، ۲۰ ، اور ۱۰۰ کے لئے خاص اعداد ھیں - اور باقي دہائیوں کو دس ملاکر یوں لکھا جاتا ھے - مثلاً ۵۰ = ۲۰ (+) ۲۰ (+) ۱۰ - اس طریقہ کے متعلق ثابت ہوچکا ھے کہ یہ سامی اور شاید ارامي ھے - براھمی کتبات میں چھٹی صدی عیسوی تک ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ھیں - ایک سے ۳ تک کے لئے آڑی لکیریں ھیں ، پھر ۴-۹ تک اکائیوں اور ۱۰ ، ۹۰ ، ۱۰۰ اور ۱۰۰۰ کے لئے خاص علامات ھیں - یہ طریقہ بہت ممکن ھے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور کسور اعشاریہ کے لئے یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ھے شاید یہیں کے منجمین یا ریاضي دانوں کي ایجاد ہو - "

لیکن اس سے بھي زیادہ تعجب کي بات یہ ھے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھي ھندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربي زبان سے واقف تھے - گو مشکل سے اس کا یقین آسکتا ھے تاہم چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ھے اس لئے مجھے اس کے انکار کي جرات نہیں - " ستیارتھہ پرکاش " کے مصنف سوامي دیانند جي نے گیارھویں سمولاس

(پہلا پرو، ادھیایہ ۱۴۷) میں لکھا ہے "کہ مہابھارت میں جب کورووں نے لاکھہ کا گھر بنا کر پانڈووں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ودرجی نے یدھشٹھر کو عربی زبان میں بتایا اور یدھشٹھر جی نے اسی عربی زبان میں ان کو جواب دیا" - اگر یہ بیان صحیح ہے تو عربوں اور ہندؤں کا رشتہ کتنا پرانا ثابت ہوتا ہے -

عربوں اور ہندؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھی تھا - اس کی صورت یہ تھی کہ شہنشاہ ایران کا قبضہ بلوچستان اور سندھہ پر اکثر رہا - اس قبضہ کے تعلق سے سندھہ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجی دستے ایرانی فوج میں داخل تھے - ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کا ذکر عربوں نے کیا ہے اور وہ جات (زط) اور میڈ ہیں - یہ دونوں سندھہ کی مشہور قومیں تھیں - ایک حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود صحابی نے آنحضرت صلعم کے ساتھہ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کی نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ "ان کا چہرہ جاتوں کی طرح تھا" (۱) - اس سے معلوم ہوگا کہ اہل عرب چھٹی صدی عیسوی میں بھی جاتوں سے واقف تھے - ایرانیوں کو جب شکست ہوئی تو یہ بہادر جات ہوا کا رخ دیکھکر چند شرطوں کے ساتھہ مسلمانوں کے لشکر سے آکر مل گئے - سپہ سالار اسلام نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کو

---

(۱) ترمذی ابواب الامثال -

اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا - حضرت علي نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ انہیں جاٹوں کي نگراني میں چھوڑا تھا (۱) - امیر معاویہ نے ان کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلي شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انطاکیہ میں لے جا کر آباد کیا (۲) -

لفظ ہند

مسلمانوں کي آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئي ایک نام نہ تھا - ہر صوبہ کا نام الگ الگ تھا - باہر ریاست کا نام اس کي راجدھاني کے نام سے مشہور تھا - اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریاے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کي زبان میں مہران ھے ہندھو رکھا - پراني ایراني زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں - اس کي متعدد مثالیں ہیں - اس لئے فارس والوں نے اس کو ہندھو کہکر پکارا - اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا - عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھي واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ھي کہا - لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو

---

(۱) تاریخ طبری -
(۲) بلاذري - ذکر اساورہ -

هند قرار دیا - اور آخر یهي نام تمام دنیا میں مختلف
صورتوں میں پهیل گیا - اور ہ کا حرف الف هو کر فرنچ
مین اند اور انڈیا، اور اس کي مختلف صورتیں هو کر تمام
دنیا میں مشهور هو گیا - اور خیبر سے آنے والي قوموں نے
اس کا نام ”هندو استهان“ رکها جو فارسي تلفظ میں
”هندوستان“ بولا جاتا هے - یه عجیب حیرت‌انگیز بات هے
که ”هند“ کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم هوا که
انهوں نے ملک کے نام پر اپني عورتوں کا یه نام رکها -
چنانچه عربي شاعري میں یه نام وہ حیثیت رکهتا هے جو
فارسي میں لیلیٰ اور شیرین کي هے -

هندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یه دوهرے تهرے تعلقات تهے جن کے سبب سے
اسلام کے بعد عربوں کو هندوستان کي طرف توجه هوئي اور
انهوں نے ایران کي فتح کے بعد اس کي نوآبادیات اور
دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروري سمجها، اور
اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندهه کي سرحد ان
کے سامنے تهي - پهر ان کو اپنے تجارتي جهازوں کي
حفاظت کے لئے هندوستان کے کسي ساحلي بندرگاہ کي تلاش
تهي - چنانچه حضرت عمر کے زمانۂ حکومت میں عرب
جهازوں کے بیڑے کسي معقول بندرگاہ کے قبضه کے لئے
هندوستان کے سواحل پر منڈلانے لگے - آج بمبئي کا پر
رونق شهر جهاں آباد هے اسي کے قریب تهانه (تانه) جو اب

بھي موجود ہے چھوٹا سا بندر تھا - سب سے پہلے سنہ ۱۵ھ (سنہ ۶۳۶ع) میں اسي 'بندرگاہ' پر عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا - اس کے بعد بھروچ (بروص) پر فوج کشي کي - اور اسي زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھہ کی بندرگاہ تھی اور جو تھٹھہ یا موجودہ کراچي کے قریب تھا حملہ کیا - اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائي دستہ ان بندرگاہوں کي دیکھہ بھال کرکے واپس چلا گیا - حضرت علي کے عہد میں سنہ ۳۹ھ (سنہ ۶۶۰ع) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کي نگراني کرنے لگا - اور آخر وہ سنہ ۴۲ھ (سنہ ۶۶۳ع) مین مارا گیا - سنہ ۴۴ھ (سنہ ۶۶۵ع) میں امیر معاویہ نے مہلب نامي سردار کو سندھہ کي سرحد کا نگراں بنا کر بھیجا اور اس کے بعد عربوں کي حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا -

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں دمشق کے تخت شاہي پر جب ولید اُموی بیٹھا اور اس کي طرف سے حجاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعني حکومت کے مشرقي مقبوضات کا نائب مقرر ہوا تو اس نے ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں کے ساتھہ اپنے تعلقات اور مضبوط کئے - عرب تاجر برابر آتے جاتے رہتے تھے مگر ساتھہ ہي ساتھہ ہندوستان کے اکثر ساحلوں سے بحری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ البیروني کے زمانہ تک

(سنہ ۴۲۴ھ) سومنات اور کچھہ بحری ڈاکوؤں کي سب سے بڑی جا پناہ تھي (۱) - بہر حال واقعہ یہ ھے کہ لنکا میں کچھہ عرب سوداگر تجارت کرتے تھے - ان کا وھاں انتقال ھو گیا - لنکا کے راجہ نے ان کي عورتوں اور بچوں کو ایک جھاز پر سوار کرکے عراق روانہ کیا - راستہ میں سندھہ کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس پر چھاپہ مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا - ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حجاج کی دھائی دي - حجاج کو جب اس کي خبر ھوئي تو اس نے سندھہ کے راجہ داھر کو لکھہ بھیجا کہ ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھہ میرے پاس بھجوا دو - راجہ نے معذرت کي کہ یہ دریائي ڈاکوؤں کا کام ھے جو ھمارے قبضہ میں نہیں - عراق کے نائب نے اس معذرت کو قبول نہ کیا - اسي دوران میں یہ واقعہ بھي پیش آیا کہ مکران سے کچھہ عرب مجرم اور باغي بھاگ کر سندھہ میں پناہ گزیں ھوئے اور انھوں نے راجہ داھر کي ماتحتی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا - اس واقعہ نے بھي حجاج کو مشتعل کیا - چنانچہ اس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کي سرکردگي میں شیراز سے چھہ ھزار فوج سندھ روانہ کي اور کچھہ فوج مع سامان کے دریائي راستہ سے سندھہ کي طرف بھیجی اور اس کي کمک کے لئے ایران کے پرانے راستہ سے خشکي کي طرف سے بھي فوجیں بھیجیں -

---

(۱) کتاب الھند ص ۱۰۲ لندن -

سنہ ۹۳ ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر کی سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے تھے) لیکر کچھ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کرلیا اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کردی - راجہ داہر کے ساتھ ملکر جن ہندی سپاہیوں نے عربوں کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا ان کا نام بلاذری نے جس نے سنہ ۲۵۵ھ (۸۵۵ع) میں اپنی کتاب لکھی ہے تکاکرہ بتایا ہے جو "تھاکر" کی عربی جمع ہے - سنہ ۹۶ ھ میں ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ تخت پر سلیمان بیٹھا - اس کو حجاج اور اس کے خاندان اور کارندوں کے ساتھ ذاتی عداوت تھی - اس لئے اس سال حجاج کے مقرر کردہ دوسرے افسروں کے ساتھ محمد بن قاسم کو بھی اس نے سندھ سے واپس بلالیا اور بالاخر اپنے ذاتی انتقام کے نشہ میں اس کو قتل کرا دیا - اس قتل کے اسباب میں راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا افسانہ ذکر کے قابل نہیں کہ اس کی تردید بارہا ہو چکی ہے - بلکہ یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب قاسم سندھ سے واپس جانے لگا تو سندھ کی رعایا نے اپنے نیک‌دل اور عادل فاتح کی جدائی میں آنسو بہائے - اور اس کی یادگار میں اس کا بت بنا کر کھڑا کیا (۱) -

---

(۱) تاریخ فتوح البلدان بلاذری - باب فتح سندھ -

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے - سنہ ۱۰۷ھ میں جنید گورنر ہوکر آیا - یہ بلندحوصلہ افسر تھا - اس نے سندھہ سے کَچھہ پر حملہ کیا - پہلے مرمد آیا اور یہاں سے مانڈل اور پھر دھبنج پہنچا - اور وہاں سے بھروچ کی بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اُجین (مالوہ) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سمید اور بھیل مال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا - اور وہاں سے پھر سندھہ واپس آ گیا - مگر یہ تمام فتوحات کی حیثیت ایک گذرجانے والی آندھی سے زیادہ نہیں - سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۱ع) میں عربی حکومت کے دفتر کا ورق الٹ گیا - امویوں کی جگہ عباسی آئے ' شام کی بجاے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا ' اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد چلا گیا -اس انقلاب نے هندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا - سنہ ۱۴۰ھ (سنہ ۷۵۹ع) میں هشام سندھہ کا گورنر ہوکر آیا - اس نے عمر بن جمل نام ایک افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا - وہ لوٹ مار کر چند روز میں ناکام واپس آگیا - اور آخر ھشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا ' اور یہاں اس نے اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی - یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سندھہ کے علاوہ هندوستان میں یہ پہلی مسجد تھی -

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا - اس کے حکم سے عبدالملک نے گجرات پر پھرا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ

(سنہ ۷۷۸ع) میں باربد کو جس کا ھندی نام بھاربھوت ھے اور جو بھروچ کے قریب ھے اس کو فتح کیا، لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوٹ گئی جس میں ایک ھزار سپاھی مرگئے - اس سانحہ سے پریشان ھوکر عرب اُلٹے پاؤں پھر گئے -

بغداد کی سلطنت معتصم باللہ عباسی تک جس کی وفات سنہ ۲۲۷ھ میں ھوئی مضبوط رھی، اور اس کے بعد روز بروز ایسی کمزور ھوتی گئی کہ اس کا تعلق سندھہ اور ھندوستان سے ٹوٹ گیا - کچھہ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رھے لیکن بالاخر ھندو راجاؤں نے پھر قبضہ کرلیا - اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھی اور دوسری سندھہ کے عربی شہر منصورہ میں - یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل ھے کہ ان ھندو راجاؤں نے بھی مسلمان رعایا کے ساتھہ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کی مسجدوں کو اسی طرح اپنی جگہ پر برقرار رھنے دیا (۱) -

سندھیوں کی شکست کا راز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا ھے کہ چند ھزار عربوں کی فوج جو دور دراز راستوں سے آئی ھو ایک ھی حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض ھو گئی - سندھیوں کی شکست بھی میرے نزدیک اسی ایک سبب کا نتیجہ ھے

---

(۱) یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری میں ھیں -

جس کے ذریعہ سے دنیا میں ھر قوم دوسری قوم کي محکوم بنتي ھے - عربوں کے بیانات سے یہ قطعي طور پر ثابت ھوتا ھے کہ اس وقت یعني پہلي صدی ھجري کے آخر اور آتھویں صدی عیسوی کے اول میں سندھہ میں بودھہ مذھب کا رواج تھا - اھل عرب بودھوں کو سمنیہ کھتے تھے (اس لفظ پر آیندہ بحث ھوگي) - تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھہ (١) نام ایک آبادی کا ذکر کیا ھے جس کا صحیح نام چچ‌نامہ میں بدھپور ھے (٢) - پھر یہاں نو ویہار (٣) نام پرستشگاہ کا ذکر ملتا ھے جو خاص بودھہ معبد کا نام ھے - ان کے پجاری کا نام سمنیہ ملتا ھے جو برھمنوں کے حریف تھے - الیٹ صاحب بھي اس دعویٰ میں کہ اس وقت سندھہ کا مذھب بودھہ تھا ھمارے ھم آواز ھیں - کھتے ھیں :-

"چونکہ بودھہ مت سندھہ میں اس وقت مسلمہ طور پر رائج تھا جب مسلمانوں کو پہلے پہل ھندوستاني قوم پرستي سے سابقہ پڑا - اس لئے لازمي طور پر اس نام (بد) کا ماخذ بودھہ ھے نہ کہ فارسي لفظ بد (بت) جو غالباً خود بھي لفظ بودھہ کي محرف شکل ھے - بہت سے آثار اس بات کے موجود ھیں کہ بودھہ مت اس عہد میں وادی سندھہ میں پھیلا تھا - نہ صرف مخصوص طور پر چیني سیاحوں کے تذکرے اور ابن خردازبہ کا بیان اس کي تائید کرتا ھے بلکہ عرب مصنفین کے چند ضمني اشارات و تلمیحات

---

(١) بشاری مقدسي اور ابن حوقل ذکر سندھہ -

(٢) الیٹ جلد اول صفحہ ١٣٨ -

(٣) ایضاً صفحہ ١٠ -

بھي هيں جن ميں خاص طور پر کوئي تذکرہ برهمنوں اور بودھوں کا بحيثيت ايک دوسرے کے حريف هونے کے نهيں هے ' کيونکه ان دونوں کا امتياز باهمي (خصوصاً طرز عبادت ' ايصال ثواب) قصص مذهبي عام طور پر اس قدر نازک هے که ناواقف اور مغرور بديسيوں کي توجه مشکل سے ادهر منعطف هوسکتي تهي - چنانچه جہاں کہيں پجاريوں کا تذکرہ هے عموماً ان کو " سمني " کہا گيا هے - سلطنت کا هاتهي سپيد هوتا تها جو ايک نهايت معني خيز بات هے - ايک هزار برهمن (پجاري) جس نام سے که ان کا عربي کتابون مين تذکرہ هے اور جو چاهتے تهے که اپنے قديم مذهبي معتقدات اور رسم و رواج کو قائم رکهيں ان کو محمد بن قاسم نے خليفۂ وقت کي اجازت سے فرمان ديا تها که وہ اپنے هاتهوں ميں کچکول ليکر هر صبح کو در بدر پهر کر اپني روزي حاصل کريں - اور يه ايک مخصوص مذهبي رسم هے جو بودھه پجاريوں ميں جاري هے - اور سب سے آخر يه که مجسمے بنا کر يا کسي اور طور پر اپنے فاتحوں کي جسماني يادگار قائم کرنا ' يه تمام امور بودھوں کے خصائص طبعي کي طرف شارہ کرتے هيں نه برهمنوں کي - ان اثباتي دلائل کے علاوہ منفي شهادت بهي اس امر سے هوتي هے ' که کوئي تذکرہ ستي ' جنيو ' گئو پوجا ' اشنان (يا نهان) ' هون ' پجاريوں کے هتهکنڈوں اور دوسرے پيشوايانه تحکمات ' جرگيانه نفس کشي ' يا ديگر رسوم و اعمال ' کا نهيں ملتا - "

سندھه کي سب سے پهلي پراني اسلامي تاريخ جو عام طور پر چچ نامه کے نام سے مشهور هے (اور جس کے دوسرے نام تاريخ الهند والسند اور منهاج المسالک هيں) کے مطالعه سے پوری طرح واضح هوجاتا هے - سندھه ميں بودھوں اور برهمنوں کے درميان اختلاف اور مخاصمت برپا تهي - اور ايسا معلوم هوتا هے که يه دونوں مذهب بعض گهرانوں ميں اس طرح بهي پهيلے هوئے تهے که ايک هندو هے تو دوسرا بودھه هے - اسي

بناپر سندھ کے راجاؤں کے حالات پڑھکر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ راجہ چچ ہندو برھمن تھا - اس نے چھوتے چھوتے بودھ راجاؤں کو لڑبھڑ کر مٹا دیا یا باجگزار بنا لیا تھا (۱) - یہ راجہ چھٹي صدی عیسوی کے آخر میں سندھ میں فرمانروا تھا - اس کے بعد راجہ چندر اس کا بھائي راجہ ہوا - یہ بودھ مت کا پر جوش پیرو تھا اور جن لوگوں نے اپنا مذہب پہلے چھوڑ دیا تھا ان کو بزور اس نے بودھ بنایا (۲) - ہندو برھمنوں نے یہ دیکھکر سر اُتھایا - ناچار وہ معرکوں میں نکلا مگر کامیاب نہیں ہوا - اس کے بعد چچ کا بیٹا راجہ داھر اس کي جگہ بیٹھا - یہ مجھے ہندو برھمن معلوم ہوتا ہے -

تاریخ قیاسات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت جب مسلمان سندھ کي سرحد پر تھے ملک میں ان دونوں مذھبوں کے اندر جنگ برپا تھي اور بودھ برھمنوں کے مقابلہ میں اپنے کو بے دست و پا پاکر مسلمان کي طرف صلح و محبت کا ھاتھ بڑھا رہے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس وقت جب محمد بن قاسم کي فاتح فوج شہر نیروں میں پہنچتي ہے تو وھاں کے باشندوں نے اپنے سمنیوں یعني بودھ پجاریوں کو پیش کیا اور معلوم ہوا کہ " اِنہوں نے اپنے سفراء خاص عراق حجاج کے پاس بھیج کر

(۱) چچ نامہ الیٹ ج ۱ ص ۱۴۲ و ۱۵۲ -

(۲) ایضاً ۱۵۲ و ۱۵۳ -

امان حاصل کر لي هے ،، چنانچه نیروں کے لوگوں نے محمد کا شاندار استقبال کیا - اس کے لئے رسد کا انتظام کیا اور اس کو اپنے شہر میں داخل کیا اور صلح کي پوری پابندي کي - اس کے بعد جب اسلامي فوج نہر سندھه کو عبور کرکے هندوستان پہنچتي هے تو پھر سمنیه بودھه لوگ صلح کے قاصد بنتے هیں (۱) - اسي طرح سیوستان میں هوتا هے که سمني لوگ (بودھه) بچے رائے اپنے راجه کو چھوڑ کر بخوشي مسلمانوں کا ساتھه دیتے هیں اور ان کو بدل قبول کرتے هیں - سندھه میں کاکا کوئي مشہور عقلمند اور سیاستداں تھا - جات رؤسا اس کے پاس جاکر مشورہ کرتے هیں که کیا مسلمانوں کي فوج پر شبخون مارا جائے ؟ وہ جواب میں کہتا هے ،، اگر تم ایسا کر سکو تو بہتر هے ' مگر سنو همارے پنڈتوں اور جوگیوں نے جنتر دیکھکر یه پیشینگوئي کردی تھي که اس ملک کو ایک دن مسلمان فتح کر لیں گے ،، - لوگ اس کي بات نہیں مانتے اور نقصان اُتھاتے هیں - کاکا نے کہا ،، تم خوب جانتے هو که میرا ارادہ اور عزم مشہور هے لیکن بودھوں کي کتابوں میں پیشینگوئي پہلے هي لکھی جاچکي هے که هندوستان کو مسلمان فتح کر لیں گے - اور میں بھي یقین رکھتا هوں که درحقیقت ایسا هي هونے والا هے ،، - اس کے بعد کاکا محمد بن قاسم کے پاس چلا جاتا هے اور جاتوں کے ارادہ سے اس کو آگاہ کرتا هے

---

(۱) بلاذري ص ۴۳۷ و ۴۳۸ -

اور اپني کتابوں کی پیشینگوئي اس کو سناتا ھے محمد بن قاسم اس کو به عزت تمام لیتا ھے اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کرتا ھے - اسي طرح راجه داھر کے بہت سے مخالف افسر (غالباً بودھه) خود آکر اطاعت کرتے ھیں (۱) -

ایسا معلوم ھوتا ھے که سندھه کے بودھوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف برھمنوں کو تولا تو ان کو مسلمان بہتر نظر آئے - اور دوسری وجه یه ھو سکتي ھے که اس سے پہلے ترکستان و افغانستان کے بودھوں کے ساتھه مسلمانوں نے جو حسن سلوک کیا اور ان لوگوں نے جس کثرت اور سرعت کے ساتھه اسلام کو اختیار کیا اس کا اثر اِس ملک کے بودھوں پر بھي پڑا -

هندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیه نویس

اس وقت عربي زبان میں جغرافیه کي سب سے پہلي کتاب جس میں ھندوستان کا کچھه حال ملتا ھے وہ ابن خردازبه (سنه ۲۵۰ ھ) کي کتاب المسالک والممالک ھے -

۱ - ابن خردازبه سنه ۲۵۰ ھ

یه نویں صدی عیسوی میں معتمد خلیفه عباسي کے زمانه میں ڈاک اور خفیه اطلاعات کے محکمه کا افسر تھا -

---

(۱) چچ نامه الیٹ ص ۱۰۶ -

اس لئے اس نے بغداد سے مختلف ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں اس نے ہندوستان کے بری اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کی مختلف ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے - یہ گو خود ہندوستان نہیں آیا مگر اُس کے عام معلومات کی بنیاد بطلیموس کے جغرافیہ پر ہے اور خاص خاص معلومات اُس کے محکمہ کے سرکاری اطلاعات پر مبنی ہیں، اور تاجروں اور مسافروں سے اپنے عہدہ کی وجہ سے اُس کی ملاقاتیں برابر ہوتی رہتی تھیں - اس لئے اُس کے یہ ذاتی معلومات گویا ایک ہندوستانی سیاح کے برابر تھے - اس کی کتاب سنہ ۱۸۸۹ع میں مطبع بریل لیڈن میں دی غوجی (De Goeje) نے شائع کی ہے -

ابن خردابہ نے سندھ کے تحت میں جن شہروں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب بلوچستان کے بعد سے لیکر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے - چنانچہ اس نے سندھ کے یہ شہر گنائے ہیں : قیقان، بذہ، مکران، مید، قندھار، قصدار، بوقان، قندابیل، قنزپور، ارمابیل، دیبل، قنبلی، کنبایاد، کھمبایت، سھبان، سدوسان، راسک، رور، ساوندری، ملتان، مندل، بیلمان، سرشت، کیرج، مرمد، قالی (کالی)، دھبنج، بروص، (بھروچ) - (ص۵۵) - پھر ہندوستان کے مشہور شہروں کے نام لئے ہیں : سامل، ہورین (اجین)، قالون، قندھار (گندھارا)، قشمیر (کشمیر) - (۶۸)

ابن خردازبہ کہتا ہے کہ "ہندوستان میں ۷ ذاتیں ہیں : (۱) شاکشری (چھتری) - یہ اُس ملک کے شرفاء ہیں - انہیں میں سے بادشاہ ہوتے ہیں ، اِن کو سب سجدہ کرتے ہیں ، وہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے - (۲) براہمہ (برہمن) - یہ شراب اور نشہ کی چیز نہیں پیتے - (۳) کستری (کھتری) - یہ تین پیالوں تک پی لیتے ہیں - برہمن ان کی بیٹی لے لیتے ہیں مگر ان کو دیتے نہیں - (۴) شودر - یہ کھیتی والے ہیں - (۵) بیش (ویش) - یہ پیشوں والے ہیں - (۶) شندال (چنڈال) - یہ کھلاڑی اور کلاونت ہیں - اُن کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں - اور (۷) ذنب (ڈوم) - یہ گاتے بجاتے ہیں - ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب جاری ہیں - کوئی خدا اور رسول دونوں کو مانتا ہے ، کوئی ایک کو مانتا ہے ، کوئی کسی کو نہیں مانتا ہے - ان کو اپنی جادوگری اور جنتر منتر پر بڑا ناز ہے -" (ص ۷۱) -

۶ - سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ

یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جس کا سفرنامہ ہم تک پہنچا ہے - سنہ ۱۸۴۵ع میں پیرس میں سلسلۃ التواریخ کے نام سے یہ چھپا ہے - یہ ایک سوداگر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا - اور اس طرح یہ ہندوستان کے پورے ساحل کا چکر لگایا کرتا تھا - اس نے اپنے یہ مختصر حالات سنہ ۲۳۷ ھ میں لکھے ہیں جس کو آج قریب قریب گیارہ سو برس ہوتے ہیں -

یہ سب سے پہلا ماخذ ہے جس میں بحر ہند کا نام دریائے ہرگند ہم کو ملتا ہے اور پھر اسی نام سے اہل عرب نے اس کو یاد کیا ہے - ہرگند سمندر کے اُس حصہ کو کہتے تھے جو جنوبي ہند کے کناروں سے بہتا ہے - سلیمان کہتا ہے کہ "مشہور ہے کہ اس میں ۱۹ سو کے قریب جزیرے ہیں - ان جزیروں پر ایک عورت کی حکومت ہے - ان میں عنبر اور ناریل کے درختوں کی کثرت ہے - ایک جزیرہ دوسرے جزیرے سے دو تین فرسخ پر واقع ہے - یہاں کے لوگ بڑے صناع ہیں - یہ کرتہ دونوں آستینوں دامنوں اور گریبان کے ساتھہ بن لیتے ہیں اور اسی طرح جہاز بناتے ہیں - سب سے آخری جزیرہ کا نام سراندیپ ہے - اور ان میں سے ہر جزیرہ کا نام دیپ ہے - اسی سراندیپ میں حضرت آدم کا نقش پا ہے - ان سب سے پیچھے جزیرہ انڈمان ہے - یہاں کے لوگ وحشي ہیں ' بد صورت اور کالے ہوتے ہیں - گھونگریلے بال ' ڈراونے چہرے ' لمبے پاؤں ' ننگ دھڑنگ ' آدمي کو زندہ پکڑ کر کھا جاتے ہیں - خیریت ہے کہ ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں ' ورنہ ادھر سے جہازوں کا گزرنا مشکل ہوتا " - جنوبي ہند کے بعض ساحلوں کے متعلق لکھتا ہے کہ " وہ صرف ایک لنگوٹي باندھتے ہیں " -

اس نے ایک عجیب بات یہ نقل کي ہے جس سے اس زمانہ کے لوگوں کي تنقیدی نظر تمام دنیا کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ " اہل ہند اور اہل چین کا متفقہ بیان ہے کہ دنیا میں صرف چار بادشاہ ہیں - سب سے اول

عرب کا بادشاہ ، یہ شہنشاہ اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ سب سے دولتمند ہے اور ایک بڑے مذہب کا بادشاہ ہے۔ پھر چین کے بادشاہ کا نمبر ہے۔ پھر روم کے بادشاہ کا۔ پھر هندوستان کے راجہ بلہرا (ولبھہ رائے گجرات کا راجہ) کا "۔

اس نے هندوستان کے سواحل کے ۴ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جن میں پہلا نام راجہ بلہرا کا ہے۔ " جو سب راجاؤں کا راجہ ہے۔ اس کے فوجی وظیفوں کا نظام عربوں کی طرح ہے۔ اس کے سکے بھی ہیں۔ اس پر راجہ کا سنہ راجہ کی مسندنشینی سے شروع ہوتا ہے۔ هندوستان کے سب راجاؤں سے زیادہ یہاں کے راجہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اسی لئے ان کے راجاؤں کی عمریں بڑی ہوتی ہیں۔ ۵۰، ۵۰ برس تک وہ راج کرتے ہیں۔ ان کے ملک کا نام کمکم (کوکن) ہے " جو سمندر کے کنارے ہے۔ آس پاس کے راجاؤں سے اس کی لڑائیاں رہا کرتی ہیں"۔ لفظ بلہرا کی اصلیت پر ابتدائی محققوں میں کچھہ اختلافات رہے مگر اب یہ بہ تحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ بلہرا در اصل ولبھہ رائے کی خرابی ہے اور کمکم کوکن کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ولبھہ رائے کا خاندان یہاں مدتوں تک حکمراں رہا ہے۔

ولبھہ رائے کے بعد جزر کے بادشاہ کا ذکر ہے۔ جزر ، اصل میں گجر ہے۔ گوجر راجہ گجرات کے راجہ تھے۔ کہتا ہے کہ " اس راجہ کے پاس فوجیں بہت ہیں ، اُس کے پاس جیسے گھوڑے ہیں ویسے کسی راجہ کے پاس نہیں۔ لیکن

یہ عربوں کا سخت دشمن ہے - اس کا ملک بھی سمندر کے دہانے پر ہے - اس کے پاس مویشی جانور بہت ہیں - ہندوستان کے تمام ملکوں میں سے سب سے زیادہ یہ ملک چوری سے محفوظ ہے" -

"اس کے بعد طافن کا بادشاہ ہے - اس کا ملک بہت تھوڑا ہے - یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں - یہاں کا راجہ سب سے صلح رکھتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے -" لفظ طافن کی اصلیت میں یوروپین محققوں کا اختلاف ہے - یہ لفظ طافن کے بجائے طاقن بھی بعض نسخوں میں ملا ہے - اس کو بعضوں نے موجودہ اورنگ آباد دکن کے قریب بتایا ہے - بعض اس کو کشمیر کے پاس لے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ طاقن لفظ ہے اور یہ دکھن کی خرابی ہے -

"اس کے بعد رھمی کا راجہ ہے جس کے پاس راجہ بلھرا اور دوسرے راجاؤں سے زیادہ فوج ہے - اس کی فوج کے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں - اس کے ملک میں ایسے سوتی کپڑے ہوتے ہیں جو کہیں اور جگہ نہیں ہوتے" - کپڑوں کی تعریف کی بناپر سمجھا جاتا ہے کہ یہ ڈھاکہ کے قریب کسی راما نام راجہ کی حکومت تھی -

اس نے ہندوستان کے بہت سے قوانین بھی لکھے ہیں - مثلاً یہ کہ "جب ایک دوسرے پر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو ملزم کے سامنے لوہا گرم کر کے رکھا جاتا ہے - اور اس کے

ہاتھ پر پان کے سات پتے رکھکر لوہا رکھ دیا جاتا ہے اور وہ اس کو لیکر آگے پیچھے چلتا ہے - پھر وہ اس لوہے کو گرا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ کو کھال کی ایک تھیلی میں رکھکر بادشاہی مہر اس پر کردی جاتی ہے - تین دن کے بعد دھان لاکر اس کو دئے جاتے ہیں کہ وہ ان کو چھیل کر چاول نکالے - تو اگر اس کے ہاتھ پر اثر نہیں ہوتا تو وہ سچا سمجھا جاتا ہے اور مدعی پر جرمانہ کر کے خزانہ شاہی میں داخل کیا جاتا ہے - کبھی گرم لوہے کے بجائے لوہے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا ہے اور اس میں ایک لوہے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے ' کہ ہاتھ ڈالکر انگوٹھی اُس میں سے نکال لے " - سلیمان کہتا ہے کہ " میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ بالکل صحیح و سالم نکل آئے " - یہ بھی کہتا ہے کہ " یہاں مردے جلائے جاتے ہیں - صندل ' کافور اور زعفران اس میں ڈالتے ہیں اور راکھ اُن کی ہوا میں اُڑا دیتے ہیں - یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرتا ہے تو اس کے ساتھ اُس کی سب رانیاں بھی جل کر ستی ہو جاتی ہیں - لیکن یہ صرف خواہش پر موقوف ہے کوئی جبر نہیں ہے " - (۵۰)

یہ بھی وہ بیان کرتا ہے کہ " یہاں سلطنت موروثی ہے اُن کے ولیعہد ہوتے ہیں - اسی طرح یہاں جو دوسرے عہدے اور پیشے ہیں وہ بھی موروثی ہیں - اور یہاں کے کل راجہ مل کر ایک بڑے راجہ کے ماتحت نہیں بلکہ

هر ایک کا راج علحدہ علحدہ هے - کوئي کسي کے ماتحت نهیں - لیکن ولبهه رائے (بلهرا) سب راجاؤں میں بڑا هے" - (۵۱)

"یہاں شادی بیاہ سے پہلے لڑکا' اور لڑکي والے پہلے پیام و سلام کرتے هیں - پھر تحفہ تحائف بهیجتے هیں - اور شادي میں خوب ڈھول' جهانجهه بجاتے هیں - اور جسقدر ممکن هو دان دیتے هیں" - (۵۳) - تمام هند میں بدکاري کي سزا دونوں ملزموں کا قتل هے - اسی طرح چوری کي سزا بهي قتل هے - هندوستان میں اس کا طریقه یه هے که چور کو ایک نوکیلي مخروطی لکڑی پر بٹھاتے هیں - اور وہ لکڑي نیچے سے حلق تک چلی آتي هے" - (۵۴)

آج یہ سن کر تعجب هوگا که هندوستان میں لوگ کبهي لمبي لمبي ڈاڑھیاں بهي رکھتے تھے - همارے سیاح کا بیان هے که "یہاں میں نے تین تین هاتهه کي ڈاڑھیاں! دیکهیں" - (۵۵) - "جب کوئي مرتا هے تو اس کے عزیز ڈاڑھي اور مونچهه کا بهدر کراتے هیں - جب کوئي قید کیا جاتا هے تو ۷ دن تک اس کو کهانا پاني نهیں دیتے - یہاں هندو جج بیٹهه کر مقدمات فیصل کرتے هیں - ڈاکو کی سزا بهی قتل هے - جانور کو ذبح کرکے نهیں بلکه اس کو کسی چیز سے مار کر کهاتے هیں - اهل هندو دوپهر کے کهانے سے پہلے نهاتے هیں' مسواک کرتے هیں' بے مسواک کئے نهیں کهاتے" - (۵۶) - ایک عرب

کے لئے سب سے تعجب کی بات ہے کہ کسی ملک میں چھوہارا نہ ہو - ہمارے عرب سیاح کو بھی یہی تعجب ہے - کہتا ہے کہ "ہندوستان میں چھوہارے کا درخت نہیں اور سب پھل ہیں - اور ایک پھل ایسا ان کے پاس ہے جو ہمارے یہاں نہیں - " (۵۶) - ہو نہ ہو یہ آم ہوگا - ہندوستان میں انگور بھی نہیں - انار البتہ ہیں - ہمارے تکلف پسند سیاح کو اس پر تعجب ہے کہ "ہندوستان میں زمین پر فرش بچھانے کا رواج نہیں" (۵۴) - "بیوی رکھنے کی تعداد بھی یہاں مقرر نہیں - جتنی چاہے رکھے" - "ان کی غذا چاول ہے" - (۵۴) - "چین کے مذہب کی اصل ہندوستان ہی سے ہے - بودھوں کے مجسمے پوجتے ہیں - طب، نجوم اور فلسفہ ہندوستان میں ہے" - (۵۷) - "جانوروں میں یہاں گھوڑے کم ہیں" - (۵۷) -

چین ہندوستان سے زیادہ صاف ستھرا ملک ہے - دونوں ملکوں میں بڑے بڑے دریا ہیں - ہندوستان میں جنگل بہت ہیں اور چین پورا آباد ہے - اہل ہند کا لباس یہ ہے کہ ایک کپڑا کمر سے باندھتے ہیں اور دوسرا اوپر ڈال لیتے ہیں - مرد اور عورت سب سونے اور جواہرات کے زیور پہنتے ہیں" -

۳ - ابوزید حسن سیرافی سنہ ۲۶۴ ھ

سیراف خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھی - ابوزید یہیں کا رہنے والا تھا - سنہ ۲۶۴ ھ کا سنہ اس کی کتاب

میں ملتا ہے - اور مسعودی سیاح سنہ ۳۰۰ھ میں سیراف میں اس سے ملا تھا - یہ بھی ایک عرب تاجر تھا - اس نے سلیمان تاجر کے سفرنامہ کو پڑھکر اس کے ۲۵، ۳۰ برس کے بعد اس کا تکملہ لکھا ہے - وہ بھی سیراف اور ہندوستان اور چین کے درمیان دریائی تجارتی سفر کیا کرتا تھا - وہ لکھتا ہے کہ "ہمارے زمانہ میں چین کے سیاسی انقلابات کے سبب سے وہاں سے اب لوگوں کے تجارتی کاروبار بند ہو گئے ہیں" - اس نے دعویٰ کیا ہے کہ "میں پہلا شخص ہوں جس نے یہ دریافت کیا کہ ہندوستان اور چین کا سمندر اوپر سے پھر کر بحر متوسط (میڈیٹرینین) میں مل گیا ہے" - (۸۸) - یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جو جاوہ کے بادشاہ مہراج کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مقابل میں ملک قمار (راس کماری) کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ مہراج کا ماتحت ہے اور یہاں بدکاری اور شراب دونوں منع ہیں - یہاں ان کا نام و نشان نہیں - (۹۴) - ہندوستان اور چین دونوں جگہ تناسخ کا عام اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ جان دے دینا معمولی کام سمجھتے ہیں - (۱۰۱) - اور کہتا ہے کہ ولبھہ رائے اور دوسرے راجاؤں میں کوئی کوئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جان بوجھہ کر اپنے کو آگ میں جلا ڈالتے ہیں - (۱۱۵) - یہاں راجہ بناتے وقت یہ کرتے ہیں کہ راجہ کے باورچی‌خانہ میں چاول پکائے جاتے ہیں اور تین سو چار سو آدمی اپنی خوشی سے آتے ہیں - راجہ کے

سامنے ایک پتے پر یہ چاول رکھہ دئے جاتے هیں - راجه اس میں سے ذرا سا اٹھا کر کھاتا ھے - پھر ایک ایک آدمی راجه کے سامنے جاتا ھے - راجه ان کو تھوڑے تھوڑے چاول اپنے سامنے سے دیتا جاتا ھے - یہ کل آدمی راجه کے ساتھی ہوتے هیں - جب راجه مرتا ھے تو یہ سب بھی اس کے ساتھ اس دن آگ میں جل جاتے هیں - اس قسم کے متعدد واقع همارے سیاح نے بیان کئے هیں - وہ یہ بھی کہتا ھے کہ " یہاں بارش زیادہ ہوتی ھے - اور اسی پر یہاں کی کھیتی کا مدار ھے " - (۱۲۶) - پھر وہ بھکشو یعنی بودھہ فقیروں کا ذکر کرتا ھے جو ننگے بدن سر اور بدن کے بال بڑھائے اور ناخن بڑھائے گلوں میں انسانی کھوپڑیوں کا مالا پہنے - دیس دیس پھرتے رھتے هیں - جب ان کو بھوک لگتی ھے تو کسی کے دروازے پر کھڑے هو جاتے هیں " - (۱۲۹) - ساتھہ هی اُس نے جنوبی هند کی دیوداسیوں کا بھی تذکرہ کیا ھے (۱۲۹) - اس کے بعد ملتان کے مشہور بت کا حال لکھا ھے ' پھر ناریل والے ملک کا ذکر کرتا ھے اور اس کی تجارت کا حال بیان کرتا ھے اور آخر میں کہتا ھے کہ " هندوستان کے راجه کانوں میں سونے کے بالے جن میں بڑے بڑے قیمتی موتی ہوتے هیں پہنتے هیں ' اور گلے میں مالا پہنتے هیں - جن میں بیش قیمت جواهرات ہوتے هیں - اور یہی موتی اور جواهرات ان کی دولت اور خزانہ هیں اور اسی طرح درجه بدرجه فوجوں کے سپہ‌سالار اور افسر بھی اسی قسم کے زیور پہنتے هیں -

یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہوتے ہیں - اس کے ہاتھ میں چترہ (چھتر) ہوتا ہے - جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں" (۱۶۵) -

اس سیاح کو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر نہیں کھاتے، اور نہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں، اور اس کو بڑا عیب سمجھتے ہیں - راجاؤں اور امیروں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ناریل کی چھال کا تھالی سا کوئی برتن روز بنتا ہے اور وہ ہر ایک کے سامنے رکھا جاتا ہے - کھانے کے بعد جھوٹا کھانا مع اس چھال کی تھالی کے پھینک دیا جاتا ہے" (۱۶۴) -

وہ یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ "یہاں کے اکثر راجا اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے، جو بھی ان کے دربار میں جائے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے" (۱۶۷) -

۴ - ابودلف مسعر بن مہلہل ینبوعی سنہ ۳۳۱ ھ

یہ بڑا عرب سیاح ہے - اس کا زمانہ سنہ ۳۳۱ ھ سے سنہ ۳۷۷ ھ تک یقیناً ثابت ہے - یہ بغداد سے ترکستان آیا اور شاہ بخارا، نصر سامانی المتوفی سنہ ۳۳۱ ھ سے ملا - وہاں سے ایک چینی سفیر کے ساتھ چین روانہ ہو گیا - پھر چین سے نکل کر ترکستان، کابل، تبت، اور کشمیر ہو کر ملتان، سندھ اور ہندوستان کے جنوبی سواحل (کولم) تک پہنچا - اس کی کتاب کا کچھ ٹکڑا برلن میں سنہ ۱۸۴۵ع میں لاطینی ترجمہ کے ساتھ چھپا ہے مگر میری نظر سے نہیں گذرا ہے - البتہ کچھ اس کے

خلاصے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اور قزوینی نے آثارالبلاد میں دئے ہیں، وہ دیکھے ہیں - اس نے ملتان کے بت‌خانہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے - اسی طرح مدراس کی پیداوار اور مصنوعات کا ذکر کیا ہے - غالباً یہ پہلا عرب سیاح ہے جو ہندوستان میں خشکی کے راستے سے داخل ہوا -

۵ - بزرگ بن شہر یار سنہ ۳۰۰ ھ

یہ ایک جہازراں تھا جو اپنے جہازات عراق کی بندرگاہ سے ہندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لے کر چین اور جاپان تک لے جاتا اور لے آتا تھا - اس نے عجائب الہند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے دریائی مشاہدات عربی میں قلم‌بند کئے ہیں جن میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں - ان میں سب سے اہم واقعہ ایک ہندو راجہ کا قرآن کا ہندی میں ترجمہ کراکر سننا ہے - اس نے ہندوستان کے شہروں میں سے کولم، کلہ، کشمیر زیرین (پنجاب)، صیمور (چیمور)، سوبارہ، تھتھہ، تھانہ، مانکیر (مہانگر ولبھہ رائے کی راجدھانی) اور سیلون کا نام لیا ہے - یہاں کے جوگیوں ان کی ریاضتوں، اور اپنے آپ کو مار ڈالنے اور جلا ڈالنے کے بہت سے قصے لکھے ہیں - اس کتاب میں عجیب بات یہ ہے کہ جابجا تاجروں اور سوداگروں کے لئے بنیانیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صریحاً ہندی لفظ بنیا ہے - اس زمانہ میں

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح بارجه کہتے تھے - یه لفظ هندي لفظ "بیڑا" ھے - اس کی عربی جمع بوارج ھے - مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائي ڈاکوؤں کے لئے بھي بار بار بولا گیا ھے - هنڈول ڈولي اور ڈوله کے معني میں اور بلنج پلنگ کے معني میں اس میں استعمال ھوا ھے - هندؤں کے چھوت چھات کا بھي اس میں ذکر ھے -(۱۱۸) -

کتاب سنه ۱۸۸۶ع میں لیڈن میں چھپي ھے - اس کا فرنچ ترجمه تو اسي کے ساتھه شائع ھوا ھے مگر انگریزی ابھی اسی مہینه میں چھپ کر نکلا ھے -

۶ - مسعودي سنه ۳۰۳ ھ

مسعودی جس کا نام ابوالحسن علي تھا ایک بلند پایه مؤرخ ، جغرافیه‌نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ھے - اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے - اس نے اپنے وطن بغداد سے سفر شروع کیا اور عراق و شام و آرمینیا ، روم (ایشیائے کوچک) ، افریقه ، سودان ، زنگ کے علاوه چین ، تبت ، هندوستان اور سراندیپ کا سفر کیا - اور تري میں اس نے هندوستان ، چین ، عرب ، حبش ، فارس، روم کے دریاؤں کی سیر کی - اس کی متعدد ضخیم کتابوں میں سے صرف دو تاریخی کتابیں موجود ھیں ، ایک کتاب التنبیه و الاشراف ھے جو مختصر ھے ، دوسری اس سے بڑی ھے اس کا نام "مروج الذهب و معادن الجوهر" ھے - یه دوسری کتاب زیاده پرمعلومات ھے - یه گویا اسلام کي تاریخ ھے - مگر اس کے مقدمه میں

تمام دنیا کي قوموں کی اجمالی تاریخ ھے ، منجملہ اس کے ہندوستان بھی ھے - اس نے دریاؤں کے حالات بہت مفصل لکھے ھیں - اس کے بیان سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ھے کہ جس طرح آج جہازراں کمپنیوں اور ان کے جہازات کے نام ہوتے ھیں اسي طرح جہازوں کے مالکوں کی نسبت سے بھائیوں اور بیٹوں اینڈ برادرس اینڈ سنز کے طریقہ سے ان جہازوں کے نام بھي رکھے جاتے تھے جو بحر ہند میں آتے جاتے تھے - اس نے سب سے پہلے دریائے رائد (راوي) اور گنگ کا اور پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا بار بار نام لیا ھے (۳۷۲) ، اور یہ بتایا ھے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں کہاں سے نکلا ھے - قنوج جو مشہور قنوج کے علاوہ سندھ میں واقع تھا اور جس کے راجہ بورہ کے نام سے مشہور تھے اس کا ذکر کیا ھے اور اس کا موقع بتایا ھے - یہ لکھا ھے کہ " تبت کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے پہاڑ نہیں دیکھے " - (۳۸۹) - ان پہاڑوں سے ظاہر ھے کہ کوہ ہمالیہ مراد ھے - یہ بھي لکھا ھے کہ " ہندوستان میں بہت سی بولیاں بولي جاتي ھیں " (۳۸۱ - ۱۶۳) - عجیب بات یہ ھے کہ اس نے قندھار کو رھبوط (راجپوتوں) کا ملک بتایا ھے (۳۷۲) - کھنبایت میں وہ سنہ ۳۰۳ھ میں پہنچا تھا - وہ اس وقت راجہ ولبھہ رائے کے ماتحت ایک برہمن بنیا (؟) کے زیر حکومت تھا - (۲۵۴) - ملتان سنہ ۳۰۰ھ کے بعد اپنا پہنچنا وہ ظاہر کرتا ھے اور وہاں کے مسلمان عرب بادشاہ اور وزراء کے نام بتاتا ھے - (۳۷۶)

مسعودي نے اپني کتاب مروج الذهب سنه ۳۳۲ ھ میں سیر و سیاحت ختم کرنے کے بعد لکھي ھے - پیرس میں نو جلدوں میں یه کتاب فرنچ ترجمه کے ساتھه شائع ھوئي اور مصر میں کئی دفعه شائع ھو چکي ھے -

۷ - اصطخري سنه ۳۴۰ ھ

ابو اسحاق ابراھیم بن محمد فارسي مشھور اصطخری کے نام سے ھے - بغداد کے محله کرخ کا رھنےوالا تھا - بہت بڑا سیاح تھا - ایشیا کے اکثر ملکوں کي سیاحت کی تھی - جغرافیه میں اس کی دو کتابیں ھیں کتاب الاقالیم اور کتاب مسالک الممالک - پہلي کتاب سنه ۱۸۳۹ع میں گوتھا میں اور دوسری کتاب سنه ۱۸۷۰ع میں لیڈن میں چھپی ھے - اس میں عرب اور ایران کے بعد ماوراء النہر ، کابلستان ، سندھه اور ھندوستان کا ذکر ھے - بحر ھند کا جس کو وہ بحر فارس کہتا ھے مفصل تذکرہ کیا ھے - وہ ھندوستان سنه ۳۴۰ ھ (سنه ۹۵۱ ع) میں آیا تھا - وہ اپنے ھمعصر سیاح ابن حوقل سے یہیں ملا تھا - اس نے بھی ولبھه رائے کے شہر مہانگر کا تذکرہ کیا ھے - لیکن معلوم ھوتا ھے که اس سلطنت کے ٹکڑے ھو چکے تھے - لکھتا ھے که اس کے ماتحت بہت سے راجه ھیں - اس کے علاوہ ملتان ، منصورہ ، سمند ، الور ، دریائے سندھه کا ذکر کیا ھے - اس کا کارنامه صرف ملکوں کا حال لکھنا نہیں بلکه دنیا کا نقشه تیار کرنا ھے جس میں سندھه کا نقشه بھی ھے -

۸ - ابن حوقل سنہ ۳۳۱ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) سنہ ۳۵۸ ھ (سنہ ۹۷۹ ع)

یہ بغداد کا ایک تاجر تھا - سنہ ۳۳۱ ھ مطابق سنہ ۹۴۳ع کو اس نے بغداد چھوڑا، اور یورپ، افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کا سفر کیا - اسپین اور سسلی سے لے کر هندوستان تک کی زمین اس نے چھان ماری - اس نے بھی ملکوں کے نقشے تیار کئے مگر افسوس هے کہ اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ نقشے نہیں دئے هیں - مگر الیٹ صاحب نے اس کا ایک قلمي ناقص نسخہ شاہ اودھ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا - اس نسخہ سے انھوں نے اپنی کتاب میں سندھ کا وہ نقشہ لگا دیا هے جو ان کو ابن حوقل کے اس قلمي نسخہ میں ملا تھا - یہ نقشہ غلط سلط هونے پر بھی غالباً هندوستان کے کسي صوبہ کا پہلا جغرافي نقشہ هے جو دنیا میں تیار هوا - اس نقشہ میں گجرات سے لے کر سیستان تک کی آبادیوں کا محل وقوع دکھایا هے - یہ پہلا عرب سیاح اور جغرافیہ نویس هے جس کي کتاب میں هندوستان کي پوری لمبائی چوڑائي بتانے کی کوشش کی گئی هے - کہتا هے "هندوستان کے ملک میں سندھ، کشمیر اور تبت کا حصہ داخل هے" (۹) - "هندوستان کي سر زمین کے پورب فارس کا دریا هے اور اس کے پچھم اور دکھن اسلامي ملک هیں اور اس کے اُتر میں چین هے" (۱۱) - "هندوستان کی سرزمین کی لمبائي مکران سے منصورہ، بدھہ اور تمام صوبہ سندھ سے

لے کر یہاں تک کہ قنوج تک ختم ہو ' پھر اس سے آگے بڑھ کر تبت تک چار مہینوں کا راستہ ہے ' چوڑائی فارس کے دریا سے لے کر قنوج تک تین مہینوں کا راستہ ہے " - یہ بیان کتنا ہي ناقص ہو مگر ہندوستان کي حدبندی کي یہ پہلی کوشش ہے -

۹ - بشاري مقدسی سنہ ۳۷۵ ھ

شمس الدین محمد بن احمد بشاري شام کے ملک میں بیت المقدس کا رہنے والا تھا - اس نے اپني کتاب سنہ ۳۷۵ ھ میں ختم کي ہے - اس نے صرف اپنے زمانہ کی دنیائے اسلام کا سفر کیا ' ہندوستان بھي آیا مگر سندھہ سے آگے نہیں بڑھا - اس کي کتاب کي خاص خصوصیت ملکوں کے نقشے تھے مگر وہ مطبوعہ کتاب میں نہیں - اس کي کتاب کا نام " احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم " ہے - کتاب کا آخري باب سندھہ پر ہے - ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو دوسری دفعہ سنہ ۱۹۰۶ع میں لیڈن میں چھپا ہے -

مقدسی کی کتاب کی ایک اور خاص بات ہے کہ اس نے ملک کی تقسیم صوبوں پر اور صوبوں کي شہروں پر کی ہے پھر ہر ایک کا علحدہ علحدہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ کي تجارت ' پیداوار ' صنعت ' مذاہب اور سکون کا حال لکھا ہے - اس لئے اس کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے - اس طرح سندھہ کا حال اس نے ۱۴ صفحوں میں لکھا ہے -

۱۰ - البیرونی سنہ ۴۰۰ ھ

کتاب الهند کے مصنف سے لوگ اس قدر واقف هیں کہ اس کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں ' صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ البیرونی جو اصل میں خوارزم (خیوا) کا رهنے والا تها وہ جب هندوستان آیا تو محمود غزنوی کے حملے غالباً شروع نہیں هوئے تهے - مگر اس نے اپنی کتاب محمود کے دو برس بعد لکھی هے - اس نے کتاب الهند کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھی هیں جن میں سے قانون مسعودی خاص ذکر کے قابل هے جو اب تک چھپی نہیں - اُس میں هندوستان کے بہت سے شهروں کے نام لکهے هیں - اور ان کا طول بلد اور عرض بلد مقرر کیا هے -

کتاب الهند کی اصل عربی پهر اس کا انگریزی اور هندی ترجمہ تک شائع هو چکا هے - اس میں هندوستان کا پورا جغرافیہ تفصیل کے ساتهہ موجود هے -

۱۱ - ابن بطوطہ سنہ ۷۷۹ ھ (سنہ ۱۳۷۷ ع)

یہہ سیاح مراکش کا باشندہ تها اور محمد تغلق کے زمانہ میں هندوستان آیا تها اور اس کے چپہ چپہ کو اُس نے دیکها تها - اس نے اپنے سفرنامۂ عجائب الاسفار میں جس خوبی سے اپنے مشاهدات کا ذکر کیا هے وہ کهانی سب کو معلوم هے - همارے لئے اس کے بیان کا سب سے

اہم حصہ جنوبی ہند کے اُس وقت کے حالات ہیں جب مسلمانوں نے اُس کو فتح نہیں کیا تھا -

۱۲ - دوسرے مورخین اور جغرافیہ‌نویس

اوپر کی سطروں میں صرف اُن صاحبوں کا میں نے ذکر کیا ہے جو ہندوستان خود آئے - مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے عرب جغرافیہ‌نویس یا ایسے عرب مؤرخ ہیں جنھوں نے ہندوستان کا حال لکھا ہے ، جن میں سے ایک ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ ھ) ، دوسرا قدامہ بن جعفر (سنہ ۲۹۶ ھ) ، پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ؛ ۸۹۲ ع) ہے جس کی فتوح‌البلدان بہت قیمتی کتاب ہے ، نیز ابن ندیم بغدادی (سنہ ۳۷۰ ھ) کی کتاب‌الفہرست -

یہہ تو شروع کے لوگ ہیں اور آخر کے لوگوں میں صوفی دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ سنہ ۱۳۲۶ ع) ہے ، جس کی کتاب عجائب‌البروالبحر ہے ، سسلی کا عرب جغرافیہ‌نویس ادریسی (سنہ ۵۶۰ ھ سنہ ۱۱۶۵ع) ہے ، ایران کا زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ سنہ ۱۲۸۳ع) ہے ، جس کی کتاب آثارالبلاد ہے ، ابوالفدا (سنہ ۷۳۲ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) جس کی کتاب تقویم‌البلدان ہے ، یاقوت (سنہ ۶۲۷ ھ سنہ ۱۲۲۹ع) جس کی ضخیم کتاب معجم‌البلدان ہے ، مصر کا نویری (سنہ ۷۳۳ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) ہے جس کی کتاب نہایۃ الارب فی فنون‌الادب ہے ، اور شہاب‌الدین عمری (سنہ ۷۴۸ ھ سنہ ۱۳۴۶ ع) جس کی کتاب کا نام مسالک الابصار و ممالک الامصار ہے -

ادریسی کے مختلف ٹکڑے اور نہایۃ الارب کی ۵ جلدیں اور مسالک الابصار کی صرف ایک ایک جلد مصر میں چھپي ہے - ان سب میں ہندوستان کا کچھہ نہ کچھہ حال ہے - اگر ان تمام کتابوں سے ہندوستان کے متعلقہ حالات و بیانات کو یکجا کر دیا جاے تو الیت صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل ہوجاے اور قرون وسطیٰ کے ہندوستان کے متعلق بہت سے نئے معلومات ہمارے سامنے آجائیں - اس کا افسوس ہے کہ یورپین مؤرخوں نے قدیم ہندوستان کے بیان میں یونانی بیانات کو جو اہمیت دی ہے اور اُس کی بال کی کھال نکالنے اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے اور ایک ایک نام کی تطبیق و تحقیق میں جو محنت کی ہے اگر اس کا کچھہ حصہ عربوں کے بیانات پر بھی وہ صرف کرتے تو یونانی اور فارسی تاریخوں کے درمیان جو چند صدیوں کا غار رہ جاتا ہے وہ بہت کچھہ پٹ جاتا -

---

تجارتی تعلقات

عربوں کا ملک تین طرف سے سمندروں سے گھرا ھے - ملک میں آبادي کے مطابق کافی سرسبزي اور شادابی بھي نہیں - ایسا ملک قدرتی طور سے تجارتی ھوگا - پھر خوش قسمتی سے اُس کی چاروں طرف دنیا کے بڑے بڑے ملک واقع ھیں - ایک طرف عراق ، دوسری طرف شام ، تیسری طرف مصر اور افریقہ ، سامنے ھندوستان ، ایک رخ پر ایران - ان تمام ملکوں سے عربوں کے براہ راست پرانے تعلقات تھے یہاں ھم کو صرف ھندوستان سے بحث ھے - بحرین ، عمان ، حضرموت ، یمن ، حجاز ، یہ مقامات ھیں جو بحر احمر ، بحر ھند ، اور خلیج فارس پر آباد ھیں ، اور قدرۃ انھیں کو اس بحري تجارت کا موقع حاصل تھا - اس سے پہلے عربوں کي ھندوستانی بحري آمد و رفت کا نقشہ دکھایا گیا ھے کہ ھندوستان کے ساحل سے جہازات چل کر یمن کی بندرگاہ میں پہنچتے تھے اور وھاں سے اُن کا سامان اونٹوں پر لدکر خشکي کے راستہ سے بحر احمر کے کنارے کنارے شام اور مصر آتا تھا اور وھاں سے بحر روم ھوکر یورپ چلا جاتا تھا -

ھم کو جب سے دنیا کے تجارتي حالات کا علم ھے ھم عربوں کو کار و بار میں مصروف پاتے ھیں - اور اسی راستہ سے اُن کے قافلوں اور کاروانوں کو شام اور مصر

تک آتے جاتے دیکھتے هیں - اس وقت همارے پاس دنیا کي بین‌الاقوامي تاریخ کی سب سے پراني کتاب توراۃ هے - اس میں حضرت ابراهیمؑ کی دو هی نسل بعد حضرت یوسفؑ کے زمانه میں هم اس تجارتي قافله کو اسي راسته سے گذرتے هوئے پاتے هیں - اور یه وهي کارواں هے جو حضرت یوسفؑ کو مصر پهنچاتا هے - (پیدایش ۳۷ : ۲۵) - اس راسته کا ذکر یوناني مؤرخوں نے بهی کیا هے - الغرض حضرت یوسف کے عهد سے لیکر مارکوپولو اور واسکوڈي گاما کے زمانه تک هندوستان کی تجارت کے مالک عرب هي رهے - (۱)

یونانیوں نے جب مصر پر قبضه کر لیا تو انهوں نے اس تجارت کو براه راست اپنے هاتهه میں لے لیا ، کیونکه مصر سے شام تک کا راسته اُن کے لئے پر امن تها ، اور اس طرح عربوں کي تجارت کی وہ پهلی رونق باقی نهیں رهی - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا "عرب" کا مضمون‌نگار لکهتا هے :

"جنوبی مغربی عرب (حضرموت اور یمن) کی خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانه میں یهه تها که مصر اور هندوستان کے درمیان کا تجارتی سامان پهلے سمندر کی راہ سے یهاں آتا تها اور پهر خشکی کی راه راہ سے مغربی ساحل پر جاتا تها - یه تجارت اس زمانه

---

(۱) الفنسٹن کی تاریخ هند کا دسواں باب (تجارت) -

میں بند ہو گئی ، کیونکہ مصر کے بطلیموسی بادشاہوں نے هندوستان سے اسکندریہ تک براہ راست ایک راستہ بنا لیا "۔ (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یونانیوں نے جزیرہ سقوطرہ پر قبضہ کرکے وہاں نوآبادي قائم کرلي تھي جس کی یادگار مسلمان عرب جہازرانوں کو وہاں بعد کو بھی نظر آئي ۔ (۲)

مگر یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ تجارت بالکلیہ یونانیوں کے ہاتھوں میں نہیں چلی گئي کیونکہ حضرت مسیح سے دو صدی پہلے آگانھرشیدس یوناني مؤرخ بیان کرتا ہے کہ "جہازات ہندوستان کے ساحل سے سبا (یمن) آتے ہیں اور وہاں سے مصر پہنچتے ہیں" ۔ (۳)

اسي طرح آرتي میڈروس جو مسیح سے ۱۰۰ برس پہلے تھا وہ کہتا ہے "سبا (یمن کي ایک قوم) آس پاس کے لوگوں سے تجارتي اسباب خریدتے ہیں اور وہ اپنے ہمسایوں کو دیتے ہیں اور اسي طرح دست بدست وہ اسباب شام اور جزیرہ تک پہنچ جاتا ہے ۔ (۴)

---

(۱) طبع گیارھواں جلد ۲ ص ۲۶۴ ۔

(۲) سفر نامہ ابوزید ص ۱۳۴ طبع پیرس ۔

(۳) الفنسٹن کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ء ۔

(۴) ڈنکر Duncker کي تاریخ قدیم (History of Antiquities) جلد اول صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۲ ۔

اس قسم کے اور دوسرے بیانات سے بھی یہ ثابت ہے کہ عرب اس زمانہ میں بالکل مٹ نہیں گئے بلکہ یونانیوں کے ساتھہ ساتھہ ان کا کام بھی باقی رہا - (۱)

ہندوستان اور عرب کا دوسرا راستہ جو خلیج فارس کے ذریعہ تھا وہ ہمیشہ کھلا رہا اور سواحل کے پارسی اور عرب خشکی اور تری سے ہمیشہ اپنا سامان لاتے اور لے جاتے رہے - وہ ہندوستان کے پورے ساحلی مقامات اور بحر ہند کے ایک ایک جزیرہ کو دیکھتے بھالتے بنگال اور آسام ہوکر چین کو چلے جاتے تھے اور پھر وہاں سے اسی راستہ سے واپس آجاتے تھے -

یورپ اور ہندوستان کا راستہ نہایت اہم تھا اور ہے ، اور اسی کے ذریعہ تاریخ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں - گذر چکا ہے کہ یہ راستہ پہلے خالص عربوں کے ہاتھوں میں تھا ، جب یونانیوں نے حضرت مسیح سے تقریباً ۳ سو برس پہلے مصر پر قبضہ کیا ، تو وہ اس دریائی شاہراہ پر قابض ہوگئے - حضرت مسیح کے ۶ سو برس بعد جب اسلام آیا اور عربوں نے عروج پایا تو چھٹی صدی مسیحی میں وہ مصر سے لے کر اسپین تک چھا گئے اور ساتھہ ہی بحر روم پر بھی وہ قبضہ پا گئے اور بحر روم کے اہم جزیروں کریٹ اور سائپرس وغیرہ کو بھی اُنھوں نے اپنے مقبوضات میں داخل کرلیا -

---

(۱) الفنسٹن صاحب کی بھی یہی تحقیق ہے - دیکھو اُن کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ع

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تجارت اور سوداگری کی یہ سب سے بڑی سڑک عربوں کے ہاتھہ میں آگئی اور صدیوں تک وہ اس پر قابض رہے - چودھویں صدی عیسوی میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عربوں کو رومی سرزمینوں سے نکالنے کی پوری کوشش کی مگر عین اس وقت جب وہ اسپین اور شمالی افریقہ میں کامیاب ہو رہے تھے اور راستہ کو صاف کر رہے تھے کہ ایشیائے کوچک سے ترکوں نے سر نکالا اور پھر بحر روم کا یہ راستہ مسلمانوں ہی کے پاس رہ گیا - اس دقت نے یورپ کی قوموں کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کا کوئی دوسرا راستہ پیدا کریں - اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ شمالی افریقہ اور بحر روم کو چھوڑ کر جنوبی افریقہ کے راستہ سے ہندوستان کا سراغ لگایا گیا - اس راستہ میں ڈچ اور پرتگال اور بعد کو انگریز اور فرانسیسی بھی شریک ہو گئے اور ہندوستان کی وہ تجارت جو عربوں کے ہاتھوں میں تھی اس کو ان سے لڑ بھڑ کر چھیننے لگے - اس کشمکش میں اہل مغرب اور اہل مشرق کی ایک سخت دریائی جنگ بھی ہندوستان کے سواحل پر ہوئی - اس جنگ میں مشرق کو شکست ہوئی اور یہی شکست اہل مشرق کی تمام آئندہ شکستوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی - اس جنگ میں مصری عربی اور دکن کی مختلف ہندو اور مسلمان سلطنتوں کے جنگی جہازوں کے بیڑے ایک ساتھہ مل کر یوروپین جہازراں قوموں کے جہازوں سے لڑتے تھے - اس شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً اس زمانہ سے آج تک

تمام جزائر ھند اور سواحل کی تجارت اھل یورپ کے ھاتھہ میں آگئی - مدراس کے عرب تاجروں کو جن کو موپلا کہتے ھیں جو اُس وقت ھندوستان کے اُس گوشہ اور جزیروں کی تجارت کے مالک تھے ان کے جہازوں کو ھر طرح تباہ و برباد کر دیا گیا -

اس کے بعد بھی بحر روم کے قریب‌تر راستہ کی ملکیت کا خیال اھل یورپ کے دل سے دور نہیں ھوا، چنانچہ اس کو اور قریب‌تر کرنے کے لئے بحر احمر (ریڈ سی) اور بحر روم کے درمیان کی پتلی خشکی کھود کر نہر سویز نکالی گئی، اور پھر مصر اور سویز پر قبضہ ضروری خیال کیا گیا، تاکہ یورپ اور ھندوستان کا یہہ اھم تاریخی راستہ ھمیشہ کے لئے محفوظ ھو جائے -

یہہ وہ واقعات ھیں جو ھندوستان اور اُس کے جزائر پر یوروپین قوموں کے تاجروں کی آمد و رفت کے سلسلہ میں ھندوستان کی ھر تاریخ میں لکھے ھوئے ملتے ھیں - ان واقعات سے عربوں اور ھندؤں کے تجارتی تعلقات کی تاریخ کے مختلف دور نمایاں ھوتے ھیں -

ھندوستان اور عرب کا دوسرا تجارتی راستہ جس کا تعلق خلیج فارس سے تھا وہ بدستور عربوں کے ھاتھوں میں ھمیشہ نظر آتا رھا ھے - البتہ عمان، حضرموت، اور عراق میں مختلف سلطنتوں کے ادلنے بدلنے اور بندرگاھوں کے ٹوٹنے اور بننے سے تجارتی مرکز اِس شہر سے

اُس شہر یا اس بندرگاہ سے اُس بندرگاہ میں منتقل ہوتا رہا -

بندرگاہ اُبلہ

عربوں کے سنہ ۱۴ ھ میں عراق پر قبضہ کرنے سے پہلے ایرانیوں کے زمانہ میں ہندوستان کے لئے! خلیج فارس کا سب سے بڑا اور مشہور! بندرگاہ اُبلہ تھا جو بصرہ کے قریب واقع تھا - اُبلہ سے ہندوستان کی تجارتی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ اہل عرب اُبلہ کو ہندوستان ہی کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے - چین اور ہندوستان سے آنے والے جہازات یہیں ٹھہرتے تھے اور یہیں سے روانہ ہوتے تھے - (۱)

ہندوستان کے بیوپار اور پیداوار کو عربوں کی نگاہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمرؓ نے ایک عرب سیاح سے پوچھا کہ ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے ؟ اس نے تین مختصر فقروں میں اس بلاغت کا جواب دیا جس سے زیادہ بلیغ کوئی جواب نہیں ہو سکتا - اس نے کہا "بحرھا در و جبلها یاقوت و شجرھا عطر" اُس کے دریا موتی ہیں ، اُس کے پہاڑ یاقوت ہیں ، اور اُس کے درخت عطر ہیں - (۲)

---

(۱) ابلہ کے حالات کے لئے دیکھو الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری سنہ ۲۲۸ ھ صفحہ ۱۳۳ (لیڈن) و معجم البلدان یاقوت رومی ج ۱ ص ۸۸ و ج ۲ ص ۱۹۶ - (مصر) ، و تاریخ بصرۃ نعمان اعظمي (بغداد) حاشیہ ص ۱۱ -

(۲) الاخبار الطوال دینوي ص ۳۲۶ (لیڈن) -

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کو فکر ہوئی کہ عراق کی یہہ بندرگاہ بھی عربوں کے قبضہ میں آئے ، چنانچہ سنہ ۱۴ ھ میں آپ نے اُس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ " اس کو مسلمانوں کا تجارتی شہر (قیروان یعنی کاروان) بنا دیا جائے " (۱) - چنانچہ اس وقت سے لے کر سنہ ۲۵۶ ھ تک یہہ بندرگاہ قائم رہي (۲) - زنگوں کی لڑائی میں سنہ ۲۵۶ ھ میں یہہ تباہ ہو گئی - عراق کی دوسری مشہور بندرگاہ بصرہ کے نام سے سنہ ۱۴ ھ ھی میں عربوں نے بنالی تھی مگر وہ اُبلہ کی تجارتی حیثیت کو فنا نہ کر سکا - اور اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ بصرہ خالص تجارتی مرکز ہونے کے بجائے عربوں کا جنگی اور سیاسی مرکز زیادہ بن گیا - مگر اس پر بھی ہندوستان، چین ، اور حبشہ کی تجارت کا رخ رفتہ رفتہ اُدھر مڑنے لگا ، اور اُس نے سیاسی انقلابات کے باوجود بڑي رونق حاصل کرلی ، خصوصاً پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھہ پر عربوں کے قبضہ ہوجانے کے سبب سے یہہ ہندوستان کی آمد و رفت کا مرکز بن گیا - کشتیوں اور جہازوں کے داخلہ کا محصول اس قدر بڑھہ گیا تھا کہ وہ بغداد کی خلافت کا بڑا مالیہ ہو گیا - آخر میں سنہ ۳۰۶ ھ میں مقتدربالله کے زمانہ میں اس کی سالانہ میزان ۲۲۵۷۵ دینار رہ گئی تھی -

---

(۱) معجم‌البلدان یاقوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ (مصر) -

(۲) تاریخ بصرہ الاعظمي (بغداد) حاشیہ صفحہ ۱۱ -

سیراف

ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا اس کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ سیراف ہوئی - یہہ بصرہ سے سات دن کی مسافت پر ایرانی حدود میں واقع تھی - تیسری صدی ہجری میں اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا ' بڑے بڑے جہازرانوں ' بحری تاجروں اور دریائی سوداگروں کا مقام بن گیا - ہندوستان اور چین کو یہیں سے جہازات روانہ ہوتے تھے اور وہاں سے جو جہازات سامان لے کر آتے تھے وہ یہیں آتے تھے - تیسری صدی ہجری میں اس بندرگاہ کي جو کیفیت تھی اس کا حال ابوزید کے بیان سے معلوم ہوتا ھے - وہ کہتا ھے "یہ فارس کی بہت بڑي بندرگاہ ھے ' اور یہ بہت بڑا شہر ھے - جہاں تک نظر کام کرتي ھے اُس میں صرف عمارتوں کا سلسلہ نظر آتا ھے - اُس میں کھیتي یا زراعت خود نہیں ہوتی بلکہ سب چیزیں دریا کي راہ سے باھر سے آتی ھیں" - (۱)

چوتھی صدی ہجري کے بیچ میں بشاری مقدسی نے جب اس کو دیکھا ھے تو وہ اس کا یہ حال بیان کرتا ھے : "میں نے یہاں کی عمارتوں سے زیادہ خوبصورت عمارتیں تمام اسلامی دنیا میں نہیں دیکھیں - یہ عمارتیں سال کی لکڑی اور اینٹوں کی بنی ھیں ' نہایت بلند

---

(۱) معجم البلدان یاقوت ج ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

هیں ، ایک ایک گھر کی قیمت ایک ایک لاکھہ درهم سے زیادہ هے " - (۱)

اسی زمانه کے قریب اصطخری نے اس کو دیکھا تھا - کہتا هے : " یهه بڑائی میں شیراز کے برابر هے ، اس کی عمارت سال کی لکڑی کی هے - یهه لکڑی زنگستان افریقه سے دریا کی راہ سے آتی هے - دریا کے کنارے کئی کئی منزلوں کے مکانات هیں - یہاں کے باشندے عمارت پر بڑی رقم خرچ کرتے هیں یہانتک که ایک ایک تاجر ۳۰ ، ۳۰ هزار اشرفی ایک ایک مکان پر خرچ کرتا هے ، سامنے باغ هوتے هیں ، پانی پہاڑ سے آتا هے " - (۲)

بشاری کا بیان هے که دیلمیوں کی سلطنت کے کسی انقلاب سے اور زلزله کے سبب سے سنه ۳۶۶ ھ میں وہ برباد هوگیا تھا - اس کے بعد لوگوں نے اس کو پھر آباد کرنا چاها (۳) ، اور کیا بھی ، اور کچھه روز اور اس کو کامیابی حاصل بھی هوئی - یاقوت حموی نے چھٹی صدی هجری کے آخر میں اس کو دیکھا تھا - اُس کا بیان هے که " اس زمانه میں وهاں توٹے پھوٹے پرانے نشانات کے سوا کچھه نہیں - کچھه غریب غربا وهاں آباد هیں ، اور اس کی بربادی کا

---

(۱) احسن التقاسیم (لیڈن) ص ۴۲۶ -

(۲) بحواله معجم البلدان یاقوت جلد ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

(۳) احسن التقاسیم ص ۴۶۴ -

سبب یہ ہوا کہ ابن عمیرہ نے جزیرہ قیس کو آباد کرکے اس کی اہمیت مٹا دی -

قیس

قیس یا کیش - یہہ خلیج فارس میں عمان کے پاس ایک جزیرہ تھا - اس نے سیراف کو مٹاکر ہندوستان اور چین کی تجارت پر قبضہ کر لیا - اس کا حاکم عمان کا بادشاہ تھا - یاقوت نے چھٹی صدی ہجری میں جب اس کو دیکھا ہے تو یہہ چھوٹا سا جزیرہ ہندوستانی تجارت کی بدولت نہایت خوبصورت اور سرسبز و شاداب بن گیا تھا - ہندوستان کے تمام جہازات یہیں آکر ٹھہرتے تھے - اس جہازی آمد و رفت کا نتیجہ یہہ تھا کہ یاقوت کہتا ہے کہ " اس چھوٹے سے جزیرہ کے عرب حاکم کی قدر و منزلت ہندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑی ہے ، کیونکہ اُس کے پاس جہاز اور کشتیاں بہت ہیں " (۱) - قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) کہتا ہے کہ " قیس ہندوستان کی تجارت کی منڈی اور اُس کے جہازات کا بندر ہے - ہر عمدہ چیز جو ہندوستان میں ہوتی ہے وہ یہاں لائی جاتی ہے - " (۲)

ہندوستان کی بندرگاہیں

ہندوستان کی بندرگاہوں کے نام ہم کو پہلی صدی ہجری سے ملنے شروع ہوتے ہیں اور تیسری صدی تک بکثرت

---

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۷ ص ۱۲۶ (مصر) و ج ۵ ص ۱۹۳ -

(۲) آثار البلاد قزوینی مطبوعۂ یورپ صفحہ ۱۶۱ -

نام بڑھ جاتے ہیں اور پھر آخر تک وہی قائم رہتے ہیں، جن میں سے عربوں کے نزدیک خلیج فارس کے بعد سب سے پہلے بلوچستان کی بندرگاہ تیز، پھر سندھ کی بندرگاہ دیبل تھا، گجرات میں تھانہ، کھنبایت، سوبارہ، جیمور، مدراس میں کولم‌ملی، ملیبار، راس‌کماری (قمار)، اس کے بعد یا جزائر میں چلے جاتے تھے یا بنگال ہو کر پھر وہاں سے قامرون (قامروب یا کامروپ) یعنی آسام چلے جاتے تھے، پھر وہاں سے چین - انہیں بندرگاہوں کے نام عربی جغرافیوں میں آیا کرتے ہیں - ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے اور یہاں مختلف قسم کی تجارتیں ہوتی ہیں -" (۱)

دریائی تجارتی راستے

سلیمان تاجر تیسری صدی ہجری میں ان جہازوں کے راستے اس طرح بتاتا ہے کہ "پہلے بصرہ اور عمان سے تمام سامان سیراف آجاتا ہے، اور یہاں سیراف میں وہ جہازوں پر لادا جاتا ہے، اور یہیں سے پینے کا میٹھا پانی ساتھ لے لیا جاتا ہے - یہاں سے لنگر اٹھا تو مسقط آکر لنگر ڈالتے ہیں - یہاں سے پھر پینے کا پانی لیتے ہیں - اس کے بعد یہاں سے جہاز ہندوستان کو روانہ

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل، صفحہ ۲۳۰ - یورپ

ہو جاتے ہیں ، اور ایک مہینہ میں کولم ملی پہنچتے ہیں - یہاں سے چین جانے والے جہازات چین چلے جاتے ہیں - کولم ملی جہازوں کے بنانے اور درست کرنے کا کارخانہ ہے - اور یہاں سے میٹھا پانی بھی لے لیتے ہیں - اس کا محصول چینی جہازوں سے ایک ہزار درہم اور دوسرے جہازوں سے دس دینار سے لے کر ایک دینار تک لیتے ہیں - " (۱)

سلیمان کے ۲۵ برس کے بعد ابوزید سیرافی بیان کرتا ہے : " ہندوستان کے داہنے ہاتھ عمان کو جہاز پہنچتا ہے - یہاں سے عدن ، عدن سے جدہ ، جدہ سے جار (شام کا ساحل) ، پھر قلزم - یہاں سمندر ختم ہو جاتا ہے - اس کے بعد بربر کے سواحل پر سمندر پھرتا ہے اور جشہ جاتا ہے - سیراف والوں کے جہازات جب جدہ پہنچ جاتے ہیں تو یہاں سے آگے نہیں بڑھتے - مصر جانے والے جہازات یہاں تیار رہتے ہیں - سیراف کے جہازوں سے سامان اتار کر مصری جہازوں میں لادے جاتے ہیں ، اور وہ ان کو قلزم لے جاتے ہیں - سیراف والے ہندوستان اور چین کے سمندروں سے زیادہ واقف ہیں - اس کے علاوہ ہندوستان اور چین کی بحری تجارت میں جو نفع ہے وہ دریائے قلزم کی تجارت میں نہیں - " (۲)

---

(۱) سفرنامۂ سلیمان تاجر ص ۱۵ ، پیرس سنہ ۱۸۱۱ ھ ص ۱۵ ، ۱۶ -
(۲) سفرنامۂ ابوزید ص ۱۳۶ - پیرس سنہ ۱۸۱۱ء -

ابن خردازبہ جو تیسری صدی کے شروع میں تھا جدہ کی تجارتی تعریف میں کہتا ہے کہ "یہاں سندھ، ہندوستان، زنجبار، حبشہ اور فارس کی چیزیں ملتی ہیں" - (۱) ساتھ ہی وہ بصرہ سے ہندوستان کے راستہ اور مسافتوں کی تفصیل اس طرح کرتا ہے -

بصرہ سے جزیرہ خارک	۵۰ فرسنگ
جزیرہ خارک سے جزیرہ لاوان	۸۰ ,,
جزیرہ لاوان سے جزیرہ ایرون	۷ ,,
جزیرہ ایرون سے جزیرہ خین	۷ ,,
جزیرہ خین سے جزیرہ کیش	۷ ,,
جزیرہ کیش سے جزیر ابن کاوان	۱۸ ,,
جزیرہ ابن کاوان سے جزیرہ ہرمز	۷ ,,
جزیرہ ہرمز سے تارا	۷ دن کی راہ

کہتا ہے کہ یہی تارا فارس اور سندھ کی حد فاصل ہے - یہاں سے جہاز دیبل روانہ ہوتا ہے -

تارا سے دیبل	۸ دن کی راہ
دیبل سے دریاے سندھ کا دھانہ	۲ فرسنگ
دریاے سندھ سے اوتگین	۴ دن کا راستہ

کہتا ہے کہ اوتگین سے ہندوستان کی سرحد شروع ہوتی ہے -

اوتگین سے کولی	۲ فرسنگ
کولی سے سندان	۵ دن ۱۸ فرسنگ

---

(۱) کتاب المسالک ابن خردازبہ صفحہ ۶۱ - لیڈن -

سندان سے ملی	۵ دن کی راہ
ملی سے بلین	۲ "

بلین سے راستے علحدہ علحدہ ہوتے ہیں - تو جو جہاز ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہیں وہ بلین سے پاپتن جاتے ہیں جو دو دن کا راستہ ہے -

پاپتن سے سنجلی اور کبشکان	۱ دن کی راہ
یہاں سے گوداوری کا دہانہ	۳ فرسنگ
یہاں سے کیلکان	۲ دن
یہاں سے سمندر	۱۰ فرسنگ
یہاں سے اورنچین	۱۲ فرسنگ

دوسرے جہازات بلین سے سراندیپ پھر جاوہ چلے جاتے ہین - اور بعض بلین ہی سے براہ راست چین چلے جاتے ہیں - (۱)

یورپ اور ھندوستان کے تجارتی راستے سلطنت عرب ہو کر

مصر و شام و عراق و ایران اور بحر روم و قلزم و بحر ھند پر عربوں کے قبضہ ہو جانے سے بھی مشرق و مغرب کی تجارتی آمد و رفت بند نہیں ہوئی - مسلمان تاجر یورپ نہیں جاتے تھے اور رومی ان ملکون میں نہیں آتے تھے - مگر ان دونوں قوموں کے درمیان یہودیوں کی

---

(۱) ابن خردازبہ ص ۶۱ - ۶۴ (لیڈن) -

قوم ایسی تھی جو درمیانگی کا کام کرتی تھی - وہ اسلامی ملک میں اہل کتاب تھے اور یورپ سے یونانیوں ھي کے زمانہ سے آشنا تھے - طرابزند جو بحر اسود (بلیک سی) کے ساحل پر ایشیاے کوچک اور روس کی سرحد ھے وہ مسلمان اور عیسائی تاجروں کے ملان کی جگہ تھی - وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱) - لیکن یہودی تاجر بڑی آسانی سے اسلامی اور عیسائی دونوں دنیاؤں کو ایک ساتھہ عبور کر لیتے تھے - ابن خردازبہ لکھتا ھے کہ "یہہ عربی، فارسی، لاطینی، فرنگی، اسپینی، اور سلاوی زبانیں بولتے ھیں - یہہ پورب سے پچھم اور پچھم سے پورب، خشکی اور تری میں دوڑتے پھرتے ھیں - یہہ لونڈی، غلام، دیبا، ریشم کے کپڑے، سمور، پوستین اور تلوار بیچتے ھیں - یہہ فرنگستان سے سوار ھوکر بحر روم کے مصري ساحل پر آتے ھیں - وھاں خشکی پر اتر کر تجارت کے سامان کو جانوروں کي پیٹھوں پر لاد کر قلزم (ریڈ سی) لاتے ھیں - یہاں پھر جہاز پر بیٹھکر جدہ آتے ھیں، اور یہاں سے سندھ ھندوستان اور چین جاتے ھیں - اور وھاں سے پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے ھیں - دوسرا راستہ یہ اختیار کرتے ھیں کہ یورپ سے چل کر بحر روم سے نکل کر انطاکیہ (شام) آتے ھیں اور پھر خشکی کی راہ یہاں سے جابیہ (عراق)

---

(۱) نخبۃالدھر فی عجائب البر و البحر صوفی دمشقی صفحہ ۱۳۶ -

چلے جاتے ہیں اور وہاں سے نہر فرات میں سوار ہوکر بغداد آتے ہیں - پھر جہاز میں سوار ہوکر دجلہ کی راہ سے ابلہ پہنچتے ہیں اور یہاں سے عمان، سندھ ہندوستان اور چین چلے جاتے ہیں" - (۱)

روسی تاجر

یہودیوں کے علاوہ ابن خردازبہ نے روسی تاجروں کا ذکر کیا ہے جو تری اور خشکی دونوں میں سفر کرتے ہیں اور عیسائی ہونے کا دعوی کرتے ہیں (روسی دسویں صدی عیسوی میں عیسائی ہوئے ہیں) - ابن خردازبہ کا بیان ہے کہ یہہ لوگ سلاوی (صقالیہ) نسل کے ہیں - یہہ سلاویا سے نکل کر بحر روم میں سوار ہوتے ہیں - قیصر روم ان سے دسواں حصہ (عشر) لیتا ہے - یہاں سے وہ بحر جرجان (کیسپین سی) کے کسی ساحل پر آکر اترتے ہیں - وہاں سے خشکی کی راہ اونٹوں پر بغداد آتے ہیں اور یہاں عیسائی بن کر جزیہ ادا کرتے ہیں -

یہہ پورا راستہ کبھی خشکی سے بھی طے کرتے ہیں - وہ اسپین یا فرانس سے سوس الاقصی (شمالی افریقہ) آتے ہیں، وہاں سے طنجہ، وہاں سے الجزائر، تیونس اور طرابلس ہوکر مصر، مصر سے رملہ (شام) ہوکر دمشق، دمشق سے کوفہ، پھر بغداد، پھر بصرہ، پھر اہواز،

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ (لیڈن) -

پھر فارس ، پھر کرمان ، پھر (بلوچستان ہوکر) سندھ ، پھر ہندوستان ، پھر چین - (۱)

خراسان سے ہندوستان کا کاروان

مسعودی جو ہندوستان سنہ ۳۰۵ ھ کے قریب آیا تھا اور بلخ و خراسان سے بھی گزرا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ "خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ بھی ہے اور ہندوستان کا ملک خراسان سے مل جاتا ہے - اور سندھ سے ایک طرف ملتان پر اور دوسری جانب منصورہ پر ملتان ہے ، اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور اسی طرح ہندوستان کو برابر آتے جاتے رہتے ہیں - جہاں یہہ ملک زابلستان (افغانستان) سے مل جاتا ہے" (۲) - ابن حوقل جو محمود غزنوی سے ۵۰ برس پہلے تھا کہتا ہے کہ "کابل ا اور غزنین ہندوستان کی تجارت کی نکاسی کی جگہ ہیں" - (۳) اسیوان جس کو عرب عسیفان کہتے ہیں پنجاب میں ایک ہندو ریاست تھی ، وہاں بھی مسلمان تاجر تھے" - (۴)

ہندوستان کے بحری سفر کا زمانہ

مسعودی نے بحر ہند کے اتار چڑھاؤ اور تلاطم اور سکون کے زمانے مقرر کئے ہیں اور اس حساب سے جہازات کی

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ -

(۲) مروج الذہب مسعودی -

(۳) ابن حوقل ص ۳۲۸ (یورپ)

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

روانگی کے مہینے قرار دئے ہیں - لکھا ہے کہ " ہمارے یہاں (شاید بغداد) اور ہندوستان میں موسموں کا فرق ہے - ہمارے یہاں سے گرمی میں لوگ ہندوستان سردی گزارنے جاتے ہیں ، کہ جون (تیر ماہ) کے مہینے میں ہندوستان جہاز کم جاتے ہیں ، اور جو جاتے ہیں ، وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ سامان نہیں لادا جاتا ، اور ان جہازوں کو تیر ماہی (جون والے) جہاز کہتے ہیں " - (۱)

ابوزید سیرافی کا بیان ہے کہ برسات کے زمانہ میں جہازات نہیں چلتے ، ہندوستان والے اس زمانہ میں بیٹھکر کھیتی باڑی کرتے ہیں یا کوئی پیشہ کرتے ہیں - اسی برسات پر اُن کا گزارا ہے - اس میں چاول پیدا ہوتا ہے جو اُن کی خوراک ہے - (۲)

عربی میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ

عربوں کے ہندوستانی سواحل پر دریائی آمدورفت کا یہہ اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھہ گئے - ان میں سے ایک لفظ " بارجہ " ہے - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ اصل میں ہندی لفظ " بیڑہ " ہے جس کو عرب بارجہ

---

(۱) مروج الذہب مسعودی

(۲) سفرنامہ ابوزید سیرافی صفحہ ۱۲۶ -

کہتے ہیں ، (ہ عربی میں ج سے بدل جاتی ہے) اور اس کی جمع "بوارج" آتی ہے - اور چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اسلئے بعد کو "بوارج" ہندوستانی بحری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (۱) جس طرح بحر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو "قرصان" کہتے ہیں - اوز آج کل کی عربی زبان میں بارجہ جنگی جہازوں کے بیڑہ کو کہتے ہیں -

دوسرا لفظ "دونیج" ہے جس کی جمع "دوانیج" آتی ہے (۲) - یہہ ہندی "ڈونگی" کی عربی شکل ہے - تیسرا لفظ "هوري" اب بھی بمبئی والے هوڑی بولتے ہیں -

تین لفظ اور ہندوستان یا ہندوستانی جزیروں کی پیداوار ہیں جن کی اصلیت ٹھیک نہیں معلوم - "بلیج" جہاز کی چھت کو کہتے ہیں - "جوش" کشتی کے رسے کو اور "کنبر" ناریل کی چھال کی رسی کو جو جہازوں کے باندھنے اور تختوں کے سینے میں کام آتی تھی - یہہ الفاظ ہندی الاصل ہیں (۳) - ایک لفظ ایسا ہے جو اس زمانہ کی مشرقی بین الاقوامی بحری تجارت کی مختصر تاریخ ہے - یہہ لفظ عربی میں ناخوذہ ہے ، اور اس کی جمع نواخذہ ہے -

---

(۱) کتاب الهند بیرونی ص ۱۰۲ (لندن) عجائب الهند بزرگ ص ۱۱۴ (پیرس) -

(۲) یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الهند بزرگ ص ۶۹ مطابع بریل لیڈن -

(۳) دیکھو سواء السبیل فی المولد والدخیل ڈاکٹر آرنلڈ -

لیکن ہندوستان اُس کی فارسی شکل سے زیادہ واقف ہے ' یعنی ناخدا - یہہ اصل میں ناؤخدا ہے ' ناؤ ہندی ہے ' خدا مالک کے معنی میں فارسی ہے - حافظ کہتے ہیں : ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست -

ہندوستانی پیداوار اور بیوپار

یہ عرب سوداگر ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں سے اپنے ملک کو کیا لے جاتے تھے اس کا سرسری اندازہ اُس بیان سے ہوگا جو سنہ ۱۴ ھ میں ایک عرب سیاح نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ "ہندوستان کا دریا موتی ' اُس کا پہاڑ یاقوت ' اور اُس کا درخت عطر ہے" - اس سے معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اہل عرب ہندوستان سے موتی ' جواہرات اور خوشبو کی چیزیں لے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی میں ایک عرب سیاح اس کا سبب بیان کرتا ہے کہ سیراف کے جہاز بحر احمر ہوکر مصر کیوں نہیں جاتے اور جدہ سے لوت کر ہندوستان کیوں چلے جاتے ہیں ؟ کہتا ہے "اس لئے کہ وہ چین اور ہندوستان کے سمندر کی طرح جس کے پانی میں موتی اور عنبر ہوتا ہے اور جس کے پہاڑوں میں جواہرات اور سونے کی کانیں ہیں اور جس کے جانوروں کے منہہ میں ہاتھی دانت ہیں ' اور جس کی پیداوار میں آبنوس ' بید ' عود ' کافور ' لونگ ' جوزبوا (جاےپھل) بکم ' صندل ' اور ہر قسم کی خوشبو کی چیزیں ہوتی ہیں اور جس کے پرندوں میں طوطا اور مور ہیں اور جس کی

غلط ✗

زمین کا فضلہ مشک اور زباد (ایک جانور کا خوشبودار پسینہ) ہے" - (۱)

ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) جو آٹھویں صدی عیسوی کے کچھ بعد تھا، وہ ہندوستان کی اُن پیداواروں اور بیوپاروں کی جو عرب اور عراق جاتی تھیں، یہ فہرست دیتا ہے: خوشبو لکڑیاں، صندل، کافور، لونگ، جوزبوا (جاے پھل)، کباب چینی، ناریل، اور سن کے کپڑے، اور روئی کے مخملی کپڑے اور ہاتھی، اور سراندیپ سے ہر قسم کے یاقوت، موتی، بلور، اور سنباذج جس سے جواہرات درست کئے جاتے ہیں، اور ملیبار سے سیاہ مرچ اور گجرات سے سیسہ، اور دکھن سے بکم اور واذی اور سندھ سے کت (ایک دوا)، اور بانس اور بید - (۲)

مسعودی (سنہ ۳۰۳ ھ) اور بشاری (سنہ ۳۷۰ ھ) دونوں نے کھمبایت (کاٹھیاواڑ) کے جوتوں کی تعریف کی ہے، جو یہاں سے بن کر باہر جاتے تھے (۳) - تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا یہیں بنتے تھے یا اندر ملک سے آتے تھے، مگر اسی بندرگاہ سے باہر جاتے تھے - بہر حال اُن کو تھانہ کے کپڑے کہتے تھے - (۴)

---

(۱) ابوزید سیرافی ص ۱۳۵ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع -

(۲) کتاب المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۷۱ (لیڈن) -

(۳) مروج الذہب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۵۳ پیرس، و احسن التقاسیم بشاری (لیڈن) صفحہ ۴۸۲ -

(۴) تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۰۹ -

مسعر بن مہلہل جو سنہ ۳۳۱ ھ میں ہندوستان ایا تھا اور جنوبی ہندوستان کی اس نے سیر کی تھی وہ کولم (واقع تراونکور مدراس) کے حال میں لکھتا ہے : "یہیں وہ مٹی کے برتن (غضائر) (۱) تیار ہوتے ہیں جو ہمارے ملک میں چینی کرکے بکتے ہیں، لیکن در اصل وہ چینی نہیں ہیں کیونکہ چین کی مٹی کولم کی مٹی سے سخت ہوتی ہے، اور آگ پر زیادہ دیر ٹھہر سکتی ہے - کولم کی مٹی (غضائر) کا رنگ میلا ہوتا ہے اور چینی مٹی کا سفید اور دوسرے رنگ - یہاں ساگون کی لکڑی اتنی لمبی ہوتی ہے کہ کبھی ۱۰۰ ہاتھہ تک پہنچ جاتی ہے - نیز بقم (بکم) بید، نیزہ کی لکڑی بھی وہاں بہت ہے، اور ریوندچینی، تیزپات جو نہایت کمیاب ہے اور جو آنکھوں کی بیماری میں بہت مفید ہے، اور یہیں سے عود، کافور اور لوبان بھی تاجر لے جاتے ہیں - (۲)

ہندوستان سے ایک قسم کا زہر بھی باہر جاتا تھا جس کا نام قزوینی نے "بیش" لکھا ہے - یہ "بس" کی خرابی ہے جو ہندی میں زہر کو کہتے ہیں - (۳)

---

(۱) غضائر کا واحد غضارہ ہے، اس کے معنی خوشبو مٹی کے ہیں، مگر غالباً بعد کو یہہ چینی کے برتنوں کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - (دیکھو معجم‌البلدان یاقوت ج ۸ ص ۳۴۸ لفظ نہروان -

(۲) آثارالبلاد قزوینی ص ۷۰، گوتنجن (سنہ ۱۸۴۸ ع) -

(۳) ایضاً ص ۸۵ -

الائچی

الائچی جس قدر مفرح اور دل پسند چیز ہے، اُسی قدر اس کی لغوی اصلیت بھی دلچسپ ہے - کارومنڈل اور ملیبار کے بیچ میں ایک راس کا نام راس ہیلی ہے (۱) - الائچی کا مخزن یہی ہے - خیال یہہ ہے کہ سنسکرت میں اس کو ایل اور فارسی میں اس کو جو ہیل کہتے ہیں، وہ نام اسی راس، ہیلی سے لیا گیا ہے - اُسی ایل سے اردو میں ایلائچی (الائچی) کہتے ہیں جس طرح عود کا نام جو منڈل (کارو منڈل) سے جاتا تھا، عربوں میں مندل ہو گیا - (۲)

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعودی کہتا ہے کہ "دیپ (مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ جزائر ہند) سے ناریل اور یہیں سے بقم (بکم) کی لکڑی، بید، اور سونا تاجر لے جاتے ہیں" (۳) - مہراج کے جزیروں کی دولت اس طرح وہ بیان کرتا ہے کہ "ان جزیروں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں - یہیں سے کافور، عود، لونگ، جائےپھل، کباب‌چینی، جاوتری، بڑی الائچی، وغیرہ لے جاتے ہیں" (۴) - اور بعض ان جزیروں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر بیٹھکر جو صرف ایک لکڑی کو کھود کر بنا لیتے ہیں ناریل، گنے، کیلے، اور ناریل کا

---

(۱) ابن بطوطہ ج دوم، و تقویم‌البلدان ابوالفدا ص ۳۵۴ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی (گوٹنجن) صفحہ ۸۲ -

(۳) مروج‌الذہب باب ۱۶ -

(۴) ایضاً -

پانی لے کر آتے ہیں اور لوہا تبادلہ میں لیتے ہیں - (۱)

ابن الفقیہ ہمدانی (سنہ ۳۳۰ ھ) میں لکھتا ہے کہ "ہندوستان اوو سندھ کو اللہ تعالے نے یہ خصوصیت دی ہے کہ وہاں ہر قسم کی خوشبو ، جواہرات جیسے یاقوت اور الماس وغیرہ ، اور گینڈا اور ہاتھی اور مور اور عود ، عنبر ، لونگ ، سنبل ، خولنجان ، دار چینی ، ناریل ، ہڑ ، توتیا ، بکم ، بید ، صندل ، ساگون کی لکڑی ، اور سیاہ مرچ ، پیدا ہوتی ہے - (۲)

لغت عربی کی قدیم شہادت

اس بات کے جاننے کے لئے کہ ہندوستان سے اہل عرب کیا کیا چیزیں اپنے وطن لے جاتے تھے خود عربی زبان کی لغت میں بعض ذرائع موجرد ہیں - عرب میں ہندوستاں کی بنی ہوئی تلواریں مشہور تھیں - اسی لئے تلوار کا نام ہندی ، ہندوانی ، مہند ، عام طور سے عربی میں مستعمل ہیں - حسب ذیل الفاظ عربی میں ہندی الاصل ہیں جو اپنی اصلیت اور وطن کا خود پتہ دیتے ہیں - یہ زیادہ تر مسالوں اور خوشبوؤں اور دواؤں سے متعلق ہیں - ہم نے کوشش کی ہے کہ اُن کی اصل ہندی

---

(۱) سلیمان تاجر ص ۱۸ -

(۲) کتاب البلدان ابن الفقیہ الہمدانی ص ۲۵۱ (لیڈن) -

شکل و صورت کا پتا لگایا جائے تاکہ آج اُن کے اہل وطن اُن کو اپنے گھر کے عزیزوں کی طرح پہچان سکیں -

عربی نام	ہندی	اردو
صندل	چندن	صندل
مسک	موشکا	مشک
تنبول	تامبول	پان (تنبول)
کافور	کپور	کافور
قرنفل	کنک پھل	لونگ
فلفل	پپلی ، پپلا ،	گول مرچ (اسی سے غالباً انگریزی لفظ پیپر بھی ہے -
فوفل	کوبل	سپاری ، ڈلی ،
زنجبیل	زرنجابیرا	سونٹھ ، ادرک
نیلوفر	نیلو پھل	نیلوفر
ہیل	ایل	ایلائچی (الائچی)

(دوائیں)

جائفل	جاے پھل	جاےپھل
اطریفل	تری پھل	اطریفل
شخیرہ	شکھر	توتیا
بلیلج	بہیڑا	بہیڑا
ہلیلج	ہرہ	ہلیلہ
بلادر	بھلاتکہ	بھلاوہ

عود هندي ، قسط هندی (کٹ) ، ساذج هندی (تیزپات) ، قرطم هندی ، اور تمر هندی (هندوستاني کهجور) یعني املی ، یهه خود اپني نسبت اپنے ساتهه رکهتي هے - عود چونکه کارومنڈل سے جاتی تهی اسلئے عربوں نے اُس کا نام هي مندل رکهه دیا - (۱)

(کپڑوں کے اقسام)

عربی	هندی	
قرفس	کرپاس	ململ
شیت	چهینٹ	
فوطه	پٹ لنگي وال رومال	

(رنگ)

نیلبج	نیل
قرمز	کرمبج

(پهل)

موز	موشه	کیلا
نارجیل	ناریل	
انبج	آم	

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۲ گوٹنجن سنه ۱۸۴۸ع -

عربی	هندی
لیمون	لیمو (اسی سے انگریزی لیمن هے)

یهه الفاظ اپنی زبان حال سے خود ظاهر کر رهے هیں که کس دیس میں وہ پیدا هوئے تھے اور کهاں جاکر یهه نیا رنگ و روپ پیدا کیا -

قرآن پاک میں تین هندی لفظ -

اس مسئله میں اچھا خاصه علماء میں اختلاف رها هے که قرآن پاک میں کسی غیر زبان کا لفظ هے یا نهیں ؟ لیکن فیصله یهی هوا که غیر زبان کے ایسے الفاظ موجود هیں جو عربوں کی زبان میں آکر مستعمل هو گئے تھے اور وہ اپنی پهلی صورت بدل کر عربی زبان کے لفظ بن گئے - حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے قرآن پاک کے اس قسم کے لفظ جمع کئے هیں - هم هندیوں کو بھی فخر هے که همارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب هیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگه پا سکے - پهلے علماء نے جن الفاظ کا هندی هونا ظاهر کیا تھا وہ تو لغو و بےبنیاد تھے - مثلاً ،، ابلعی ،، کی نسبت یهه کهنا که هندی میں اس کے معنے ،، پینے ،، کے هیں یا ،، طوبیٰ ،، کو هندی کهنا ، جیسا سعید بن جبیر سے روایت هے (۱) ، بےبنیاد هے - مگر اس میں شک نهیں

(۱) دیکھو الاتقان فی علوم القران نوع ۳۸ -

کہ جنت کی تعریف میں اس جنت‌نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ھے یعنی مسک ، (مشک) ، زنجبیل (سونٹھہ یا ادرک) اور کافور (کپور) -

تورات کی شہادت

عربوں کی ھندوستانی تجارت کی قدامت پر

اوپر کے بیانات اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھکر تورات کے ان مختلف حوالوں پر غور کرو - مسیح سے دو ھزار برس پہلے جو عرب تاجر بارھا مصر کو جاتے دکھائی دئے ھیں اُن کا سامان یہہ تھا - بلسان ، صنوبر ، اور دوسری خوشبودار چیزیں (۱) - یمن کی ملکہ حضرت سلیمان کے لئے جو تحفہ سنہ ۹۵۰ ق م میں شام لائی تھی وہ بھی "خوشبو کی چیزیں ، بہت سا سونا ، اور بیش‌قیمت جواھر" (۲) - حزقیال نبی (سنہ ۵۲۸ ق م) کے زمانہ میں اوزال (یمن) سے فولاد ، تیزپات ، اور مسالہ ، عرب ھی ملک شام کو لے جاتے تھے - حزقیال نبی کہتے ھیں کہ "اوزال (یمن) سے تبرے بازار میں آبدار فولاد ، تیزپات ، اور مسالہ بیچنے آتے ھیں" (۳) - یہہ اچھی طرح معلوم ھے کہ لوبان اور قسم قسم کے خوشبو پھول

---

(۱) پیدایش ۳۷ : ۲۶ -

(۲) دوم ایام ۹ : ۹ -

(۳) حزقیال ۲۷ : ۱۹ -

خود یمن میں پیدا ہوتے تھے مگر آبدار فولاد (تلوار) ، تیزپات ، اور مسالوں کا ملک ہندوستان ہی تھا ، اور تلوار ، تیزپات اور مسالوں کا ملک وہی آج بھی ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ہندوستان کے تجارتی تعلقات مسیح سے کم از کم دو ہزار برس پہلے سے ہیں -

ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار عرب سیاحوں کی نظر میں

ہندوستانی پھلوں میں سب سے پہلی چیز ان کی نظر میں ناریل ہے - نویں صدی عیسوی کا عرب سیاح ابوزید کہتا ہے کہ " عمان کے عرب یہہ کرتے ہیں کہ وہ ان مقامات میں جہاں ناریل ہوتے ہیں بڑھئیوں کے اوزار لے کر چلے جاتے ہیں - پہلے وہ ناریل کا درخت کاٹ کر سوکھنے کو چھوڑ دیتے ہیں ، جب وہ سوکھہ جاتا ہے تو اس کے تختے کاٹ ڈالتے ہیں ، اور ناریل کی چھال کو بٹ کر رسی تیار کرتے ہیں ، اور اسی سے تختوں کو سی کر کشتی تیار کرتے ہیں اور اسی کا مستول بناتے ہیں ، اور اس کے جھونجھے کو بن کر پال تیار کرتے ہیں - جب یہہ جہاز بن کر تیار ہو چکتے ہیں ، تو پھر اُن میں ناریل بھرتے ہیں ، اور ان کو بھر کر عمان لاتے ہیں ، اور بڑی دولت حاصل کرتے ہیں - " (۱)

(۱) ابوزید ص ۱۳۱ -

ناریل کے بعد وہ لیموں اور آم کے نام بہت تعجب سے لیتے ھیں - ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھہ کے ذکر میں کہتا ھے "اُن کے ملک میں سیب کے برابر ایک پھل ھوتا ھے جس کو "لیموں" کہتے ھیں جو بہت کھٹا ھوتا ھے، اور ایک اور میوہ اُن کے یہاں ھوتا ھے جو شفتالو کی طرح ھوتا ھے، اُس کا نام "انبج" یعنی آم ھے، جس کا مزہ بھی شفتالو کے قریب ھوتا ھے -" (۱)

آم کے ھندی عاشق ذرا آم کی یہ عربی قدردانی ملاحظہ فرمائیں -

مسعودی کا بیان ھے کہ "نارنگی اور لیموں بھی ھندوستان کی خاص چیزیں ھیں - یہہ عرب میں تیسری صدی ھجری میں ھندوستان سے لائے گئے، اور پہلے عمان میں، پھر وھاں سے عراق و شام تک پہنچے، یہاں تک کہ وہ شام کے ساحلی شہروں اور مصر میں گھر گھر پھیل گئے" - مگر اُن میں مسعودی کہتا ھے کہ "وہ ھندوستان کا مزہ نہیں -" (۲)

ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھہ اور گجرات کی پیداوار اور بیوپار کا یہہ حال بیان کرتا ھے :

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۲۸ -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۳۸ یورپ -

منصورہ ، جس کا پرانا نام برھمن آباد ھے - یہاں لیموں اور آم ھیں اور گنے بھی ھیں ، نرخ سستے ھیں سرسبزی ھے -

آلور ، بڑائی میں ملتان کے برابر ھے ، شہر پناہ ھے ، دریائے سندھ کے کنارے ھے ، نہایت سرسبز و شاداب اور بڑے بیوپار کی جگہ ھے -

کراچی دیبل ، دریائے سندھ کے پورب سمندر پر ھے - یہہ بہت بڑی منڈی ھے ، اور مختلف قسم کی یہاں تجارتیں ھیں ، یہہ اس ملک کا بندرگاہ ھے ، غلے بھی ھیں ، یہاں کی آبادی صرف تجارت اور بیوپار کی وجہ سے ھے -

کامہل - کامہل سے مکران تک بودھوں اور میدیوں کا ملک ھے - یہاں دو کوھان والے اونٹ ھوتے ھیں جن کی خراسان اور فارس میں نسل لینے کے لئے بڑی قدر ھے -

قندابیل - یہہ بودھوں کا تجارتی شہر ھے ، مکانات چھپروں اور جھونپڑیوں کے ھیں -

جیمور اور کھنبایت (گجرات و کاتھیاواڑ) - یہاں زیادہ تر چاول ھے ، اور شہد بھی بہت ھے -

کلوان - یہاں غلوں کی کثرت ھے ، پھل کم ھیں ، جانور اور مویشی زیادہ ھیں -

کیزکانان (قزدار کا پایہ‌تخت) - ارزانی ھے - یہاں انگور اور انار اور سرد میوے ھیں ، کھجوریں نہیں ھیں -

قنجپور - مکران کا سب سے بڑا شہر ہے - یہاں گنے، چھوہارے اور فانیذ (ایک قسم کا حلوا) بنتا ہے جو یہاں سے تمام دنیا میں جاتا ہے -

قندابیل - یہہ ہندوستان کے غلوں کی بڑی منڈی ہے -

اس کے بعد بشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ ھ) کا بیان نہایت مفصل ہے - وہ ایک ایک شہر کا حال بیان کرتا ہے -

ویہند - یہہ منصورہ سے بڑا شہر ہے، نہایت پاک و صاف شہر ہے، نہایت اچھے پھل، بڑے بڑے درخت، ارزاں نرخ، شہد ایک درہم کا تین من (عربی میں من بہت چھوٹا ہوتا تھا)، روٹی اور دودھ کی ارزانی کا حال مت پوچھو، اخروٹ اور بادام کے درخت بکثرت ہیں -

قنوج (ملتان کے پاس) - بڑا شہر ہے، شہر پناہ ہے، یہاں گوشت بہت سستا ہے - باغ بکثرت ہیں، منڈی بہت نفع‌بخش ہے، کیلے یہاں سستے ہیں مگر گیہوں بہت کم ہے - اُن کی غذا زیادہ چاول ہے -

ملتان - منصورہ کے برابر ہے - وہاں سے زیادہ یہاں پھل نہیں، لیکن ارزانی وہاں سے زیادہ ہے - روٹی ایک درہم میں ۳۰ من، فانیذ حلوا ایک درہم کا ۳ من، تجارت میں یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے، یہاں کی تجارت کا حال بہت اچھا ہے -

طوران سے فانیذ حلوا ، سندان سے چاول اور کپڑے جاتے ہیں - اور پورے سندھ میں فرش فروش بہت اچھے تیار ہوتے ہیں ، باریک کپڑے اور ناریل ، اور منصورہ سے کھنبایت کے بنے ہوئے جوتے ، اور سندھ سے ہاتھی اور ہاتھی دانت اور بیش قیمت چیزیں اور عمدہ دوائیں باہر جاتی ہیں - اور یہاں کی خاص پیداوار دو پھل ہیں - ایک کا نام لیموں ہے ، اور دوسرے کا آم ، جو بہت لذیذ ہوتا ہے - مشرق اور فارس میں جو عمدہ بلخی اونٹ ہوتے ہیں - وہ سندھی ہی اونٹوں سے نسل لے کر تیار کئے جاتے ہیں ، اور یہہ سندھی اونٹ جن کو پالہ (فالج) کہتے ہیں اُن کے دو کوہان ہوتے ہیں اور وہ اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں صرف بادشاہ ہی کی سواری میں وہ کام آتے ہیں - اسی طرح کھنبایت کے جوتوں کی بھی قدر ہے - (۱)

مسعودی نے ہندوستان کے مور کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ” گو ہندوستان سے لے جاکر عراق وغیرہ میں اُن کی نسل لے جائی گئی اور تیار کی گئی مگر وہ ہندوستان کا قد و قامت اور رنگ و روپ اُن میں نہیں “ - (۲)

---

(۱) احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم ، بشاري مقدسي ص ۴۷۴—۴۸۲ (لیڈن) -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۳۸ (لیڈن) -

هندوستان کے باریک کپڑوں کی تعریف همیشه سے هے ، اور هر قوم کے بیانات سے اس کا ثبوت ملتا هے که یہاں نہایت باریک کپڑے بنے جاتے تھے - کہا جاتا هے که مصری ممی جن باریک کپڑوں میں لپٹی هوئی ملتی هے وہ هندوستان هی کي ساخت کے هیں - بہر حال یہه تو قیاس هے مگر آتھویں صدی عیسوی کا ایک عرب سیاح سلیمان هندوستان کے ایک مقام کی نسبت لکھتا هے که ”یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے هیں ویسے کہیں نہیں بنے جاتے اور اتنے باریک هوتے هیں که ایک ” پورا کپڑا ، (یا تھان) ایک انگوٹھی میں آجاتا هے - یہه کپڑے سوتی هوتے هیں - اور هم نے وہ کپڑے خود بھی دیکھے هیں“ - (۱)

عرب گینڈے کی سینگه بھی یہاں سے چین لے جاتے تھے - اُس میں تصویریں بن جاتی تھیں - اُس کی پیٹی بنتی تھی جو اس قدر بیش قیمت هوتی تھي که ایک ایک کی قیمت چین میں دو دو تین تین هزار اشرفی هوتی تھی - (۲)

ایک جانور جس کے پسینه سے خوشبو نکالتے تھے اس کو عرب تاجر هندوستان سے مراکش تک لے جاتے

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر صفحہ ۳۰ (پیرس) -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۱ -

تھے (۱) - کالا نمک بھی ہندوستان سے باہر جاتا تھا - (۲)

پان (تنبول) کا مفصل بیان عربوں میں مسعودی نے کیا ہے جو تقریباً آج سے نو سو برس پہلے کا بیان ہے - کہتا ہے "پان (تنبول) ایک قسم کا پتہ ہوتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے - اس کو چونا اور ڈلی ملا کر جب کھاتے ہیں تو انار کے دانوں کی طرح دانت لال ہو جاتے ہیں اور منھہ خوشبو ہو جاتا ہے اور قلب میں فرحت ہوتی ہے اور اہل ہند سپید دانت اور جو پان نہیں کھاتا اس کو ناپسند کرتے ہیں" - خیر پان کا بیان تو یہاں ضمنی ہے ، اُس زمانہ میں پان جیسی نازک چیز عرب نہیں پہنچ سکتی تھی ، مگر ڈلی برابر پہنچتی تھی - سنہ ۳۰۵ ھ میں مسعودی کہتا ہے کہ "اب آج کل یمن اور حجاز میں مکہ میں لوگ ڈلی بڑی کثرت سے کھانے لگے ہیں" (۳) - اب آج ہمارے زمانہ میں تو پان عدن تک سرسبز و شاداب اور مکہ میں سوکھے کثرت سے پہنچنے لگے ہیں - یہ ہندوستانیوں کی وضعداری کی برکت ہے - بہر حال ڈلی ہندوستان سے عرب اُسی زمانہ سے جا رہی ہے - عود عرب میں راس کماری کا

---

(۱) تحفۃ الاحباب ابو حامد غرناطی صفحہ ۴۹ (پیرس) -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی صفحہ ۲۵۹ (لیڈن) -

(۳) مروج الذہب ج ۲ ص ۸۴ (پیرس) -

مشہور تھا ' اور یہیں سے جاتا تھا ' (۱) اور چونکہ وہ راس‌کماري کو قمار کہتے تھے اس لئے عود قماري اُن کے هاں مشہور تھا - مشک تبت سے لاتے تھے ' (۲) الماس کشمیر کے پہاڑ سے آتا تھا - (۳)

هندوستان کی بحری در آمد

یهه چیزیں تو خیر هندوستان سے باهر جاتی تهیں ' مگر ان کے بدلے اهل عرب هندوستان‌والوں کو لاکر دیتے تھے - جزائر والے تو اپنی ضرورت کی چیزیں لیتے تھے ' جیسے کپڑے - بعض جزیروں کے متعلق عربوں نے لکھا هے کہ وهاں لوگ ننگے رهتے هیں ' وہ کپڑے نہیں لیتے ' لوها لیتے هیں - (۴)

تیسری صدی هجری میں (نویں صدي عیسوی میں) سندهه کے طلائی سکوں کی هندوستان میں مانگ رهتی تهی - وهاں کی ایک اشرفی یہاں تین تین اشرفی کو بکتی تهی - مصر سے زمرد کی انگوٹهی بن کر یہاں آتی تهی جو تکلف کے ساتهه ڈبیوں میں رکهی هوتی تهی - مرجان اور ایک اور معمولی پتهر کی جس کا نام دهنج

---

(۱) سفر نامہ سلیمان و ابوزید صفحه ۹۳ و ۱۳۰ -

(۲) ایضاً صفحه ۱۱۱ -

(۳) عجائب‌الهند بزرگ صفحه ۱۲۸ (پیرس) -

(۴) سفر نامہ سلیمان و ابوزید ص ۹ -

تھا یہاں مانگ تھی (۱) - شراب بھی مصر سے یہاں آتی تھی (۲) ، اور روم سے ریشمی کپڑے اور سمور اور پوستین اور تلواریں آتی تھیں (۳) ، فارس سے گلاب کا عرق جو مشہور تھا ہندوستان آتا تھا (۴) - بصرہ سے دیبل (سندھ) کی بندرگاہ میں کھجوریں آتی تھیں (۵) ، کارومنڈل میں عرب سے گھوڑے آتے تھے - (۶)

کیا اہل ہند بھی جہازراں تھے ؟

ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندؤں کا نام نہیں آتا ، اور نہ ہندؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا ہے - یونانیوں سے لے کر عربوں تک کی تاریخ جغرافیے اور سفرنامے اس سے خالی ہیں اور ہر جگہ ہندوستان کے بحری تاجروں کی حیثیت سے یونانیوں ، رومیوں اور عربوں ہی کے نام آتے ہیں یہاں تک کہ مارکوپولو کے سفرنامہ میں بھی عربوں ہی کے نام ہیں ،

(۱) سفرنامۂ سلیمان و ابوزید ص ۱۴۵ -

(۲) ابن حوقل ص ۲۳۱ -

(۳) ابن خردازبہ ص 153 (لیڈن) -

(۴) ابن حوقل ص ۲۱۳ -

(۵) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۶) ایضاً ص ۳۵۵ -

اور اسی بنا پر الفنسٹن صاحب وغیرہ نے یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دریائے سندھہ اور گنگا میں کشتی اور ڈونگی اور سمندر کے کنارے کنارے ایک بندر سے دوسرے بندر تک جانے کے سوا ہندوؤں نے سمندر کو پار کرنے کی ہمت نہیں کی یہاں تک کہ سکندر کے زمانہ میں بھی دریائے سندھہ میں یونانیوں کو نہ تو جہاز ملے اور نہ جہاز چلانے والے - ہاں ' چھوٹی چھوٹی ڈونگیوں اور ناؤں پر مچھوے البتہ ان کو ملتے رہے - ہاں ' کارومنڈل کے لوگ بے شک جزائر جاوہ میں جانے کی ہمت کرسکے - (۱)

لیکن ہمیں ان صاحبوں کی اس تحقیق سے اختلاف ہے - ہمارا خیال ہے کہ کل ہندو نہیں لیکن کم از کم سندھہ اور گجرات کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں ' بلکہ منوجی کی شاستر میں ایک ایسا فقرہ ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندوؤں میں کچھہ لوگ ایسے تھے جو سمندر کے سفر سے آگاہ تھے ' وہ فقرہ یہہ ہے (۲) :-

"سمندر کے راستہ میں خیر و عافیت ' ملک ' وقت ' مطلب ' ان چار کے دیکھنے والے جو سود قرار دیں وہ سود لینا - "

(ادھیایہ ۸ : ۱۵۷) -

---

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ہند ' دسواں باب (تجارت) -

(۲) منوشاستر ترجمہ اردو لالہ سوامی دیال نولکشور -

یونانی مؤرخ آرین (Arrian) سکندر کے حال میں بیان کرتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس کو اپنے جہازات خود تیار کرانے پڑے - " مگر ساتھہ ہی یہہ بھی لکھتا ہے کہ "ہندوؤں کی چوتھی ذات میں وہ ہیں جو جہاز بناتے ہیں، چلاتے ہیں، یا کھیتے ہیں، (ملاح) ایسے جو دریاؤں کو پار کرلیتے ہیں - " (۱)

یونانیوں کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر احمر کے دہانہ کے ایک جزیرہ میں جو شاید سقوطرہ ہو، عربوں اور یونانیوں کے ساتھہ کچھہ ہندوؤں کی بھی آبادی تھی - (۲)

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ مالدیپ، لنکا، جاوا اور دوسرے ملائی جزیروں کا اچھا خاصہ حصہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا - اُن کے رسوم اور مذہب بلکہ اُن کی زبان تک ہندو ہونے کو ظاہر کرتی ہے - عرب سیاحوں اور تاجروں نے اسی لئے ان جزیروں کو ہند کا ٹکڑا یقین کیا اور اسی حیثیت سے اُن کا ذکر کیا، بلکہ نویں صدی عیسوی کا سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "راس کماری بھی جاوہ کے مہراج نے فتح کرلیا تھا " - (۳)

---

(۱) الفنسٹن جلد اول صفحہ ۱۸۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۸۳ -

(۳) ابوزید صفحہ ۹۷ -

یہہ بات خاص خیال کے قابل ھے کہ عربوں نے جاوہ کے بادشاہ کو ھمیشہ مہراج کہا ھے اور اُن جزیروں کو مہراج کی مملکت بیان کیا ھے -

لیکن اس سے زیادہ یہہ کہ نویں صدی عیسوی میں ابوزید سیرافی اس سلسلہ میں کہ "اھل ھند ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے" کہتا ھے کہ "چنانچہ یہہ ھندو سیراف (عراق کی بندرگاہ) آتے ھیں اور کوئی (عرب) تاجر اُن کی دعوت کرتا ھے، تو وہ کبھی سو اور کبھی سو سے زیادہ ھوتے ھیں مگر ان کے لئے اس کی ضرورت ھوتی ھے کہ ھر ایک کے سامنے علیحدہ ایک طبق رکھا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ھو" (۱) - اس فقرہ سے صاف ظاھر ھے کہ عراق کی بندرگاہ میں بکثرت اور بڑی تعداد میں وہ کم از کم عربوں کے عہد میں آنے جانے لگے تھے - ھندوؤں کا کشمیر زیریں (پنجاب) سے سندھہ تک دریا کا سفر کرتے رھنا اھل عرب نے بھی بیان کیا ھے - (۲)

اس سے زیادہ ایک اور ثبوت ھے کہ بزرگ بن شہریار ناخدا نے اپنی کتاب عجائب الھند میں بیسوں مقامات پر "بانانیہ" یعنی بنیا کے نام سے جہاز کے دوسرے مسافروں کی طرح ھندوستانی بیوپاریوں کا نام لیا ھے،

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۶ -

(۲) عجائب الھند صفحہ ۱۰۴ -

بلکہ ایک جگہ اُس نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ استعمال کئے ھیں یعنی "بانانیہ" اور تاجر" (۱)، جس سے مقصود ھندو بیوپاری اور عرب تاجر ھیں - عرب میں آج تک ھندو بیوپاری اور تاجر "بانیہ" اور جمع کی صورت میں "بانانیہ" ھی کہلاتے ھیں، اور عراق، بحرین، عمان، سودان، مصوع، پورٹ سعید، اور قاھرہ (مصر) میں ان کی آج بھی تجارتیں ھیں - حجاز اور مصر کے سفر میں ان بنیوں سے میری ملاقاتیں ھوئی ھیں -

یھہ روزمرہ کی بازاری عربی زبان اس خوبی سے بولتے ھیں کہ ھمارے یہاں کے اچھے مولوی ان کا منھہ تاکتے رھیں - یھہ لوگ زیادہ تر سندھی، ملتانی اور گجراتی ھوتے ھیں جو خدا جانے کب سے ان ملکوں میں آمد و رفت رکھتے ھیں - چنانچہ سنہ ۳۰۰ ھ میں بھی یھہ لوگ عدن کے پاس عرب جہازوں میں بیٹھے نظر آتے ھیں - (۲)

بحر ھند کے جہازات

ھندوستان کے سمندر میں جو جہازات چلتے تھے اور جو بحر روم میں چلتے تھے ان دونوں میں ایک خاص

---

(۱) عجائب الهند ص ۱۶۵ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۴۷ -

فرق تھا - بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور بحر ہند کے جہازوں کے تختے ڈوری سے سئے جاتے تھے (۱) - یہہ جہاز کتنے بڑے ہوتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان میں دو دو منزلیں ہوتی تھیں ، علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے تھے - پانی پینے اور کھانے کا ذخیرہ ہوتا تھا - مسافروں کے علاوہ سامان تجارت اور اسباب کے گودام ہوتے تھے - جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی اور ملاح اور حفاظت کرنے والے تیرانداز سپاہی خود ایک هزار ہوتے تھے (۲) - بزرگ بن شہریار ناخدا سنہ ۳۰۶ ھ کا ایک قصہ سناتا ہے :-

" سنہ ۳۰۶ ھ میں سیراف سے ایک جہاز پر میں ہندوستان چلا ، ہمارے ساتھہ عبداللہ بن جنید کا جہاز اور سیاح کا جہاز بھی تھا - اور یہہ تینوں جہاز بہت بڑے تھے ، اور سمندر کے ممتاز جہازوں میں تھے ، اور ان کے ناخدا اور ملاح بہت مشہور تھے - اور ان تینوں جہازوں میں تاجر ، ملاح ، بنیا وغیرہ ملاکر بارہ سو آدمی تھے اور ان میں مال و اسباب اس کثرت سے تھا جس کا

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ -

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (سفر چین) -

اندازہ نہیں جب گیارہ دن کے بعد تھانہ
(بمبئی) کے نشانات ملے" - (۱)

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہہ جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے
کہ سامان و اسباب اور خلاصیوں اور ملاحوں کے علاوہ چار سو
آدمی آرام کے ساتھہ سفر کر سکیں - چین جانے والے جہاز
اتنے بڑے ہوتے تھے کہ اُن میں صرف جہاز کے تعلق کے ایک ہزار
آدمی ہوتے تھے - چھہ سو جہاز چلانے کے لئے اور چار سو
تیرانداز اور نفطہ پھینکنے والے سپاہی ' باقی مسافروں کا اندازہ
کر لیجئے - ہر بڑے جہاز پر تین چھوتی کشتیاں وقت
بے وقت کے اتفاقات کے لئے ہوتی تھیں - (۲)

بحری تجارت کی دولت

بحر ہند کی تجارت سے ہندوستان اور عرب دونوں
کو جو فائدے پہنچے تھے ان کا اندازہ بعض واقعات سے
ہوتا ہے - ولبھہ رائے کا پایہ تخت مہانگر "سونے کا شہر"
کہلاتا تھا - مہراج کا پایہ تخت (جزیرہ جاوہ) کے بازار میں
دکانوں کا شمار نہ تھا ' فقط صرافی کی دکانیں اس بازار
میں ۸۰۰ تھیں (۳) - عمان میں موتیوں کا ایک تاجر تھا '

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ و ۱۴۷ -

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (کالی کٹ کا بیان) -

(۳) عجائب الہند ص ۱۳۷ -

اس نے ایک دفعہ دو نادر روزگار موتی پائے جن کی قیمت بغداد کے خلیفہ نے ایک لاکھہ درھم ادا کی (۱) - ایک ناخدا کا بیان ھے کہ "سنہ ۳۱۷ ھ میں کلہ (ھند) سے عمان سامان تجارت لے کر گیا ، ھمارے جہاز پر اتنا مال و اسباب تھا کہ عمان کے حاکم نے ھمارے جہاز سے ٦ لاکھہ دینار ٹیکس لیا - یہہ اُس لاکھہ دینار کے علاوہ جس کو اس نے اپنی مہربانی سے معاف کردیا یا لوگوں نے چوری سے اُس کو چھپا لیا اور ظاھر نہیں کیا (۲) - اسی سال سراندیپ سے ایک اور جہاز آیا جس نے اپنا محصول چھہ لاکھہ ادا کیا (۳) - عمان میں اسحاق نام ایک یہودی تھا جو دلالی کا کام کرتا تھا - وہ ایک اور یہودی سے لڑ کر ھندوستان چلا آیا ، پھر چین چلا گیا اور تیس برس میں اتنی دولت پیدا کی کہ خود جہازوں کا مالک ھوگیا اور آخرکار تیس برس کے بعد سنہ ۳۰۰ ھ میں وہ پھر عمان آیا تو اُس نے عمان کے حاکم کو ایک لاکھہ درھم کی رشوت اس لئے دی کہ اس کا اسباب سرکاری طور سے دیکھا بھالا نہ جائے - اس کے پاس مشک کا ذخیرہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے ایک لاکھہ مثقال (تولہ) مشک صرف ایک سوداگر کے ھاتھہ فروخت کی اور اس کے علاوہ ٦۰ ھزار اشرفی کی مشک دو دوسرے سوداگروں کے ھاتھہ

---

(۱) عجائب‌الھند ص ۱۳٦ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۰ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۵۸ -

بیچی (۱) - ایک اور شخص جو نہایت غربت کی حالت میں عمان سے روانہ ہوا تھا وہ واپس آیا تو پورا جہاز اس کے مال و اسباب سے لدا ہوا تھا جس میں دس لاکھہ اشرفی کی تو مشک تھی اور اسی قیمت کے ریشمی کپڑے اور جواہرات تھے - اس سے محصول ۵ لاکھہ دینار وصول کیا گیا - (۲)

دوسری طرف ان عرب تاجروں سے ہندوستانی سواحل کے راجاؤں کو بھی بڑی آمدنی ہوتی تھی - اسی لئے وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے (۳) - ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں کا سفر کرتے ہوئے جابجا لکھا ہے کہ یہہ ہندو راجہ ان عرب جہازرانوں کو اس لئے ناخوش نہیں ہونے دیتے کہ ان کے ملک کی آمدنی انہیں کی آمد و رفت سے ہے - کالی‌کت اور کارومنڈل کے راجہ اس بحری تجارت کی بدولت لاتعداد دولت کے مالک تھے - کارومنڈل کے ایک راجہ کے مرنے پر اُس کے ایک مسلمان کارکن کو جو سونا اور جواہرات ہاتھہ آئے ان کے اُٹھانے کے لئے سات ہزار بیلوں کی ضرورت تھی (۴) - اسی کارومنڈل کو جب علاؤالدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ایک دفعہ فتح کیا تو اُس کو

---

(۱) عجائب‌الہند صفحہ ۱۰۸ -

(۲) معجم‌البلدان یاقوت لفظ قیس -

(۳) ایضاً لفظ قیس -

(۴) جامع‌التواریخ مندرجۂ الیٹ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ و تاریخ وصاف مندرجۂ الیٹ جلد ۲ صفحہ ۳۲ و ۵۳ -

سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ "چھیانوے ہزار من سونا (۱) اور پانچ سو من موتی (۲) اور جواھرات ملے" موتی اور جواھرات کی قیمت کو چھوڑ کر چھیانوے ہزار من سونا کیا کم چیز ھے؟ علاؤالدین کے زمانہ میں تیرہ چودہ سیر کے قریب من ھوتا تھا یعنی انگریزی حساب سے ۲۸ پونڈ کے برابر - اس لحاظ سے صرف اس سونے کا حساب ۲۶ لاکھہ ۸۸ ہزار پونڈ ھوتا ھے -

کارومنڈل کی تجارت تمام تر عرب، عراق، اور فارس کے سواحل سے تھی - تفصیل آگے آئیگی -

بحر روم سے ھندوستان کا دوسرا بحری
راستہ عربوں نے دریافت کرلیا تھا

اوپر گذر چکا ھے کہ کس طرح پرتگالی جہازرانوں نے بحر روم کو چھوڑکر افریقہ کی پشت پر سے ھندوستان کا راستہ پایا، اور یہہ سمجھا جاتا ھے کہ یہہ دریافت انھیں جہازرانوں کی کوششوں کی ممنون ھے - لیکن یہہ سن کر تعجب ھوگا کہ اس دریافت کی عزت ان سے سیکڑوں برس پہلے ان عرب تاجروں کو حاصل ھے، جو بحر ھند میں اپنا جہاز چلایا کرتے تھے - یہہ معلوم ھو چکا ھے کہ ھندوستانی سمندر اور رومی سمندر کے جہازوں کی ساخت میں کیا فرق تھا - بڑا فرق یہہ تھا کہ

---

(۱) تاریخ ضیابرنی صفحہ ۳۳۳ - مطبوعہ کلکتہ -

(۲) خزائن الفتوح امیر خسرو مطبوعہ علی گڈھہ صفحہ ۱۷۸ -

بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور هندوستانی سمندر کے جہازات مضبوط رسی سے جو کھجور یا ناریل کی چھال سے تیار هوتی تھی ' سی جاتی تھی - سلیمان تاجر جو سنه ۲۳۷ ھ میں تھا جس کا بار بار نام آچکا ھے ' وہ اپنے سفرنامه میں ایک جگهه لکھتا ھے :

" ان باتوں میں جو همارے زمانه میں نئی معلوم هوئیں اور هم سے پہلے لوگوں کو اُن کا علم نه تھا ایک یهه ھے که کسی کو اس کا پہلے وهم و گمان بھی نه تھا که وہ سمندر جس پر هندوستان اور چین واقع هیں وہ کس طرح سے بحر شام (بحر روم یعنی میڈیٹرینین سی) سے ملا هوا ھے ' اور اس پر کوئی دلیل بھی ان کے پاس نه تھی ' مگر همارے زمانه میں یهه هوا که عربوں کے کچھه سئے هوئے جہازوں کے تختے جو بحر هند میں توٹ گئے تھے اور جن کے مسافر ڈوب گئے تھے وہ بحر اخضر هوکر بحر روم میں پائے گئے - اس سے یهه بات بخوبی ثابت هو گئی که بحر هند چین پر چکر کھاکر بحر روم میں جاکر مل گیا ھے ' کیونکه سئے هوئے جہاز صرف سیراف میں بنتے

تھے - اور روم و شام کے جہاز کیلوں سے
جڑے جاتے ہیں " - (۱)

واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کس نے پہنچایا ؟

اس میں شک نہیں کہ افریقہ کی پشت پر سے ہوکر پرتگالی جہازران آخرکار بحر ہند میں داخل ہو گئے ' تاہم اُنہوں نے ہندوستان کا پتہ نہ پایا - اس کو پرتگالی مانتے ہیں ' اور خود بد قسمت اہل عرب بھی کہتے ہیں کہ ان پرتگالیوں کو ہندوستان تک ایک عرب ہی جہازران نے پہنچایا - اس کا نام ابن ماجد اور اسدالبحر یعنی " دریا کا شیر " اُس کا خطاب تھا - بحر ہند کی جہازرانی کے فن پر اس کی متعدد کتابیں عربی میں کتبخانہ پیرس میں موجود ہیں - چند سال ہوئے کہ پیرس کے مشرقی کتابوں کے پبلشر پال گاتھنر نے دو جلدوں میں ان کو شائع کر دیا ہے - تیسری جلد میں عربوں کے فن جہاز رانی اور آلات جہازرانی پر پوری بحث ہے - اس تیسری جلد میں " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " کے حوالہ سے جو اسی زمانہ کی یمن کی تاریخ ہے ' پرتگالیوں کے آنے اور ہندوستان کی تلاش میں اُن کی سرگردانی اور ابن ماجد شیر دریا کا ان پرتگالی لومڑیوں کے پھندے میں پھنس کر نشہ کی حالت میں

---

(۱) سفر نامۂ سلیمان صفحہ ۸۸ -

ان کو ہندوستان پہنچا دینا تفصیل کے ساتھہ مذکور ہے -

ع خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے -

ہندوستان کی سیاہ مرچیں اور یورپ

یورپ کے ابتدائی مشرقی تاجر جو سترھویں صدی سے ہندوستان آنا شروع ہوئے سب کو معلوم ہے کہ وہ سیاہ مرچوں کے زیادہ‌تر دلدادہ و شیدا تھے ' اور انھیں کو ہندوستان سے لاد لاد کر لے جاتے تھے - مگر تیرھویں صدی کا ایک عربی کا جغرافیہ نویس زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) غالباً اپنی کسی پیشرو کی کتاب میں دیکھہ کر ملیبار کے حال میں بیان کرتا ہے :-

"یہہ سیاہ مرچیں انتہائی مشرق سے لے کر انتہائی مغرب تک جاتی ہیں ' اور ان کے سب سے زیادہ شائق اہل فرنگ ہیں ' جو ان کو شام میں بحر روم سے لے کر اقصائے مغرب کو لے جاتے ہیں " - (۱)

غالباً ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کرکے اور بحر روم پر قبضہ کرکے ہندوستان کی انھیں سیاہ مرچوں کے مزے سے

---

(۱) آثار البلاد قزوینی جلد ۳ صفحہ ۸۲ گوٹنجن -

ان کو محروم کر دیا ، اور آخر انہیں کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر وہ دوسرے دریائی راستہ سے ہندوستان آئے تاکہ یہ تحفہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچا سکیں -

ایک عرب ہندوستانی کا وطنی گیت

اس بات کا خاتمہ ہم ایک عرب ہندوستانی محب وطن کے عربی گیت یا نظم پر کرتے ہیں جو اُس نے کسی معترض کے جواب میں ہندوستان کی خوبیوں اور اُس کی پیداواروں کی تعریف میں لکھی ہے (۱) - اُس شاعر کا نام ابو ضلع سندھی ہے ، اور جس کے وجود کا زمانہ بہر حال سنہ ۶۸۲ ھ سے پہلے ہوگا ، اور عجب نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی ہو ، کیونکہ سندھ میں عربوں کے دور کا زمانہ یہیں ختم ہوتا ہے -

لقد انکر اصحابی وما ذالک بالامثل

اذا ما مدح الهند و سهم الهند فی المقتل

(ترجمہ) میرے دوستوں نے انکار کیا ، اور یہہ بہتر نہیں ، جب ہندوستان کی اور ہندوستان کے تیرا کی معرکہ میں تعریف کی جا رہی تھی -

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۵ -

لعمري انها ارض اذا القطر بها ينزل
يصير الدر و الياقوت والدر لمن يعطل

(ترجمه) میری جان کی قسم ! یهه وه سر زمین هے که جب اس میں پانی برستا هے تو دودهه موتی اور یاقوت اُس سے اُگتے هیں، ان کے لئے جو آرائش سے خالی هیں -

فمنها المسک و الکافور و العنبر و المندل
و اصناف من الطیب لیستعمل من یتفل

(ترجمه) اس کی خاص چیزوں میں مشک، کافور، عنبر، عود اور قسم قسم کی خوشبو ان کے لئے جو میلے هوں -

و انواع الافادیه و جوزالطیب و السنبل
و منها العاج والساج و منها العود والصندل

(ترجمه) اور قسم قسم کے عطریات اور جاے پهل اور سنبل اور هاتهی دانت اور ساگون کی لکڑی اور خوشبو لکڑی اور صندل -

وان التوتیا فیها کمثل الجبل الاطول
و منها الببر والنمر و منها الفیل والدغفل

(ترجمه) اور اس میں توتیا سب سے بڑے پهاڑ کی طرح هے، اور یهاں شیر ببر اور چیتے اور هاتهی اور هاتهی کے بچے هوتے هیں -

ومنھا الکوک والبیغا والطاؤس والجوزل
و منھا شجرالرانج والساسم والفلفل

(ترجمہ) اور یہاں پرندوں میں کلنگ اور طوطے اور مور اور کبوتر ھیں ، اور درختوں میں یہاں ناریل اور آبنوس اور سیاہ مرچوں کے درخت ھیں -

سیوف مالھا مثل قد استغنت عن الصیقل
وار ماح اذا اھتزت اھتز بھا الجحفل

(ترجمہ) اور ھتھیاروں میں تلوار ھیں جن کو کبھی صقیل کی حاجت نہیں اور ایسے نیزے ھیں کہ جب وہ ھلیں تو فوج کی فوج ان سے ھل جائے -

فھل ینکر ھذا الفضل الا الرجل الاخطل

(ترجمہ) تو کیا بیوقوف کے سوا کوئی اور بھی ھندوستان کی ان خوبیوں کا انکار کرسکتا ھے ؟

علمی تعلقات

ماخذ

عرب و هند کے علمی تعلقات کی تشریح عربی کی حسب ذیل قدیم مستند کتابوں سے کی گئی ہے -

۱ - جاحظ

سنہ ۲۵۵ ھ میں وفات پائي، بصرہ کا رہنے والا تھا، عربی زبان کا مشہور انشاپرداز، فلاسفر اور متکلم تھا، اس کی بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں ہیں، جن میں سے کتاب البیان و التبیین، کتاب الحیوان، رسائل جن میں فرضی مناظرے ہیں، مطبوعہ صورت میں ہیں، اور ابھی حال میں اس کی ایک کتاب التاج مصر سے شائع ہوئی ہے - جاحظ کی کتاب البیان میں ہندوستان کے اصول بلاغت پر ایک صفحہ ہے، اور رسائل میں سے ایک میں ہندوستان کي خوبیاں درج ہیں - یہہ کتابیں مصر میں چھپی ہیں -

۲ - یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ہے، عباسی سلطنت میں یہہ دفتر انشا کا افسر تھا، اس نے ہندوستان اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھي - یہہ پہلا مسلمان مؤرخ تھا جس نے تمام دنیا کی قوموں کی

تاریخ عربی میں لکھی - سنہ ۲۸۷ ھ میں اس کا انتقال ہوا - اس کی دو کتابیں چھپی ہیں، ایک تاریخ دو جلدوں میں، اور دوسري جغرافیہ - تعجب ہے کہ اس نے جغرافیہ میں ہندوستان کا حال نہیں لکھا، مگر تاریخ کی پہلی جلد میں اس نے سب سے پہلی دفعہ اُن کتابوں کا حال لکھا ہے جن کا ہندوستان کي زبانوں سے عربي میں ترجمہ ہوا - یہہ دونوں کتابیں لیڈن میں چھپي ہیں -

۳ - محمد بن اسحاق معروف بہ ابن ندیم

یہہ سنہ ۳۷۷ ھ میں موجود تھا، بغداد کا رہنے والا تھا - اس نے اُن تمام کتابوں کے نام اور احوال لکھے ہیں جو اُس کے زمانہ تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئیں، یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ ہوئیں - اس میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے - یہہ کتاب جرمن فاضل فلوگل (Fluegel) کے اہتمام اور تحشیہ سے لیپزگ میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں شائع ہوئی -

۴ - ابو ریحان بیرونی

المتوفی سنہ ۴۴۰ ھ - اس نے کتاب الہند کے نام سے پوری کتاب ہی ہندوستان کے علوم و فنون پر لکھی ہے - پروفیسر زخاؤ کی محنت سے سنہ ۱۸۸۷ ع میں لنڈن میں چھپی، انگریزی اور ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے -

٥ - قاضی صاعد اندلسی

یہہ اِسپین کا باشندہ تھا ، اس کی کتاب کا نام طبقات الامم ھے - سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) میں وفات پائی - اُس نے اپنے عہد تک کی تمام متمدن قوموں کے اُن علوم و فنون کی تاریخ لکھی ھے جو عربی کے ذریعہ سے اُس تک پہنچے ھیں - اس میں ھندوستان کا بھی ایک باب ھے - اس کی یہہ کتاب بیروت کے کیتھولک مطبع میں سنہ ۱۹۱۲ ع میں چھپی تھی ، پھر مصر میں بھی چھپ گئی - میرے پیش نظر بیروت کا نسخہ ھے - دارالمصنفین اعظم‌گدھہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ھے -

۶ - ابن ابی اصیبعہ موفق‌الدین

اپنے زمانہ کا مشہور حکیم و طبیب تھا ، اس کا دادا سلطان صلاح‌الدین کا طبیب تھا - سنہ ۵۹۰ ھ (سنہ ۱۱۹۴ ع) سے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) تک اس کا زمانہ ھے اُس نے عیون الانباء فی طبقات الاطباء کے نام سے دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح‌عمریاں لکھی ھیں ، دوسری جلد میں ھندوستان کا بھی ایک باب ھے - کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپی ھے -

۷ - حضرۃالاستاذ علامہ شبلی نعمانی رحمۃاللہ علیہ

انھوں نے تراجم کے عنوان سے ایک مبسوط خطبہ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علی‌گدھہ میں دیا تھا جو رسائل کے

ضمن میں چھپ چکا ہے - اس میں تفصیل کے ساتھہ اُن کتابوں کا ذکر تھا جو یونانی، فارسی، عبرانی، سریانی، وغیرہ زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوئیں - اسي ضمن میں ایک مختصر بیان اُن کتابوں کے متعلق بھی ہے جو سنسکرت سے عربی اور فارسي میں ترجمہ ہوئیں، مگر اُس وقت تک چونکہ بعض پرانی کتابیں طبع نہیں ہوئي تھیں، اور بعض ناقص تحقیقات کی تکمیل نہیں ہوئي تھي، اس لئے خطبہ کا یہہ حصہ نا تمام سا تھا -

---

علمی تعلقات کا آغاز

برامکہ

اس سے پہلے کہ عرب و ھند کے علمی تعلقات پر گفتگو شروع کی جاے اُس خاندان کا ذکر کرنا چاھئے جس کی کوششوں سے یہہ تعلقات وجود میں آئے - عام طور سے عربی زبان میں یہہ خاندان برامکہ کے نام سے مشہور ھے - یہہ وہ خانوادہ ھے جس نے بغداد کی عباسی خلافت میں پچاس سال تک سنہ ۱۳۶ھ سے سنہ ۱۸۶ھ تک نہایت امن و امان، نظم و نسق، جود و کرم، اور اور بخشش و فیاضی کے ساتھہ وزارت کے فرائض انجام دئے، یہاں تک کہ بہت سے ایسے لوگ ھیں جو یہہ سمجھتے ھیں کہ خلافت عباسیہ کی نیکنامی، شہرت، اور حسن انتظام انھیں برمکی وزیروں کی بدولت تھا - انھیں کا ابر کرم تھا جس کی چھینٹوں سے بغداد کبھی باغ و بہار بن گیا تھا - پہلے عباسی خلیفہ سفاح سے لے کر پانچویں خلیفہ ھارون الرشید اعظم تک ان کے خاندان کے مختلف افراد نے وزارت کیا درحقیقت شہنشاھی کی - ان کے خاندان کا آغاز گو سفاح ھی کے زمانہ سے شروع ھوا، مگر ان کے اقبال کا آفتاب ھارون کے عہد میں اوج کمال تک پہنچ گیا، اور ابھی دوپہر ھی تھی کہ ھارون کے ھاتھوں یہہ ھمیشہ کے لئے ڈوب بھی گیا - ھاروں رشید نے اس خاندان کو

جن اسباب سے تباہ و برباد کیا وہ ھمیشہ زیر پردہ رھے ' تاھم مؤرخوں نے یہہ ثابت کیا ھے کہ اِس کا سبب صرف یہہ تھا کہ "برامکہ نے اپنی فیاضی اور نیک نامی سے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - ساتھہ ھی ملک کی تمام اچھی اور عمدہ زمینیں اپنی جاگیر میں کرلی تھیں ' اور سلطنت کے جز و کل پر وہ ایسے حاوی ھو گئے تھے کہ اصل عباسی خاندان صرف انھیں کے رحم و کرم پر گویا باقی رہ گیا تھا - ایسی حالت میں اگر برامکہ کی بروقت خبر نہ لی جاتی تو اسلامی دنیا میں ایک عظیم‌الشان تاریخی انقلاب پیش آتا اور عباسیہ ھمیشہ کے لئے مت جاتے - اس لئے عباسی خاندان کو بچانے کے لئے برمکی خاندان کو متانا ضروری تھا - اسباب جو کچھہ ھوں ' مگر بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ برامکہ ھی خاندان وہ خاندان تھا - جس کی سر پرستی میں مسلمانوں میں علم کلام ' فلسفہ ' طب ' معقولات اور دوسری قوموں کے علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ھوا -

برامکہ کون تھے ؟

عام طور سے مشہور ھے کہ برامکہ مجوسی تھے ' یعنی آتش پرست ایرانی تھے - بلخ میں نوبہار نام منوچہر کا بنایا ھوا ایک آتشکدہ تھا ' اُسی آتشکدہ کے یہہ پیرِ مغاں تھے - جب مسلمانوں نے سنہ ۳۱ ھ (سنہ ۶۵۱ع) میں بلخ کو فتح کیا تو یہہ آتش‌کدہ بھی اس آندھی میں سرد

ھو گیا - مگر کچھہ دنوں کے بعد پھر اس کے شعلے بھڑکے ' اور آخر سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں مشہور مسلمان سپہ سالار خراسان قتیبہ نے ھمیشہ کے لئے اس ملک کو اسلام کے دائرۂ حکومت میں داخل کرلیا - اس آتشکدہ کے پجاری جو قدیم بادشاھوں کے زمانہ سے بلخ اور اس کے آس پاس کی موقوفہ آبادی کے مالک و حاکم تھے ' ان میں کچھہ لوگ خود اپنی مرضی سے مسلمان ھو گئے ' دمشق چلے آئے ' اور پھر جب عربوں کی حکومت کا مرکز سنہ ۱۳۳ھ میں دمشق سے بغداد کو منتقل ھوا تو وہ بھی بغداد چلے آئے اور رفتہ رفتہ سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کو طے کرتے ھوئے وزارت کے منصب تک پہنچے ' اور کبھی کل دنیاے اسلام پر شاھی کی -

یہہ خاندان جو اس آتشکدہ کا دستور اعظم تھا ' "برمک" کے لقب سے مشہور تھا - اسی برمک کی جمع "برامکہ" ھے ' جس کے ساتھہ اس خاندان کی عزت و شہرت و ناموری قائم ھے - سوال یہہ ھے کہ لفظ "برمک" کی اصلیت کیا ھے ؟ قدیم مؤرخوں اور لغت نویسوں نے ادھر توجہ نہیں کی ھے - بعد کے فارسی مؤرخوں اور لغت نویسوں نے اس کو "مکیدن" (چوسنا) کے فارسی مصدر سے جس پر کبھی "بر" کا زائد لفظ بڑھا کر برمکیدن کہہ سکتے ھیں ' اس لفظ کی اصلیت تیار کی ھے ' پھر اس لفظ کے سہارے سے ایک بے بنیاد کہانی ~~عوضاً~~ ایک عمارت کھڑی کی ھے - کہتے ھیں کہ پہلا برمک

مسلمان ہو کر جب خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کو ڈانٹ کر کہا کہ "تجکو بادشاہوں کے دربار میں آنے کا بھی سلیقہ نہیں، تو اپنے پاس زہر لے کر دربار میں آیا ہے - میرے پاس ایسے مہرے ہیں جن سے مجکو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کے پاس زہر ہے -" برمک اول نے عرض کی کہ "یہہ قصور بے شک ہوا، میری انگوٹھی کے نیچے زہر ہے تا کہ اگر کبھی مجھہ پر ایسا وقت آ جائے کہ مجھے اپنی عزت بچانے کے لئے جان دینی پڑے تو میں اس انگوٹھی کو چوس لوں، اور جان دے دوں -" چونکہ اُس کی زبان فارسی تھی اس لئے "چوس لوں" کو فارسی میں اُس نے "برمکم" کے لفظ سے ادا کیا - اس وقت سے اس کا نام ہی "برمک" ہو گیا، (۱) - یہہ کہانی تمام تر جھوٹ ہے، اور صرف فارسی قصہ نویسوں کی گپ ہے - دمشق کے دربار کی زبان، فارسی نہ تھی، عربی تھی، علاوہ ازیں اس قصہ کا ما حصل یہہ ہوگا کہ برمک کا لقب سنہ ۸۶ ھ میں پیدا ہوا، حالانکہ عربی کے تمام مستند مؤرخوں نے یہی لکھا ہے کہ یہہ بلخ کے افسر پجاری کا پرانا لقب تھا -

بعض فارسی لغت نویسوں نے برمک کو کسی مقام کا نام قرار دیا ہے جس کی طرف نسبت کر کے لوگ

---

(۱) تاریخ ضیاے برنی، روضۃالصفا، برہان قاطع -

اُن کو "برمکی" کہنے لگے (۱) - ایک عرب ادیب نے اس کی فیلالوجی اس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان کی، کہ بلخ کا یہہ معبد خانۂ کعبہ کے جواب میں بنایا گیا تھا، اس لئے اس کے افسر کو "برمکہ" یعنی مکہ کا حاکم کہتے تھے، اور اسی کا اختصار برمک ہے (۲) - ایک اور تشریح یاقوت کی معجم‌البلدان میں ہے کہ 'بر' کے معنی بیٹا، اور "برمکا" کے معنی مکہ کا بیٹا (نو بہار کا لفظ) -

ہماري زبان میں البرامکہ کے نام سے اس خاندان کي مشہور تاریخ لکھي گئی ہے - اس کے لائق مصنف نے اس لفظ کي اصلیت یہہ ظاهر کي ہے کہ برمک اصل میں برمغ تھا کہ 'مغ' جس کي جمع اردو شاعری میں بھی مغاں اور پیر مغاں مستعمل ہے، آگ کے پجاری (آتش پرست) کو کہتے هیں - اسی کی یوناني شکل مگوس اور عربي مجوس ہے، اور 'بر' افسر کو کہتے هیں، اس لئے "برمغ" کے معني "رئیس مجوس اور سردار مجوس" کے هوئے - هم کو اس تشریح کے ماننے میں تامل نہیں، بشرطیکہ یہہ ثابت هو سکے کہ نوبہار کے علاوہ ملک ایران کے هزاروں آتشکدوں میں سے کسي ایک کے افسر پجاري، پروهت، یا دستور کو اس نام سے پکارا گیا ہے - اس

---

(۱) برهان قاطع -

(۲) ربیع‌الابرار زمخشری -

تشریح کے ساتھ یہہ لفظ فارسي میں اتنا عام ہونا چاہئے تھا کہ اس کا استعمال فارسي شعروں میں بکثرت ہوتا اور اہل لغت کو معلوم ہوتا - مگر ان کی یہہ پریشان گوئی ہی بتا رہی ہے کہ ان کو خود اس لفظ کی اصلیت کا علم نہ تھا - علاوہ اس کے برمغ اس لفظ کو عربي میں برمج یا زیادہ سے زیادہ برمک کہنا چاہئے تھا ' نہ برمک ' اور نہ اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے کہ فارسی غ کو عربی میں ک سے بدلا گیا ہے ' ج سے البتہ بدل ہوا ہے ' جیسے چراغ سے سراج - ترکی نام ہلاکو کی اصل ہلاغو نہیں جیسا کہ سمجھا گیا ہے ' بلکہ ہلاگو ہے ' اور پھر تعجب نہیں کہ اس سفاک اور خونخوار بادشاہ کے نام کے لئے ہلاکو کا غلط تلفظ اسلئے بھی اختیار کیا گیا تاکہ عربی لفظ ہلاک (موت) کی طرف اُس میں پرطعن تلمیح پوشیدہ رہے -

حقیقت یہہ ہے کہ اس لفظ کی تشریح اس راز کے فاش ہونے پر موقوف ہے کہ بلخ کا یہہ معبد کیا درحقیقت مجوسیوں کا آتشکدہ تھا ؟ اور کیا اس خاندان کا مذہب اسلام سے پہلے آتش پرستی تھا ؟ اس کا جواب ایرانیوں کی طرف سے تو یہی ملیگا کہ ایسا ہی ہے ' یہہ معبد آتشکدہ تھا ' اور ان کا مذہب آتش پرستي تھا -

واقعہ یہہ ہے کہ کسي غیر معمولی انسان کو اپنے میں شامل کرنے کا جزبہ ہر قوم میں ہے ' کیا ایرانی

سکندر کو خفیہ ایرانی شاہی نسل سے نہیں قرار دیتے ؟
اور کیا مسلمانوں نے اپنے افسانوں میں رچرڈ شیر دل کو
سلطان صلاح الدین ھی کے خاندان کی یادگار نہیں بتایا ؟
یہی حال برامکہ کا بھی ہوا - ایرانیوں نے تو ان کا نسب
وسب جوڑ کر گستاسپ کے وزیر جاماسپ تک پہنچا
دیا ھے، اور ثابت کیا کہ یہہ ایرانی وزارت کا پرانا خاندان
تھا (۱) - عربوں نے اس کے برخلاف یہہ دعوی کیا
کہ جعفر برمکی اول، جس سے اس نسل کا عروج شروع
ہوتا ھے، وہ خراسان کے عرب سپہ سالار قتیبہ کا بیٹا تھا،
جعفر کی ماں لڑائی میں قتیبہ کے ھاتھہ لگی تھی،
اور صلح کے بعد حاملہ ھو کر گھر واپس گئی (۲) -

حسب و نسب کے ان متضاد بیانات سے یکسو ھو کر
نفس اس عبادت گاہ کی حالت پر غور کرنا چاھئے کہ
کیا ایک آتشکدہ کی خصوصتیں اس میں پائی جاتی
تھیں ؟ آتشکدہ کے لئے سب سے پہلی چیز یہہ ھے کہ
وہ آتشکدہ ھو، یعنی اس میں آگ جلتی ھو - لیکن بلخ
کے اس معبد کی نسبت سوائے پچھلے بے احتیاط لوگوں
کے اور کسی نے ایسا نہیں لکھا - اس معبد کا سب سے
قدیم اور پرانا حوالہ اس وقت ھمارے ھاتھہ میں بلاذری ھے،
مگر اس نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی ھے - اس کے بعد

---

(۱) سیاست نامہ و نزھۃ القلوب حمد اللہ مستوفی -

(۲) طبری و ابن اثیر -

مسعودی (سنہ ۳۳۰ ھ) اور ابن الفقیہ ھمدانی کا زمانہ ھے، پھر معجم البلدان یاقوت (سنہ ۶۲۶ ھ) اور آثار البلاد زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) کا بیان ھے - ابن الفقیہ اور یاقوت کا ابتدائی بیان حرف حرف ایک ھے، اور یاقوت کا اپنا بیان عمر بن الازرق سے ماخوذ ھے -

مسعودی کا بیان

مؤرخ مسعودی نوبہار کے حال میں لکھتا ھے کہ:
"نوبہار کی عمارت نہایت پختہ اور بلند تھی اور اُس کے اوپر نیزوں پر سبز حریر کے جھنڈے لہراتے تھے، جن میں سے ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ہاتھہ کے برابر ہوتا تھا - . . . اُس کی چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ھی بلند تھیں - اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور تک جاتا تھا" (۱) -

آپ نے دیکھا، اِس میں کہیں آگ کا ذکر نہیں، اور نہ عمارت کی یہہ ترکیب اور نہ یہہ جھنڈے آتشکدوں میں ہوتے ھیں -

ابن الفقیہ کا بیان

ابن الفقیہ ھمدانی کا بیان یہہ ھے :—
"نوبہار - یہہ برامکہ کی تعمیر تھی، اُن کا مذھب بتوں کو پوجنا تھا، ان کو مکہ کا اور قریش کے مذھب

---

(۱) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۸ (پیرس) -

کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی یہہ عبادت گاہ بنائی ' جس کا نام نوبہار ہوا ' جس کے معنی "نئے" کے ہیں - تو عجم (غیر عرب) اس کا حج کرتے تھے ' اس کو ریشم کا کپڑا پہنایا جاتا تھا ' اس پر ایک گنبد تھا ' جس کا نام "اشبت" تھا یہہ گنبد ۱۰۰ ہاتھہ لنبا ' اور سو ہاتھہ چوڑا تھا ' عمارت کی چاروں طرف اس کے پجاریوں کے رہنے کے لئے ۳۶۰ حجرے تھے - سال کے ہر دن کے لئے ایک پجاری ' اور اس کے افسر پجاری کا لقب برمکا تھا ' یعنی مکہ کا دروازہ اور والی - تو ہر ایک کا لقب برمک ہوتا تھا - چین اور کابل کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' جب وہ یہاں آتے تھے ' تو بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے" (۱) -

آپ نے اخیال فرمایا کہ اس بیان میں بھی اس میں آگ ہونا مذکور نہیں ' بلکہ اس کے بجائے اس میں بتوں کا ذکر ہے ' جن کو آتشکدوں سے کوئی تعلق نہیں ' نہ مجوس و ایرانی بت کو پوجتے ہیں - پھر اس میں یہہ ہے کہ چین اور کابل کے بادشاہ کا وہی مذہب اتھا - سب کو معلوم ہے کہ چین اور کابل میں آتش پرستی کبھی نہ تھی -

---

(۱) کتاب البلدان ص ۳۲۳ (لیڈن) -

یاقوت کا بیان

یاقوت رومی ایک متقدم مصنف کے حوالہ سے نقل کرتا ہے :—

"عمر بن ازرق کرمانی نے کہا ہے کہ برامکہ بلخ میں ہمیشہ سے معزز تھے، اور (سکندر کے بعد) جو طوائف الملوکی یا نراج کا دور ایران میں آیا، اُس سے پہلے سے تھے - اُن کا مذہب بتوں کی پوجا تھی (پھر مکہ کی مشابہت اور مقابلہ میں نو بہار کی تعمیر ہونا جیسا اوپر گذرا ہے بیان کیا ہے) - اس میں چاروں طرف بت کھڑے تھے، اور ان کو ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے تھے - نو بہار کے معنی نئی بہار کے ہیں، کیونکہ ہر نئی بہار میں ان پر پھول کی نئی کلیاں چڑھائی جاتی تھیں - اہل فارس ان کا حج کرتے تھے، اور اس کے سب سے بڑے گنبد پر جھنڈے کھڑے تھے، اور اس گنبد کا نام استن تھا، اور اس کی چاروں طرف ۳۶۰ کمرے تھے، جن میں پجاری رہتے تھے - ہندوستان، چین، اور کابل وغیرہ کے بادشاہ اس مذہب میں تھے، اور جاترے کو یہاں آتے تھے، اور آکر بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے - یہ اتنا بلند تھا کہ اس کے جھنڈے کا کپڑا اُڑ کر بلخ سے ترمز جاکر گرتا تھا - (۱)

---

(۱) معجم البلدان ج ۸ ص ۳۲۱ (مصر) لفظ نوبہار -

پھول کے چڑھاوے اور بہار کی خصوصیات یہہ سب فارسی لفظ "بہار" کی مناسبت سے گھڑ لی گئی ہیں، تا کہ نو بہار نام کی مناسبت ظاہر ہو -

قزوینی کا بیان

بلخ کے حال میں لکھتا ہے : "یہیں وہ عمارت تھی جس کا نام نو بہار تھا جو تمام بت خانوں میں سب سے بڑا بتخانہ تھا، (اس کے بعد وہی مکہ کی نقل و مشابہت کی کہانی ہے) اس کو ریشم اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا، اور اس میں بت کھڑے تھے، اور اہل فارس اور ترکوں کو اس سے عقیدت تھی، اور اس کا حج کرتے تھے، اور نذرانے چڑھاتے تھے - اس گھر کی لمبائی ۱۰۰ ہاتھہ اور چوڑائی ۱۰۰ ہاتھہ اور اونچائی ۱۰۰ ہاتھہ سے زیادہ تھی - برامکہ یہاں کے اصلی پجاری تھے ہندوستان کے راجہ اور چین کے خاقان یہاں آتے تھے (۱) اور سجدہ کرتے تھے"

وہار، بدھہ

ان تمام بیانات سے اس میں کوئی شک نہیں رہا جاتا کہ یہہ مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں، بلکہ بودھوں کا وہار تھا، اور اسی وہار کی خرابی بہار ہے - نوبہار

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۲۲۱ گوٹنجن -

اصل میں "نو وہار" ہے - وہار خاص بودھوں کے معبد اور خانقاہ کو کہتے ہیں ' جس کی ایک مثال خود ہمارے ملک میں شہر "بہار" ہے ' جو در اصل بودھوں کا وہار ہے - مسلمانوں نے اس کو اپنے فارسی لہجہ میں بہار کر لیا ہے - اسی نوبہار کے نام سے سندھہ میں عربوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ میں متعدد وہار تھے ' اور ان کی جو کیفیت عرب مؤرخوں نے لکھی ' وہ حرف حرف بلخ کے نوبہار پر پوری اترتی ہے -

بلاذری (سنہ ۲۴۷ ھ) جو نہایت قدیم مؤرخ ہے ' فتوح البلدان میں سندھہ کی فتح کے حال میں لکھتا ہے کہ "دیبل میں ایک بہت بڑا بد (بودھوں کا معبد) تھا ' جس کے اوپر ایک بہت بڑا ستون تھا ' اور اس میں بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا ' جو اتنا بڑا تھا کہ جب ہوا چلتی تھی وہ پورے شہر کے اوپر لہراتا تھا - اور بد جیسا کہ (سندھہ کے آنے جانے والے) لوگوں نے بتایا ' اس عمارت کو کہتے ہیں جس میں ایک یا کئی بت ہوتے ہیں ' ایک بہت بڑا مینار ہوتا ہے ' اور کبھی اس مینار ہی کے اندر بت رکھا ہوتا ہے - اور ہر وہ چیز جس کی عبادت کے طور پر عزت کریں وہ بدھہ ہے ' اور بت بھی بد ہوتا ہے" (۱) - کیا اس بیان کے بعد بھی

---

(۱) فتوح البلدان ص ۴۳۷ مطبع بریل سنہ ۱۸۶۶ ع -

اس یقین میں شک رہ جاتا ہے کہ بلخ کا یہ نو بہار بودھوں کا بت‌خانہ تھا، مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں -

تعجب ہے کہ پرانے مؤرخوں کو چھوڑ کر یورپ کے نئے باخبر مؤرخوں کی بھی ادھر نظر نہ پڑی - وان کریمر نے برامکہ کو مزدکی بتایا (۱)، اور پروفیسر براؤن جیسے محقق سے بھی یہ حقیقت چھپی رہی، وہ بھی نوبہار کو آتشکدہ اور برامکہ کو مجوسی کہتے ہیں (۲)، لیکن دوران تحقیق میں یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ زخاؤ نے کتاب‌الهند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ (ص ۳۱) میں نوبہار کی اصل " نو وہار " اور بودھ خانقاہ بتائی ہے - موجودہ مستشرقین یورپ میں سے کم از کم ایک شخص ڈبلیو برتھالڈ (W. Barthald) نے انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون برامکہ (جلد ۱ ص ۶۶۳) میں چند سطروں میں یہ اشارہ کیا ہے کہ " نوبہار بودھوں کا نو وہار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چینی سیاح کا بیان ہے - اور ابن فقیہ نے اس عمارت کی جو صورت لکھی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے " - لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو اس پر کوئی اور دلیل قائم کی ہے اور نہ اور کوئی

---

(۱) ترجمۂ انگریزی صلاح‌الدین خدابخش -

(۲) لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ -

ثبوت بہم پہنچایا ہے، پھر اسی کے ساتھہ اس غلطی کا بدشعور ارتکاب کیا ہے کہ برامکہ کو ایرانی نسل کا مجوسی مانا ہے اور یہہ کہ ایرانیوں نے اس کو آتشکدہ بنا لیا تھا -

لیکن میرے نزدیک یہہ قطعاً غلط ہے - میرا دعوی ہے کہ برامکہ بودھہ مذہب کے پیرو تھے، اور ان کا اصل تعلق هندوستان سے تھا، نہ کہ ایران سے - سچ ہے کہ برامکہ زمانہ کے بعض هجوگو شاعروں یا بدظن لوگوں نے صریحاً اُن کو مجوسیت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس کا سبب یہہ ہے کہ عربوں کو عجم کے باشندوں میں مجوسیوں کے سوا کوئی اور مذہب اور قومیت معلوم نہ تھی - دوسری بات یہہ ہے کہ ایرانیوں اور برمکیوں کی سیاست کا اقتضا یہہ تھا کہ وہ آپس میں عجمی بن کر ایک دوسرے کے معین و مددگار بنے رہیں، گو کہ آخر تک یہہ تعاون دونوں سے نہ نبھہ سکا - اور یہی سبب برامکہ کے زوال کا ہوا -

بهر حال میرے اس دعوی پر کہ نوبہار بودھوں کا معبد، اور برامکہ در اصل بودھہ تھے، حسب ذیل شہادتیں ہیں :

(الف) نوبہار کہیں کسی مجوسی بت‌خانہ کا نام نہ تھا - اس کے برخلاف یہہ بودھوں کے معبد کا مشہور نام ہے، اور خود اسی نوبہار کے نام

سے سندھ میں بودھوں کے معبد اسی زمانہ میں موجود تھے - (۱)

(ب) عرب جغرافیہ نویسوں اور معتبر مؤرخوں نے اس معبد کی جو کیفیت بیان کی ھے وہ پوری پوری بودھہ معبد کی تصویر ھے -

(ج) ساتویں صدی عیسوی کے ایک چینی سیاح ھوان کنگ نے بلخ کے اس معبد کا ذکر کیا ھے (۲) ' اور یہہ زمانہ کنگ تقریباً وہ ھوگا جب عرب فاتح یہاں پہنچ چکے ھوں ' یا پہنچنے والے ھونگے ' -

(د) مسعودی اس نوبہار کے حال میں کہتا ھے کہ " بعض روایت اور تحقیق والے لوگوں نے بیان کیا ھے کہ اُنھوں نے نو بہار کے دروازہ پر فارسی میں ایک کتبہ پڑھا جس میں لکھا تھا : " بوذاسف کا قول ھے کہ بادشاھوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ھیں ' عقل اور صبر ' اور مال " - اُس کے نیچے کسی نے عربی میں لکھہ دیا تھا کہ " بوذاسف نے غلط کہا جس میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی ھو وہ بادشاہ کے دروازہ پر کیوں جائے گا ؟ " (۳) محققین کو اس میں کوئی شبہہ

---

(۱) ترجمہ انگریزی چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۰ -

(۲) انسایکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۶۶۴ -

(۳) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۹ (پیرس) -

نہیں ہے کہ اہل عرب بدھ ہی کو بوذاسف کہتے تھے (۱) -
اب اگر یہ بدھوں کا معبد نہ ہوتا بلکہ مجوسیوں کا
ہوتا تو اس کے صدر دروازہ پر بودھ کا مقولہ کیوں
لکھا ہوتا ؟

(ہ) بلخ خراسان کا ایک شہر ہے اور اس ملک کا
مذہب اسلام سے پہلے گذشتہ اور موجودہ دونوں محققوں
کے نزدیک بودھ مت تھا - چنانچہ ابن ندیم نے بھی
خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالہ سے یہی لکھا ہے
کہ ” اسلام سے پہلے خراسان کا مذہب بودھ کا تھا “ - (۲)

(و) برامکہ کے اسلام کے حال میں مؤرخوں نے یہہ
لکھا ہے کہ ” نوبہار کے پجاری کا جو مذہب تھا
وہی مذہب ہندوستان ، چین ، اور ترکوں کے بادشاہ کا
تھا “ (۳) - سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان ، کابل ، چین ،
اور ترکستان کا مذہب بودھ مت تھا ، آتش پرستی اور
مجوسیت نہیں -

(ز) یاقوت میں ایک پیشرو مؤرخ عمر بن ازرق کرمانی
کے حوالہ سے ہے (یہہ کرمانی یقیناً تیسری چوتھی صدی کا
آدمی ہے کیونکہ بعینہ یہی عبارت ابن الفقیہ میں ہے

---

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ مع حواشی فلوگل -

(۲) کتاب الفہرست ابن ندیم صفحہ ۳۴۵ -

(۳) ابن الفقیہ ، قزوینی اور یاقوت کے حوالے اوپر گذر چکے -

جو چوتھی صدی کے وسط میں تھا -) جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا متولی برمک بھی خلافت کے دربار میں گیا ؛ اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا - جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اُس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اس کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے بیٹے کو متولی مقرر کیا - پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب میں واپس آ جاؤ - اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس کو اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے - اس کو چھوڑ نہیں سکتا - طرخان نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اس وقت چپ ہو گیا ، مگر بعد کو دھوکے سے اس نے اس کو اور اس کے ساتھ اس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا ، صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا " -

سوال یہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور برامکہ مجوسی ہوتے تو ترک بودھوں کے بادشاہ طرخان کو اس پر غصہ کیوں آتا ؟ اور وہ اس کے اور اس کے خاندان کے درپے کیوں ہوتا ؟

(ح) برمک اور اس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کم سن بچہ کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی ، چنانچہ اس کم سن بچہ نے

کشمیر هی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور هندوستان کے دوسرے علوم سیکھے ، اور وہ اپنے باپ دادوں کے مذهب پر رها - اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا ، وهاں کے لوگوں نے سمجھا اپنے دین کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہہ بلا اُن پر آئی ، چنانچہ نوجوان برمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرایش کی - (۱)

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں هو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق هندوستان سے تھا اور ان کا مذهب بودهہ تھا ، جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا ، ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے هم‌قوموں اور هم‌مذهبوں کے پاس ایران جائیں یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں - پھر ایک مجوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذهب میں کیا هو سکتی هے ، اور یہاں اُس کو اپنے مذهب کی کیا تعلیم ملتی ؟

(ط) یہہ تو اس خاندان کے هندوستان کے ساتھہ تعلق کا واقعہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کا هے - اسلام

---

(۱) دیکھو معجم‌البلدان یاقوت لفظ "نوبہار" اور کتاب‌البلدان ابن‌الفقیہ صفحہ ۳۲۴ (لیڈن) -

لانے کے بعد اس خاندان نے، ہندوستان کے ساتھہ اپنے تعلقات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا، ہندوستان کے پنڈتوں کو عراق میں بلوا کر اپنے درباروں میں جگہ دی، سندھہ کے غالباً بودھہ عالموں اور طبیبوں کو بلوا کر اُس نے بغداد کے دارالترجمہ اور شفاخانوں میں مقرر کیا، ہندوستان مذہبوں اور دواؤں کی تحقیقات کے لئے وفد بھیجا - ابن ندیم کتاب الفہرست میں جو سنہ ۳۷۷ھ کی تصنیف ھے کہتا ھے:

"عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے معاملہ سے جس نے زیادہ دلچسپی لی وہ یحیی بن خالد برمکی اور برامکہ کی جماعت ھے، جس کی دلچسپی اور اهتمام ہندوستان کے معاملہ کے ساتھہ اور وہاں کے پنڈتوں اور ویدوں کو ہندوستان سے بغداد بلوانے میں (مشہور ھے) -" (۱)

اگر یہہ لوگ ایرانی مجوسی ہوتے تو ان کی اس توجہ اور سرگرمی کا مرکز ہندوستان کی بجاے ایران ہونا چاھئے تھا -

---

(۱) کتاب الفہرست ص ۳۴۵ لیزگ (سنہ ۱۸۷۱ع)

(ی) سب کے آخر یہہ کہ برمک جو ان کا خاندانی نام اور نوبہار کے متولی اور بڑے پجاری کا اعزازی لقب تھا وہ سنسکرت زبان کا لفظ پرمک ہے - ڈاکٹر زخاؤ جو خود سنسکرت کے ماہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس لفظ کے سنسکرت میں معنی برتر اور بڑے مرتبہ والے کے ہیں - ہم نے بھی سنسکرت جاننے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی -

(ک) نوبہار کی عمارت میں جو بہت بڑا "قبہ" یا گنبد بنا ہوا تھا، اُس کا نام تھوڑے تھوڑے فرق سے مختلف نسخوں میں مختلف طور سے لکھا ہوا پایا گیا ہے - یاقوت کے مصری نسخہ میں "استن" اس کا نام بتایا گیا ہے - یورپ کا نسخہ اس وقت میرے پاس نہیں، مگر ابن الفقیہ کا جو لیڈن کا چھپا ہوا نسخہ میرے سامنے ہے، اُس میں اصل متن میں تو اس کا نام "آسبت" لکھا گیا ہے - مگر مشہور فاضل ڈی غوجی (De Goeje) اُس کے اڈیٹر نے اس کی حسب ذیل شکلیں مختلف نسخوں کے حوالہ سے لے کر لکھی ہیں : "استن" "است" "اسبت" - میرے خیال میں یہہ صحیح لفظ "آستب" ہے اور یہہ بودھہ لفظ "ستوپ" کا فارسی و عربی تلفظ ہے - سب جانتے ہیں کہ "ستوپ" بودھوں کا وہ خاص معبد کہلاتا ہے جس میں بودھہ کی راکھہ یا سمادھی رکھی گئی تھی - ایسی عمارتیں

هندوستان میں بهي کئی نکل چکی هیں ، اور آثار قدیمہ نے ان کی کیفیت پوری طرح بیان کی هے - یہاں بهی فارسی لفظی مشابہت نے دهوکا دیا هے - فارسی میں "استن" کهمبے کو کهتے هیں ، جس کي دوسری فارسی شکل ستون هماری زبان میں بهی هے - اسی لئے لکهنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق "استب" کو بے معنی سمجهکر اس کو فارسی کر دیا هے کہ اس کے کچهہ معنی هو جائیں ، مگر اس سے زیادہ بے معنی بات کیا هو گی کہ کسی قبہ یا گنبد کا نام ستون اور کهمبا رکها جاے -

هم نے ایک جزئی مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی هے - شاید هم پر بے موقع طول کلام کا الزام قائم کیا جاے مگر اس اهمیت کو اگر خیال میں رکها جاے جو اس تحقیق کی روشني میں اس مسئلہ کی نظر آتی هے تو میرا یہہ جرم بهت هلکا هو جائےگا اور نظر آئےگا کہ میرے اس نظریہ کے ثبوت کے بعد برامکہ کے عہد وزارت کی وہ تمام علمی سر گرمیان علوم و فنون کی سر پرستیاں ، شعر و سخن کی قدردانیاں ، هندوستان کی طب اور هیئت کو عربی میں منتقل کرنے کی کوششوں کی داد ایران کی بجاے آئندہ آریاورت هندوستان کے حصہ میں آجائینگي اور یہہ هندوستان کا معمولي کارنامہ نہ هوگا -

عربی زبان کی سب سے بڑی انسائکلوپیڈیا ابن فضل اللہ العمری مصری کي مسالک الابصار فی ممالک الامصار

ہے ، جس کی پہلی جلد ابھی شائع ہوئی ہے ۔
اس میں نوبہار کی تاریخ و کیفیت ان الفاظ میں بیان
کی ہے : (۱)

"نوبہا کو ہندوستان (کے راجہ) منتو شہر
نے بلخ میں بنایا ۔ یہاں وہ ستارہ پرست
آتے تھے جو چاند کو پوجتے ہیں ،
اور اس کے متولی کا نام برمک ہوتا
تھا ۔ فارس کے بادشاہ اس کی اور
اس کے متولی کی عزت کرتے تھے ۔ اخیر
میں یہہ منصب خالد بن برمک کے
باپ کو ملا ، اور اسی لئے ان کو برامکہ
کہتے ہیں ۔ یہہ بہت بلند عمارت تھی
سبز ریشمی کپڑے سے ڈھانکی جاتی
تھی اور اسی سبز ریشمی کپڑے کے
سو سو ہاتھہ کے پھریرے اُس پر اُڑتے تھے
اُس پر یہہ عبارت لکھی تھی ،......
(جو گذر چکی ۔ مگر اس میں صرف ایک
تحریف ہے کہ بوذآسف کی جگہ
سوراشف ہے جو غلط ہے ۔)

---

(۱) کتاب مذکور جلد اول ص ۲۲۳ (مصر)

اس بیان میں اس کے بنانے والے کا نام "ہندی" ظاہر کرنا ہمارے دعوی پر ایک مزید شہادت ہے - اس بیان میں اس کو چاند کے پوجنے والوں کا معبد کہا گیا ہے، مگر بہرحال آتشکدہ نہیں - اس کا چاند کا معبد ہونا بھی ہندوستان کی طرف اشارہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ہندو کی اصل اندو ہے، جو چاند کو کہتے ہیں، اور اسی نسبت سے اس ملک کا یہہ نام پڑا ہے، (۱) - یہہ وہ شواہد ہیں جن کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں - ان شواہد سے ہندوستان اور عرب کے علمی تعلقات کا وہ گمشدہ حلقہ مل جاتا ہے جس سے برامکہ اور ہندوستان کے علمی تعلقات کی زنجیر پوری استوار ہو جاتی ہے اور یہہ راز کھل جاتا ہے کہ برامکہ کو خاص کر ہندوستان کے علوم و فنون سے کیوں اتنا ذوق تھا اور وہاں کے پنڈتوں سے اس میل جول اور ارتباط کے اسباب کیا ہیں ؟

گذشتہ تقریر سے عرب اور ہندوستان کے تجارتی تعلقات کی پوری تشریح ہو چکی ہے، لیکن واقعہ یہہ ہے ہندوستان اور عرب کے درمیان تجارت کے علاوہ دوسرے اغراض سے بھی آمد و رفت کے تعلقات پہلی صدی ہجری

---

(۱) زبدۃ الصحائف في سیاحۃ المعارف مصنفہ نوفل آفندی (یہہ اسي زمانہ کي ایک شامي عیسائي فاضل کي تصنیف ہے) ص ۹۳ -

کے آخر سے شروع ہو چکے تھے ، چنانچہ جب محمد قاسم (سنہ ۹۶ ھ) سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہنچا ہے تو معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے بدھ مت کے دو پیرووں کو عراق کے گورنر حجاج کے پاس بھیج کر پہلے ہی سے مصالحت اور اُس سے امن و امان کی سند حاصل کر چکے ہیں - اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے ہٹ کر عراق آ گیا یعنی امویوں کے بجائے عباسیہ اسلام کے تخت حکومت پر بیٹھے تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک نیا سنگم پیدا کر دیا - سفاح کی دو تین سال کی حکومت کے بعد عباسی خانوادہ کا دوسرا خلیفہ منصور سنہ ۱۳۶ ھ میں بادشاہ ہوا ، سنہ ۱۴۶ ھ میں پایۂتخت کی تعمیر ختم ہوئي ، اور بغداد آباد ہوا ، اور اس کے آٹھ برس کے بعد یعنی سنہ ۱۵۴ ھ سے عرب و ہند کے علمی تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہوا -

سنسکرت سے ترجمہ کا آغاز

عربوں میں دوسری زبانوں سے علمی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا خیال پہلی صدی ہجری کے وسط سے ہو چکا تھا ، مگر چونکہ اب تک حکومت کا مرکز شام تھا اسلئے یونانی و سریانی زبانوں کا غلبہ رہا - لیکن جب عراق میں عباسی خلافت کا تخت بچھا - تو

ہندوستان اور ایران کی زبانوں کو بھی اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا - چنانچہ جب منصور کی علم‌دوستی کا چرچا پھیلا، تو سنہ ۱۵۴ ھ (۷۷۱ ع) میں سندھ کے ایک وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر بغداد پہنچا (۱)، اور خلیفہ کے حکم سے دربار کے ایک ریاضی‌داں ابراہیم فزاری کی مدد سے اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا (۲) - یہہ پہلا دن تھا، کہ عربوں کا ہندوستان کی قابلیت اور دماغ‌داری کا اندازہ ہوا، پھر ہارون نے اپنے علاج کے لئے یہاں سے وید بلوائے، جنھوں نے عربوں میں ہندوستان کی علمی عظمت اور بڑائی کی دھاک بٹھا دی - اُس کے بعد برامکہ کی سرپرستی میں طب، نجوم، ہیئت، اور ادب و اخلاق کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا - اس نے ہندوستان کی شہرت اور نیک‌نامی کو اور چار چاند لگا دئے -

عربوں میں ہندوستان کی وقعت

یہہ دکھانے کے لئے کہ ان ترجموں کے ذریعہ سے عربوں کے دلوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت کتنی پیدا

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۸ (لنڈن) -

(۲) اخبارالحکماء قفطی ص ۱۷۷ (مصر) -

ہو گئی تھی عربی کے دو تین پرانے مصنفوں کے خیالات آپ کو سنانا چاہتا ہوں - ان میں سے پہلا شخص جاحظ ہے - یہہ مشہور انشاپرداز ، فلاسفر ، اور متکلم تھا ، بصرہ کے باشندہ ہونے کے سبب سے ہندوستان سے اس کے تعلقات بھی تھے (۱) - سنہ ۲۵۵ ھ میں اس نے وفات پائی - اس کا ایک رسالہ اس بحث پر ہے کہ دنیا کی گوری اور کالی قوموں میں بڑھکر کون ہے ؟ وہ اپنا فیصلہ کالی قوموں کے حق میں دیتا ہے - اس سلسلہ میں وہ کہتا ہے :

"لیکن ہندوستان کے باشندے تو ہم نے ان کو پایا ہے کہ وہ جوتش (نجوم) اور حساب میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خاص ہندی خط ہے ، اور طب میں بھی وہ آگے ہیں ، اور طب کے بعض عجیب بھید ان کو معلوم ہیں ، اور سخت بیماریوں کی دوائیں خاص طور سے ان کے پاس ہیں پھر مجسموں اور استیچو بنانا ، رنگوں سے تصویر پیدا کرنا ، اور تعمیر وغیرہ میں ان کو کمال ہے - پھر شطرنج کے وہ موجد ہیں ،

---

(۱) ابن خلکان میں عمرو بن بحرالجاحظ کا حال -

جو ذہانت اور سونچ کا بہترین کھیل
ہے - تلواریں عمدہ بناتے ہیں اور ان
کے چلانے کے سب کرتب جانتے ہیں -
زہر اتارنے اور درد دور کرنے کے منتر
جانتے ہیں - ان کی موسیقی بھی
دلپسند ہے ' ان کے ایک ساز کا نام
کنکلہ (؟) ہے ' جو کدو پر ایک تار
کو تان کر بجاتے ہیں ' اور جو ستار
کے تاروں اور جھانجھہ کا کام دیتا ہے -
ان کے ہاں ہر قسم کا ناچ بھی ہے '
........ان کے ہاں مختلف قسم کے
خط ہیں ' شاعری کا ذخیرہ بھی
ہے ' اور تقریروں کا حصہ بھی ہے - طب '
فلسفہ ' اور ادب و اخلاق کے علوم بھی
ان کے پاس ہیں - انہیں کے ہاں سے
کلیلہ دمنہ کتاب ہمارے پاس آئی -
ان میں رائے اور بہادری ہے اور
جو بعض خوبیاں ان میں ہیں چینیوں
میں بھی نہیں - ان میں صفائی اور
پاکیزگی کے بھی اوصاف ہیں ' خوبصورتی '
نمکینی ' اور خوش‌قامتی اور خوشبوئی
بھی ہے - اور انہیں کے ملک سے بادشاہوں
کے پاس وہ عود آتی ہے جس کی

نظیر نہیں ' اور فکر کا علم انہیں کے
پاس سے آیا ہے ' اور ان کو ایسے منتر
معلوم ہیں جن کو یہہ زہر پر پڑھہ
دیں تو زہر بیکار ہو جائے ' پھر نجوم کے
حساب کے وہی موجد ہیں - ان کی
عورتوں کو گانا ' اور مردوں کو پکانا
خوب آتا ہے - صراف اور روپے کے کاروبار
کرنےوالے اپنے کیسے اور خزانے ان کے سوا
اور کسی کے حوالہ نہیں کرتے - جتنے
(عراق میں) صراف ہیں ؛ سب کے ہاں
خزانچی خاص سندھی ہوگا ' یا کسی
سندھی کا لڑکا ہوگا ' کیونکہ ان کو حساب
و کتاب اور صرافی کے کاموں سے فطری
مناسبت ہے ' پھر یہہ ایمان‌دار اور
وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں (۱) " -

دوسرا شخص یعقوبی ہے جو سیاح ' مورخ ' اور فاضل بھی تھا - کہتے ہیں کہ ہندوستان بھی آیا تھا - تقریباً سنہ ۲۷۸ ھ میں وفات پائی وہ اپنی تاریخ میں ہندوستان کی افسانہ‌نما تاریخ لکھکر کہتا ہے :

---

(۱) رسالۃ فخرالسودان علی البیضان جاحظ ؟ مجموعۂ رسائل جاحظ ص ۸۱ مطبوعۂ سنہ ۱۳۲۴ ھ (مصر) -

"اور ہندوستان کے لوگ عقل اور غور والے
ہیں، اور وہ اس حیثیت سے سب
قوموں سے بڑھ کر ہیں - جوتش اور
نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ
درست نکلتی ہیں، سدھانت انہیں کی
ذہانت کا نتیجہ ہے، جس سے یونانیوں
اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا - طب
میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے -
اس فن میں ان کی کتاب چرک اور
ندان ہے......اور بھی طب میں ان کی
کئی کتابیں ہیں - منطق اور فلسفہ
میں ان کی تصنیفات ہیں، اور بہت
سی ان کی تصنیفات ہیں جن کی
بڑی تفصیل ہے" (۱)

تیسرا بیان ابوزید سیرافی کا ہے جو تیسری صدی کے
آخر میں تھا - وہ لکھتا ہے:

"ہندوستان کے اہل علم برہمن کہلاتے ہیں
اور ان میں شاعر بھی ہیں جو
بادشاہوں کے درباروں میں رہتے ہیں اور
جوتشی اور فلاسفر اور فال کھولنے والے

---

(۱) تاریخ ابن واضع یعقوبی جلد ۲ ص ۱۰۵ (لیڈن) -

اور بازیگر ہوتے ہیں اور یہہ قنوج میں
زیادہ ہیں، جو جوز کی مملکت میں
بوا شہر ہے -" (ص ۱۲۷)

الغرض خلیفہ منصور اور ہارون الرشید کی سرپرستیوں اور برامکہ کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی بدولت ہندوستان کے بیسیوں پنڈت اور وید بغداد پہنچے، اور سلطنت کے طبی اور علمی محکموں میں مصروف ہوئے، اور حساب، نجوم، ہیئت، طب، اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا - افسوس یہہ ہے کہ ان پنڈتوں کے ہندی نام عربی لب و لہجہ میں جاکر ایسے بدل گئے ہیں کہ آج گیارہ بارہ سو برس کے بعد ان کا صحیح تلفظ کرنا بالکل محال ہوگیا ہے، اور شاید اس کی ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ میرے گمان میں یہہ لوگ زیادہ تر بودھہ مت کے پیرو تھے، اور اس زمانہ کے ناموں کے انداز موجودہ ویدک ناموں سے مختلف ہیں، پھر ان میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جو نام نہیں، بلکہ لقب ہیں - ان ہندی ناموں کی عربی میں ایسی ہی کایا پلٹ ہوئی ہے جیسی عربی ناموں کی یورپ کی زبانوں میں -

پنڈتوں اور ویدوں کے نام

بہر حال عربوں کی تحریروں میں ہندوستان کے جن پنڈتوں اور ویدوں کے نام آئے ہیں وہ یہہ ہیں : پہلے:

منکا، بازیگر (بجے کر ؟) فلبرفل (کلاپ رائے کل ؟) سندباد - یہہ نام جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے لئے ھیں، اور اتنے نام لکھہ کر اوروں کے نام فلاں فلاں کہکر چھوڑ دئے ھیں اور لکھا ھے کہ ان کو یحیی بن خالد برمکی نے ھندوستان سے بغداد بلوایا تھا - یہہ سب طبیب اور وید تھے - (۱)

ابن ابی اصیبعہ نے ان ویدوں میں سے منکا اور بہلہ کے بیٹے کا جو شاید مسلمان ھو گیا تھا، اور جس کا صالح نام تھا، ذکر کیا ھے - ابن ندیم نے ایک اور نام ابن دھن لکھا ھے، اور یہي تینوں بغداد میں اُس زمانہ کے مشہور وید تھے - دوسري جگہ جن ھندوستاني عالموں کی طب اور نجوم کي کتابیں عربی میں ترجمہ ھوئیں ان کے یہہ نام گنائے ھیں : باکھر، راجہ، مکہ، داھر، انکو، زنکل، اریکل، جبھر، اندی، جباری - (۲)

منکہ یا منکا

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ الاطباء میں لکھا ھے کہ یہہ طب اور علاج میں بہت ماھر تھا - ایک دفعہ ھارون الرشید سخت بیمار پڑا، بغداد کے تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے، تو ایک شخص نے ھندوستان کے اس

---

(۱) کتاب البیان ص ۴۰ (مصر) -

(۲) فہرست ابن ندیم - ذکر کتب طب و نجوم -

طبیب کا ذکر کیا ، چنانچہ سفر خرچ بھیجکر وہ بلوایا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی - خلیفہ نے اس کو انعام و اکرام سے مالامال کردیا - پھر یہہ دارالترجمہ میں سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ پر مقرر ہوا (۱) - کیا ہم منکہ نام کو مانک سمجھیں ؟

صالح بن بہلہ

یہہ بھی ہندوستانی طب کا ماہر تھا - ابن ابی اصیبعہ نے اس کو بھی ہندوستان کے اُن ماہر طبیبوں میں داخل کیا ہے جو بغداد میں تھے - ایک موقع پر جب خلیفہ هاروں‌رشید کا چچازاد بھائی سکتہ میں بیمار ہو گیا تھا ، اور دربار کے مشہور یونانی عیسائی طبیب جبرئیل بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا ، تو جعفر برمکی نے اس ہندی وید کو پیش کیا ، اور اسی وید کے علاج کا مشورہ دیا - خلیفہ نے قبول کیا ، اور اس نے بڑے معرکہ کا علاج کیا - (۲)

ابن دھن

یہہ برمکیوں کے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ تھا ، اور یہہ بھی ان لوگوں میں تھا جو سنسکرت سے عربی میں

---

(۱) تاریخ الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) و فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -

(۲) تاریخ الاطباء جلد ۲ ص ۳۴ (مصر) -

کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھے (۱) - پروفیسر زخاؤ نے "انڈیا" کے مقدمہ میں دھن کے نام کی اصلیت جاننے کی کوشش کی ہے - ان کی تحقیق کا نتیجہ یہہ ہے کہ "یہہ نام دھنیا یا دھنن ہوگا - یہہ نام غالباً اس لئے اختیار کیا گیا ہو کہ اس کو لفظاً دھنونتری سے مشابہت ہے، جو منو شاستر میں دیوتاؤں کے طبیب کا نام بتایا گیا ہے" - (۲)

سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں : حساب، نجوم، طب، ہیئت، اخلاقی افسانے اور کہانیاں، سیاست اور راجنیت، کھیل اور تماشے -

حساب

اہل عرب کا صریحی بیان ہے کہ انہوں نے اسے ۹ تک کے حسابی رقم (ہندسہ) لکھنے کا طریقہ ہندوؤں سے سیکھا (۳)، اور اسی لئے اہل عرب اس کو حساب ہندی،

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۳ -

(۲) صفحہ ۳۳ - مقدمہ ترجمہ انگریزی -

(۳) - رسائل اخوان الصفا جو چوتھی صدی میں مرتب ہوئے - فصل فی معرفۃ بدایۃ الحروف، و خلاصۃ الحساب بہاءالدین عاملی مطبوعہ کلکتہ ۱۶، اور اس کی شرح از مولوی عصمت اللہ، و کشف الظنون چلپی، و مفتاح السعادۃ طاشکری زادہ (علم الحساب) و کتاب الہند بیرونی ص ۹۳، مطبوعہ لندن -

یا ارقام ہندیہ کہتے ہیں - عربوں سے یورپ کی قوموں نے سیکھا ، اسی لئے ان کی زبانوں میں اس کا نام "ارقام یا اعدادیہ عربیہ" (عربک فیگرز) ہے - ٹھیک وہ زمانہ نہیں معلوم جس میں عربوں نے یہہ طریقہ ہندوؤں سے سیکھا ، مگر خیال یہی ہے کہ سنہ ۱۵۶ میں سندھہ سے جو پنڈت سدھانت لے کر منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا اسی نے عربوں کو یہہ طریقہ سکھایا ، اور میرے خیال میں صحیح یہہ ہے کہ سدھانت جس کا ترجمہ ہوا تھا ، اس کے تیرھویں اور چوبیسویں باب میں خود حساب اور رقم ہے اسی کے ذریعہ سے یہہ طریقہ عربوں میں رائج ہوا - عربی میں پہلے لفظوں میں عدد لکھتے تھے ، پھر یہودیوں اور یونانیوں کی طرح حروف ابجد میں رقم لکھتے تھے ، جیسا کہ اب بھی عربی ہیئت میں اختصار اور صحت کے خیال سے یہہ طریقہ رائج ہے ، اور جس پر مشرق میں ابجد ہوز کے قاعدہ سے مادۂ تاریخ نکالنے کا رواج ہے - بہر حال پہلے محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اس ہندی حساب کو عربی قالب میں ڈھالا - انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارھواں اڈیشن) میں اعداد (Numeral) پر جو مضمون (جلد ۱۹ ص ۸۶۷) ہے ، اس میں قدیم ہندی ، مشرقی عربی مغربی عربی اور یوروپین اعداد کی شکلیں ، کتبوں اور پرانی

---

(۱) طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ ، (بیروت) -

قلمي کتابوں سے نقل کرکے دی هیں ' جس سے ایک نظر میں معلوم هو سکتا هے که هندوستان سے عرب کی راہ اس طریقۂ حساب نے کیونکر سفر کیا - عربی میں مامون‌الرشید کے درباري منجم الخوارزمی (سنه ۷۸۰ ع - سنه ۸۴۰ ع) نے ان کي شکلیں درست کیں ' اور وهی اندلس کی راہ یورپ پهنچیں - یورپ مین حساب کے ایک خاص شعبه کو الگاریتهم ' اور الگاریتم ' اور الگورزم (Algorithm, Algoritems, Algorism) کهتے هیں - وہ سب اسی الخوارزمی کي بگڑی هوئی شکلیں هیں (۱) - اندلس والے اسی هندی ارقام کو حساب‌الغبار کهتے هیں ' شاید اس لئے که یهه هندو اپنے طریقه پر جیسا که اب تک دیهاتی پات شالوں میں دستور هے اس کو زمین پر لکهه کر سکهاتے تهے - یوروپین اعداد اسی غباری اعداد سے ماخوذ هیں -

ان اعداد کے غیر عربی هونے کا ایک عملی ثبوت یهه هے که عربی طرز تحریر کے بالکل برخلاف یهه بائیں سے داهنے کی طرف لکهے جاتے هیں ' لیکن اهل عرب پڑهتے وقت ان کو داهنے سے بائیں کي طرف پڑهتے هیں - ابن ندیم نے سندهی خط کے عنوان سے ان هندی ارقام کو نقل کیا هے اور هزار تک لکهنے کا طریقه

---

(۱) انسایکلو پیڈیا برٹا نیکا ج ۱۹ ص ۸۶۷ کالم ۲ -

بتایا ھے - اس سے بھی ظاھر ھوتا ھے کہ عربوں میں یہہ طریقہ سندھی پنڈتوں کے ذریعہ رائج ھوا -

الخوارزمي کے بعد جس کا زمانہ تیسری صدی ھجری اور نویں صدی عیسوي کے آغاز کا ھے مسلمانوں میں ھندی حساب کو فروغ دینےوالا دوسرا شخص علي بن احمد نسوی (سنہ ۹۸۰ع - سنہ ۱۰۴۰ع) ھے، جس نے المقنع فی الحساب الھندی (ھندی حساب میں خواھش پورا کر دینےوالی) کتاب لکھي - اس کے بعد اور بھی اس پر کتابیں لکھی گئیں، حالانکہ اس سے بہت پہلے یعنی الخوارزمی ھی کے زمانہ میں یونانیوں کي ارثماطیقی (ارتھمیتک) عربی میں منتقل ھو چکی تھي (۱) - مگر پھر بھی حساب ھندی کی قدر و منزلت میں کمی نہ آئی - تعجب سے سنا جاےگا کہ اس حساب ھندی نے عوام تک میں مقبولیت حاصل کر لی تھی، چنانچہ مشہور مسلمان حکیم اور فلاسفر بو علی سینا (سنہ ۴۲۸ ھ - سنہ ۱۰۱۵ع) نے بچپن میں اس ھندی حساب کو ایک

---

(۱) اس مسئلہ پر انگریزي میں سب سے بہتر معلومات ایچ سوٹر صاحب (H. Suter) کے مضمون "حساب" میں ھیں، جو انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۱۵ میں ھے - عربي میں محمد بن احمد خوارزمي (سنہ ۳۸۱ ھ) کي کتاب مفاتیح العلوم میں حساب الھند کے عنوان سے دو تین صفحوں میں اس کي تفصیل ھے، صفحہ ۱۹۳، مطبع بریل، لیڈن، سنہ ۱۸۹۵ع -

کنجرے سے جو اس حساب میں بہت ماہر تھا، سیکھا تھا - (۱)

نجوم اور ہیئت

اوپر گذر چکا ہے کہ تقریباً سنہ ۱۵۴ ھ (سنہ ۷۷۰ع) میں سندھ سے جو ڈیپوٹیشن بغداد گیا تھا، (۲) اس کے ساتھ ایک پنڈت ہیئت کی ایک کتاب لے کر گیا تھا - سنسکرت میں اس کتاب کا پورا نام "برہمسپت سدھانت" ہے، جو عربی میں "آلسندھند" کے نام سے مشہور ہوا - اس کے بعد سنسکرت کی دوسري کتاب عربی میں ترجمہ ہوئی جس کا عربی نام "ارجبند" ہے، اور جس کا سنسکرت تلفظ "آریہ بھٹ" ہے - اس کے بعد تیسری سنسکرت کتاب عربی میں منتقل ہوئی، جس کا عربی میں زیادہ مشہور نام "آرکند" اور کم مشہور "اھرقن" ہے - اس کا اصلی سنسکرت نام "کھنڈا کھڈ یک" ہے - جس ہندی پنڈت کے ذریعہ سے پہلی کتاب سدھانت سنہ ۱۵۴ ھ عربی میں ترجمہ ہوئی، اس کے بغداد میں دو عرب شاگرد ہوئے - ایک کا نام ابراھیم فزاری ہے، اور دوسرے کا یعقوب بن طارق - ان دونوں نے سدھانت کو اپنی اپنی طور سے عربی میں منتقل کیا - ھندوؤں کے فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ہے - جس

---

(۱) عیون الانباء ج ۲ ص ۲ (مصر) -

(۲) طبقات الامم صاعد اندلسي ص ۴۹ (بیروت) -

کو سنسکرت میں کلپ کہتے ھیں ، یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہہ تھا کہ چاند سورج ، زحل ، مشتری ، وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ھیں ، یہہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھہ پیدا ہوئے ، اور ایک ساتھہ حرکت شروع کی ، اب یہہ اپنی اپنی چال چل رہے ھیں ، پھر کروڑوں برس کے بعد یہہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ہو جاتے ھیں تب پرلے ہو کر دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ھے ، اور پھر اس سے حرکت شروع ہوتی ھے - ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ھے - برھمگپت کے حساب سے ایک کلپ میں ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال ہوتے ھیں ، اور پھر انھیں سے دنوں کا حساب لگایا جا سکتا ھے - عربوں نے اسی کلپ کا نام "سنی السند ھند" یعنی سدھانت کے برس ، اور دنوں کا نام "ایام السند ھند" رکھا -

چونکہ یہہ اربوں اور کروڑوں سال کا حساب لگانا مشکل ہوتا تھا ، اس لئے پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں آریہ بھٹ نے آسانی کے لئے یہہ کیا کہ کلپ کا ھزارواں حصہ لے کر اس پر حساب قائم کیا ، جس کا نام جگ اور مہاجگ ھے - آریہ بھٹ کے اسی اصول پر جو کتاب ھے اس کو عرب ارجبھر ، ارجبھذ اور جگ کو "سنی ارجبھذ" یعنی "آریہ بھٹ کے سال" کہنے لگے -

عزبون نے السند هند اور ارجبهر کے اصلی سنسکرت معنی کے سمجھنے میں یہه غلطی کی که وہ سمجھے که اس کے معنی خود اسی اصول کے هیں ، چنانچه اُنهوں نے غلطی سے السند هند کے معنی "الدهرالداهر" یعنی "لا انتها زمانه" اور "ارجبهند" کے معنی "هزارواں حصه" کے سمجھے - اس آخری کتاب کو عربی میں ابوالحسن اهوازی نے عربی میں منتقل کیا تھا -

یعقوب بن طارق نے سنه ۱۶۱ ھ میں اسي پنڈت یا کسی اور آنے والے پنڈت سے ارکند یعنی کھنڈ یا کھنڈیک کا طریقه سیکھا - یهه بھی برهمگپت هی کی تصنیف هے ، مگر اس کے کچھه اصول سدهانت سے الگ هیں -

ان تینوں کتابوں میں سے ابتدائی عرب هیئت دانوں میں سدهانت کا رواج زیادہ هوا ، اور گو اس کے بعد هی عربی میں بطلیموس یونانی کی کتاب مجسطی کا عربی میں ترجمه هو گیا ، اور مامون کے زمانه میں رصد خانه بھی قائم هو گیا ، تحقیقات میں بھی اضافه هوا ، مگر اس کے باوجود ایک مدت تک عرب اهل هیئت بغداد سے لے کر اِسپین تک اسی هندی کتاب کے سدهانت کے پیچھے لگے رهے ، اس کے خلاصے کئے ، اس کی شرحیں لکھیں ، اس کی غلطیاں درست کیں ، اس میں اصلاحیں دیں ، یہاں تک که پانچویں

صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) تک یعنی بیرونی کے زمانہ تک یہہ سلسلہ قائم رہا - مامون الرشید کے عہد میں خوارزمی نے جو زیچ تیار کی، اس میں بھی ایرانی اور یونانی اصولوں کی افزایش کے ساتھہ اصل ہندی اصول کو اس نے قائم رکھا، اور اسی لئے اپنی کتاب کا نام "السند ہند الصغیر" یعنی "چھوٹا سدھانت رکھا (۱) - اسی طرح حسن بن صباح، حسن بن خصیب، فضل بن حاتم تبریزی، احمد بن عبداللہ مروزی، ابن الادمی، عبداللہ اور ابوریحان بیرونی نے تیسری، چوتھی، اور پانچویں صدی میں سدھانت کی تصحیح و تکمیل پر بہت کچھہ کام کیا، اور یونانی اصول اور ذاتی تحقیقات کے ساتھہ وہ اس کا پیوند بھی لگاتے رہے -

اِسپین میں سدھانت کا اصول چوتھی صدی ہجری میں پہنچا - مسلمہ بن احمد مجریطی (میڈرڈ کے باشندہ) المتوفی سنہ ۳۹۸ ھ (سنہ ۱۰۰۷ ع) نے خوارزمی کی زیچ سند ہند صغیر کا خلاصہ کیا، پھر اِسپین کے ابوالقاسم اصبغ معروف بہ ابن السمح المتوفی سنہ ۴۲۶ ھ (سنہ ۱۰۳۵ ع) نے سدھانت کے اصول پر بہت بڑی زیچ تیار کی، بعد کو بطور وضعداری وسعت علم کے اظہار کے لئے لوگ نئی تحقیقات کے ساتھہ سدھانت کے اصول پر بھی نتائج نکالتے تھے، جیسا کہ اسی اسپین کے ابراہیم

---

(۱) قفطی ص ۱۷۸، (مصر) -

زرقالی نے اسطرلاب پر جو کتاب صفحۂ زرقالیہ کے نام سے لکھی ھے اس میں کیا ھے، اور اسی اسپین کے عربوں کے ذریعہ سے یہہ سدھانت کی کتاب یہود تک اور پھر یورپ تک پہنچی، چنانچہ یہودی فاضل ابراھیم بن عزرا نے اپنی عبرانی تصنیفات میں سدھانت کے بعض اصول پر زیچ تیار کی - (۱)

عربی میں سنسکرت اصطلاحات

عربوں کے علم ھیئت نے ان کی ذاتی تحقیقات کی بدولت ترقی کے بہت سے مدارج طے کر لئے، تاھم سنسکرت کی ایک متروک اور دو باقی اصطلاحین ایسی اس میں رہ گئی ھیں جو اب تک عربوں میں علم ھیئت کے آنے کا راستہ بتاتی ھیں، چنانچہ سدھانت وغیرہ ناموں کے علاوہ ایک سنسکرت اصطلاح پرانی عربی ھیئت میں "کردجہ" کی ھے، جس کی اصل سنسکرت کرمجیا ھے،

---

(۱) سدھا ھند، ارجبھند، اور ارکند کا ذکر - فہرست ابن ندیم، مسعودی، قفطی، اور کتاب الھند بیرونی سب میں ھے، اور یہہ سب کتابیں میرے پیش نظر ھیں، مگر عربی میں مصری یونیورسٹی میں سینیر کراونلنیو ایک مشہور اٹالین فاضل نے سنہ ۱۹۰۹ ع اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں عربوں کے علم ھیئت کی تاریخ پر نہایت محققانہ لکچر دئے تھے - یہہ معلومات ان میں سے ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ نمبر کے لکچروں سے لئے گئے ھیں، اور ان کے علاوہ طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۵۰، بیروت سے بعض باتیں بڑھائی گئی ھیں -

جس کے لئے عربی میں بعد کی اصطلاح "وتر مستوی" پیدا ہوئی - دوسری باقی اصطلاح جو آج تک عربی ریاضیات میں اور علم مثلثات میں مستعمل ہے، وہ "جیب" کا لفظ ہے، اور جس کو غلطی سے عربی لفظ "جیب" جس کے معنی گریبان کے ہیں، سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہہ سنسکرت لفظ "جیوا" کا معرب ہے، اور پھر اسی سے جیب التمام جیوب منکوسہ، جیوب مبسوطہ، اور مجیب وغیرہ اصطلاحین پیدا ہوئیں، اور اس طرح کٹ چھٹ کر عربی ڈھانچے میں ڈھل گئیں، کہ آج ان پر غیر عربی ہونے کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا -

آخری لفظ "اوج" ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطۂ بلندی کا نام ہے - یہہ ہندی لفظ "اوچ" ہے، جو عربی میں جا کر اوج ہو گیا ہے، (۱) - مدت سے جو عربی اور فارسی اور پھر اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح "اوج کمال" پر ہے کہ کسی کو اس کے ہندی ہونے کا شبہہ بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہہ مادہ نہیں ملتا - اس

---

(۱) بعضوں کی راے ہے کہ اس کی اصل فارسی اوگ ہے، جیسا کہ خوارزمی نے مفاتیح العلوم صفحہ ۲۲۱ (لیڈن) میں لکھا ہے - اور اسدی طوسی کی قدیم فارسی لغت میں بھی یہہ لفظ موجود ہے، مگر خیال یہہ ہے کہ خود فارسی میں بھی یہہ لفظ سنسکرت ہی سے گیا ہے -

کي مثال بالکل لفظ جنس کی ھے ' جو عربی میں منطق کي ایک اصطلاح ھے ' اور جو یونانی لفظ جینس کا معرب ھے ' مگر عرب میں آکر یہہ جنس ' مجانست ' تجنیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا ھے ' حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں -

دو اور لفظ بھی ذکر کے قابل ھیں - ھندو عالموں نے ستاروں کے حرکات میں اس دائرۂ نصف النہار کا حساب لگایا تھا ' جو آبادی کے نصف حصہ سے گذرتا ھے - آبادي کا یہہ نصف حصہ ان کے خیال میں جزیرۂ لنکا تھا ' جس کو عرب سرندیب کہتے ھیں ' اور اب سیلون کہلاتا ھے - ھندوؤں کا خیال تھا کہ وہ خط استوا پر واقع ھے - خط استوا اور نصف آبادی کا یہہ خط نصف النہار جس نقطہ پر ایک دوسرے کو کاٹتے ھیں اس کو عرب قبةالارض (زمین کا گنبد) کہتے ھیں - اھل ھند جغرافی طول بلد کا حساب اسي لنکا کے خط نصف النہار سے لگاتے تھے ' اور اسی لئے ابتدائی عرب جغرافیہ نویسوں نے لنکا کو قبة الارض کہا ھے -

پھر چونکہ اھل ھند کا خیال تھا کہ وھی خط جو لنکا کے نصف النہار کا ھے ' وھی مالوا کے شہر اجین سے گذرتا ھے ' چنانچہ سدھانت میں اسی اجین سے طول بلد کا حساب ھے ' اس لئے وہ اجین سے طول بلد کا حساب نکالنے لگے - عربوں نے اسی اجین کو ایک اپنے

تلفظ میں اُزین کہا ، اور یہہ خیال کیا کہ اُزین ھی قبۃالارض ھے ، پھر اُزین کے "ز" کا نقطہ اڑ کر "اُرین" ھو گیا ، اور یہیں سے یہہ اصطلاح پیدا ھوئی کہ ارین ھر محل اعتدال کا نام ھے ، جیسا کہ شریف جرجانی (مشھور مسلمان فلاسفر) نے اپنی کتاب تعریفات میں لکھا ھے - (۱)

اور ایک اور لفظ پرانے عرب علماے ھیئت نے "بذماسہ" استعمال کیا ھے - یہہ سنسکرت کا ادھماسا ھے ، جس کے معنی چاند کے مہینے کے ھیں -

بعض لوگ غلط فہمی سے یہہ سمجھتے ھیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو ھندسہ کہتے ھیں ، اس کی وجہ یہہ ھے کہ یہہ ھند کی طرف منسوب ھے ، اور تعجب ھے کہ علم کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسیٰ خوارزمی کی کتاب الجبر و المقابلہ سنہ ۱۸۳۱ ع میں لندن سے شائع کی ھے ، اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. Rosen) ھے ، وہ بھی اسي غلطی میں مبتلا ھونا چاھتا ھے (۲) ، حالانکہ یہہ فارسی لفظ "اندازہ" کا

---

(۱) دیکھو لکچر مذکور ص ۱۵۵ و ۱۶۸ مع حاشیہ - نیز دیکھو سواءالسبیل ، مسٹر آرنلڈ لفظ جیب اور اوج ، اور تعریفات جرجانی صفحہ ۷ مطبوعۂ مصر سنہ ۱۳۰۶ ھ -

(۲) الجبروالمقابلہ خوارزمي ، مقدمہ انگریزي ص ۱۹۶ و ۱۹۷ سنہ ۱۸۳۱ م (لندن) -

معرب ہے ، جس کا عربی میں مصدری استعمال ہندزہ اور ہندسہ ہے (۱) ، اور یہہ اصل میں انجینیرنگ کے معنی میں ہے ، بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں ہندسہ بولنے لگے ، اور اس سے رقم مراد لینے لگے ، ورنہ صحیح لفظ ہندسہ (زبر کے ساتھہ) نہیں ، بلکہ ہندسہ (زیر کے ساتھہ) ہے ، اسی لئے عربی میں مہندس انجینیر کو کہتے ہیں ، حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں -

ہندو اور دو موجودہ تحقیقات

عربوں نے ہندی علم ہیئت کے جو مسئلے نقل کئے ہیں ان میں دو باتیں موجودہ تحقیقات کے عین مطابق ہیں - برہمگپت نے سال کے ۳۶۵ دن ، ۶ گھنٹے ، ۱۲ منٹ اور ۹ سکنڈ قرار دئے ہیں ، اور موجودہ تحقیق سے ۳۶۵ دن ، ۶ گھنٹے ، ۹ منٹ ، ۹ $\frac{۲۳}{۱۰۰}$ سکنڈ ہیں - اسی طرح زمین کی حرکت کا مسئلہ ہے - آریہ بھٹ اور اس کے طرفدار زمین کي حرکت کے قائل تھے ، اور برہمگپت نے ان اعتراضات کے صحیح ہونے سے انکار کیا ہے ، جو اس مسئلئہ میں آریہ بھٹ پر کئے جاتے ہیں ، اور بعینہ یہي نظریہ آج کل لوگوں میں مقبول ہے -

---

(۱) مفاتیح العلوم محمد خوارزمي ص ۲۰۲ (لیڈن) -

طب

تیسرا فن جو هندوستان سے عربوں کو ملا وہ طب هے - طب کی بعض کتابیں سریانی اور یونانی کے ذریعہ سے امویہ خاندان هی کے زمانہ میں عربي میں منتقل هو چکی تهیں (۱)، مگر عراق میں عباسیہ کے زمانۂ حکومت میں اس کو اور بهی ترقی هوئی، اور اس کے آغاز کا واقعہ جیسا کہ پہلے گذر چکا هے یہہ هوا کہ هارون الرشید کے علاج کے لئے هندوستان سے منکہ یا مانک نام وید طلب کیا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت هوئی - اس طرح هندوستانی طب کي طرف سلطنت کی توجہ هوئی، اور برامکہ نے اس میں خاطرخواہ حصہ لیا، چنانچہ برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ ایک وید هی کو مقرر کیا تها (۲)، اسی پر انهوں نے بس نہ کي بلکہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک کارندہ کو هندوستان اس غرض سے بهیجا، کہ وہ وهاں جاکر هندوستان کی جڑی بوٹیاں لائے (۳)، اور ایک وید کو سرکاری دارالترجمہ میں اس لئے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ عربي میں کرائے - (۴)

---

(۱) عیون الانبیاء في طبقات الاطباء تذکرہ ماسر جویہ و مختصرالدول ابوالفرج ملطي، صفحہ ۱۹۲، (بیروت) -

(۲) فهرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -

(۳) ایضاً ص ۳۴۵ -

(۴) ایضاً ص ۲۴۵ -

اسی طرح خلیفہ موفق باللہ عباسی نے بھی تیسری صدی ھجری میں ھندوستان اس غرض سے آدمی بھیجے کہ وہ ھندوستان کی دواؤں کی تحقیقات کریں، (۱) یہہ واقعہ زخاؤ نے انڈیا کے مقدمہ میں لکھا ھے، عربی تاریخوں میں اس واقعہ پر خود میری نظر نہیں پڑی ھے، البتہ ایک ضمنی تذکرہ میں یہہ ملا ھے کہ خلیفہ معتقد باللہ عباسی (سنہ ۲۷۹ - سنہ ۲۸۹ ھ) نے احمد بن خفي دیلمي کو جو علم حساب و اصطرلاب کا ماھر تھا، چند باتوں کی تحقیقات کے لئے ھندوستان بھیجا تھا (۲)، پھر یہہ بھی معلوم ھے کہ خلیفہ معتقدباللہ کے تعلقات اور ذرائع علم سندھہ کے ساتھہ قائم تھے، چنانچہ شوال سنہ ۲۸۰ ھ میں جب دیبل (سندھہ کی بندرگاہ) میں بہت بڑا چندر گرھن لگا، اور ساتھہ ھی زلزلہ آیا جس میں ڈیڑھہ لاکھہ آدمی دب کر مر گئے تھے، تو پرچہ نویسوں نے فوراً دربار خلافت میں اس کی خبر دی - (۳)

طبی کتابوں کے ترجمے -

عربی زبان میں سنسکرت کی جن طبی کتابوں کے ترجمے ھوئے ان میں دو کتابیں بہت مشہور ھیں، ایک

---

(۱) مقدمہ ترجمہ انگریزي انڈیا - زخاؤ ص ۳۰ -

(۲) سوانح حسین بن منصور علاج از طبقات ابن باکویہ شیرازی مرتبہ مولوی مسینان Louis Massignon پیرس، سنہ ۱۹۱۴، صفحہ ۴۴ -

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳۸۰، (کلکتہ) -

ششرت کی کتاب جس کو عرب ''سسرو'' کہتے ہیں ، یہہ کتاب دس بابوں میں تھی - اس میں بیماریوں کے علامات اور ان کے علاج و دوا کی تفصیل ہے - یحییٰ بن خالد برمکی کے حکم سے منکہ نے اس کا ترجمہ کیا تاکہ برامکہ کے شفاخانہ میں وہ ایک طبی دستورالعمل کا کام دے - دوسری کتاب چرک کی کتاب ہے جو ہندوستان میں طب کا بہت بڑا ماہر اور رشی گذرا ہے - یہہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی ، پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا - (۱)

تیسری کتاب کا نام ابن ندیم میں سندستاق ، اور یعقوبی کی مطبوعہ متن میں سندھشان ، اور اسی کتاب کے ایک اور نسخہ میں سندھستان ہے - اس کی اصل سنسکرت میں شاید سدھستان یا سندیسن ہو ، ابن ندیم نے عربی میں اس کے معنی ''خلاصۂ کامیابی'' ، اور یعقوبی نے ''صورت کامیابی'' کے بتائے ہیں - میرے خیال میں یعقوبی کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے - بہر حال شفاخانۂ بغداد کے افسر اعلیٰ ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا تھا - (۲)

چوتھی کتاب کا نام یعقوبی نے ندان بتایا ہے - ابن ندیم نے اس کا ذکر نہیں کیا - اس میں چار سو

---

(۱) ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

چار بیماریوں کی صرف پہچان کا بیان ہے، علاج کا نہیں - (۱)

ایک کتاب جڑی بوٹیوں کے مختلف ناموں کے بیان میں ترجمہ ہوئی، جن میں سے ایک ایک جڑی کے دس دس نام بیان کئے گئے تھے - اس کو منکہ پنڈت نے سلیمان بن اسحاق کے لئے عربی میں ترجمہ کیا - (۲)

ایک اور کتاب جس میں ہندی اور یونانی طبیبوں کی دواؤں کے سرد و گرم ہونے، دواؤں کی قوتوں، اور سال کے موسموں کی تقسیم میں جو اختلافات ہیں، ان کی تفصیل تھی ترجمہ ہوئی - (۳)

ابن ندیم نے طب ہندی کی ایک اور کتاب کا نام استانگر لکھا ہے، جس کا ترجمہ ابن دھن نے کیا تھا -

نوکشنل (نوفشنل ؟) نام ایک وید کی دو کتابوں کے ترجمے کئے گئے، ان میں سے ایک میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا، اور دوسری میں بیماریوں کے وهم اور اسباب کا بیان تھا -

---

(۱) یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۳) یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

ایک ہندو پنڈتہ (عورت) رؤسا نامی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہوا جس میں خاص عورتوں کی بیماریوں کے علاج درج تھے -

ایک اور کتاب حاملہ عورتوں کے علاج میں '
ایک مختصر کتاب جڑی بوٹیوں کے حال میں '
ایک کتاب نشہ کے بیان میں - (۱)

مسعودی نے طب کی ایک کتاب کا نام اور حال اس طرح لکھا ہے کہ "راجہ کورش کے لئے طب کی ایک بڑی کتاب لکھی گئی تھی ' جس میں بیماریوں کے اسباب اور دوا اور علاج ' اور دواؤں کی پہچان اور اس میں بوٹیوں کی شکل و صورت کی تصویر بنائی گئی تھی - (۲)

پی جانے والی چیزوں کے بیان میں ابن ندیم نے اطر کا ذکر کیا ہے جو بہت ممکن ہے کہ اتری نام ایک وید کی طرف منسوب ہو ' ایک اور پنڈت کا نام ساوبرم ابن ندیم میں ہے (۳) - اس کی اصل شاید ستیاورمن ہو ' جس کی کتاب ستیا کا نام بیرونی نے لیا ہے - (۴)

---

(۱) اوپر کی سات کتابوں کا ذکر ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ میں ہے -
(۲) مسعودی جلد اول صفحہ ۱۶۲ (پیرس) -
(۳) ابن ندیم صفحہ ۳۰۵ -
(۴) زخاؤ کی کتاب انڈیا کا مقدمہ صفحہ ۳۳ -

کتابوں کے علاوہ سنسکرت اور ہندوستان کے اُن باقی ماندہ اثرات کا ذکر کرنا ہے، جو عربی طب میں اب تک موجود ہیں -

ان میں اُن اثرات کا ذکر نہیں، جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں طب عربی پر پڑے، کہ وہ ایک الگ مضمون ہے، بلکہ اُن اثرات سے بحث ہے جو چوتھی صدی ہجری تک کی عربی طب پر مؤثر ہوئے ہیں - اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ دوائیں ہیں جو ہندوستان سے عرب گئیں، اور برامکہ اور خلفاء نے ان کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آدمی بھیجے - ان میں بہت سی دواؤں کے نام نہ صرف پیدایش کی جگہ کے لحاظ سے بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی ہندی ہیں، اور کم از کم ایک دوا ایسی ہے جس کا نام ہندوستان کی نسبت سے خود پیغمبر اسلام علیہ‌السلام کے زمانہ میں عرب میں سنائی دیتا ہے، یعنی قسط ہندی (۱) اور زنجبیل (زر نجابیرا) یعنی سونٹھ کا لفظ خود قرآن میں ہے - اس قسم کی کچھ اور دواؤں کے نام تجارتی تعلقات کے باب میں ہم نے دے دئے ہیں -

عربی میں دو لفظ جن میں ایک دوا کا اور ایک غذا کا نام ہے سب سے زیادہ عجیب ہیں - دوا میں

---

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۹، کتاب المرضی -

اطریفل جو اس قدر مشہور ہے اور ہر طبیب اور ہر مریض کی زبان پر ہے، محمد خوارزمی نے چوتھی صدی میں لکھا ہے کہ یہہ "ہندی لفظ تری پھل ہے، کہ یہہ تین پھلوں ہلیلہ، بلیلہ، اور آملہ سے بنتا ہے - (۱)" ایک اور اسی قسم کی دوا کا نام انبجات ہے - خوارزمی کہتا ہے، "کہ آنبہ (آم) ہندوستان میں ایک پھل ہوتا ہے، اس کو شہد، لیموں، اور ہلیلہ میں دے کر انبجات تیار کیا جاتا ہے، غالباً اس کو گڑانبہ، یا آموں کا اچار یا مربیٰ کہنا چاہئے - لیکن ان سب سے زیادہ عجیب لفظ "بہطہ" ہے جس کی تفسیر خوارزمی نے یہہ بتائی ہے کہ "یہہ بیماروں کی غذا کی قسم ہے - یہہ لفظ سندھی ہے، یہ دودھہ اور گھی میں چاول کو پکاکر تیار ہوتا ہے" (۲) آپ سمجھے؟ یہہ ہمارا ہندوستانی بھات ہے، جو عربوں کے نزدیک بیماروں کے لئے ایک نرم اور ہلکی غذا ہوگی - اس کو اب کھیر سمجھئے یا فیرینی -

بیطاری

جانوروں کے علاج میں شاناق یا چانک پنڈت کی کتاب ترجمہ ہوئی - (۳)

---

(۱) مفاتیح العلوم خوارزمی ص ۱۸٦ -

(۲) ایضاً ص ۱۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۱٦۷ -

نجوم ، جوتش ، جفر ، اور رمل

سب کو معلوم ہے کہ یہہ چیزیں ہندوستان سے کس قدر تعلق رکھتی ہیں - دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ منصور ہی کے وقت سے جو سنہ ۱۳۷ ھ میں تخت نشین ہوا عربی میں ان چیزوں کا رواج ہوا - منصور کو ان باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ، چنانچہ بغداد کا شہر جب اس نے بنوایا تو اس کی ہر چیز زائچہ کھینچ کھینچ کر تیار کی گئی ، دربار پر پہلے ایرانی منجموں کا قبضہ تھا ، پھر ہندو جوتشیوں نے اپنا عمل دخل جمایا - معلوم ہوتا ہے کہ منصور ہی کے زمانہ میں اس فن پر ہندی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان جوتشی پنڈتوں میں سے عربوں میں سب سے مشہور نام کنکہ پنڈت کا ہے - ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ یہہ ایک مشہور اور نامی طبیب تھا (۱) -

زخاؤ کی تحقیق کی بنا پر اس نام کی ہندی اصلیت کنکنایا ہوگی کیونکہ اس نام کا مشہور طبیب ہندوستان میں پہلے گذر چکا ہے جس کا نام ہندوستانی دواؤں میں سند ہے (۲) -

---

(۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

(۲) مقدمہ انڈیا صفحہ ۳۲ -

ابن ندیم نے عربی میں اس پنڈت کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) -

۱ - کتاب المموداد فی الاعمار ، (عمروں کے بیان میں کتاب) -

۲ - کتاب اسرارالسوالید (پیدایشوں کے بھید) جاتک -

۳ - کتاب القرانات الکبیر (بڑے قران یا بڑے لگن کے بیان میں) -

۴ - کتاب القرانات الصغیر (چھوٹے لگن کے بیان میں) - ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ یہہ کتاب طب میں ہے مگر ابن ندیم نے اس کو نجوم ہی میں ذکر کیا ہے - یہہ ممکن ہے کہ دونوں میں ہو کیونکہ پرانی طب میں نجوم کی بہت سی باتیں داخل تھیں - ابن ابی اصیبعہ (۲) نے اس کی دو کتابوں کا اور نام لیا ہے -

۵ - کتاب فی التوهم (مسمرزم کے بیان میں) -

۶ - کتاب في احداث العالم والدور في القران (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں چکر) - یہی مصنف مسلمان منجم ابومعشر بلخی سنہ ۲۷۲ ھ (سنہ ۸۸۶ ع) کے حوالہ سے

---

(۱) ص ۲۷۰ -

(۲) عیون الانباء في طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

نقل کرتا ہے کہ "یہہ کنکہ ہندوستان کے تمام پنڈتوں کے نزدیک جوتش میں سب سے بڑا ہے" -

عطارد بن محمد ایک مسلمان منجم نے جو غالباً دوسری صدی ہجری میں ہوا ہندی جفر میں ایک کتاب لکھی تھی (۱) - اس کے علاوہ ابن ندیم نے تین اور ہندو جوتشیوں کے نام لئے ہیں (۲) -

۱ - جودر ہندی - اس کی کتاب کا نام کتاب السوالید (پیدایشوں کي کتاب) ہے -

۲ - نہک یا نایگ (نہق) ہندي - اس کي کتاب کا نام کتاب اسرارالمسائل (سوالوں کے بھید) ہے -

۳ - سنگھل ہندی (صنجھل) - اس کی کتاب کا نام کتاب السوالید الکبیر (پیدایشوں کی بڑی کتاب) - سنگھل کا نام بیروني نے بھی نجوم کے بیان میں لیا ہے (۳) -

ہندوستان کی کسی زبان سے ایک کتاب ہتھیلی کي لکیروں اور ہاتھوں کے دیکھہ کر حال بتانے کی عربی میں ترجمہ ہوئی (۴) -

---

(۱) ابن ندیم ص ۲۷۸ -

(۲) ایضاً ص ۲۷۱ -

(۳) کتاب الہند صفحہ ۷۶ -

(۴) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

نیز ایک اور کتاب "زجرالھند" ہندی فال پر (۱) ہے -

سانپوں کا علم

ہندوستان کے لوگ سانپوں کے اقسام اور ان کے جھاڑ پھونک اور منتر میں مشہور ہیں، اور اس کا نام ان کے ہاں "سرپ ودیا" ہے - راے نامی ایک پنڈت کی کتاب اس فن میں ترجمہ ہوئی جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زہروں کا بیان تھا (۲) - عربی میں ایک اور ہندی پنڈت کی کتاب کا ذکر ہے جو اسی فن پر تھی (۳) -

زہروں کا علم

ہندوستان کو اس فن میں بھی کمال تھا - زکریا قزوینی نے آثارالبلاد میں "ہند" کے ذکر میں "بیش" نام ایک جڑی کا، اور راجاؤں میں باہم اس کے ذریعہ ایک دوسرے کو دوستی کے پردہ میں مارنے کا عجیب قصہ لکھا ہے - یہہ بیش لفظ ہندی کا "بش" ہے جس کے معنی زہر کے ہیں - بہر حال بادشاہوں کو اپنی حفاظت اور

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۱۴ -
(۲) ایضاً صفحہ ۳۰۳ -
(۳) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ص ۳۳ (مصر) -

اپنی جان بچانے کے لئے اس علم سے واقفیت کی بڑی ضرورت رهتی تھی - عربی میں چانک یا شاناق پنڈت کی کتاب کا جو لڑائي پر هے نام پہلے آچکا هے ' جس کا آخری باب ""کھانا اور زهر تھا"" تھا - معلوم هوتا هے که اس کے علاوہ خاص زهروں کے بیان میں بھی اس کی کوئی کتاب تھی جو ساتویں صدی هجری (تیرهویں صدی عیسوی) تک عربي میں موجود تھي ' کیونکه ابن ابی اصیبعه نے سنه ۶۶۸ ھ (سنه ۱۲۷۰ ع) نے اس کتاب کا پورا حال اس طرح لکھا هے که ""یهه کتاب پانچ بابوں میں هے - منکه یا مانک پنڈت نے یحیی بن خالد برمکی کے لئے فارسی میں ابوحاتم بلخی کی مدد سے ترجمه کیا ' پھر عباس بن سعید جوهری نے اس کا دوبارہ ترجمه خلیفه مامون الرشید (سنه ۲۱۸ ھ) کے لئے کیا (۱)"" - اسی زهروں کے فن پر مصنف کا نام لئے بغیر ایک کتاب کا ذکر جو هندي سے عربی هیں ترجمه هوئی ابن ندیم کی فهرست میں بھی موجود هے (۲) -

موسیقی

جاحظ (سنه ۲۵۵ ھ) کا بیان گذر چکا هے ' جس میں اس نے هندوستان کی موسیقی کی تعریف کی هے

---

(۱) عیون الانباء في طبقات الاطباء صفحه ۳۳ -

(۲) صفحه ۳۱۷ -

اور خاص طور سے یک‌تارے کا ذکر کیا ہے - بغداد کی تصنیفات میں ہندی موسیقی پر کسی کتاب کا نام نہیں ملتا لیکن اسپین کے ایک علمی مؤرخ قاضی صاعد اندلسی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) نے لکھا ہے کہ "موسیقی میں ہندوستان کی ایک کتاب نافر ہم تک پہنچی ہے جس کے لغوی معنی "دانائی کے پھل" کے ہیں اور جس میں راگوں اور سروں کا بیان ہے (۱) - عجب نہیں کہ یہہ فارسی کا "نوبر" (نیا پھل) نام ہو اور فارسی ترجمہ کے ذریعہ سے عربی میں یہہ کتاب منتقل ہوئی ہو لیکن میرے ایک ہندو دوست نافر کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ "ناد" ہوگا جو سنسکرت میں آواز کو کہتے ہیں -

مہابھارت

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب مجمل التواریخ پیرس لائبریری میں ہے جس میں بہت کچھہ مہابھارت کے قصے ہیں - اس کتاب کے مقدمہ میں ہے کہ اس کو سنسکرت (ہندوانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا پھر سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کا عربی میں

---

(۱) طبقات‌الامم قاضی صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ (بیروت) -

ترجمہ کیا - ایلیٹ صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ دیا ہے - (۱)

سیاست جنگ اور راجنیت

اس فن میں ہندی زبان (سنسکرت یا پالی ؟) سے عربی میں دو ہندو فاضلوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان میں سے ایک کا نام عرب شاناق بتاتے ہیں ، اور دوسرے کا یاکھر یا یاجھر - شاید پہلا نام چانک ہو اور دوسرا ویاگھر - چانک یا شاناک ہندی کی کتاب کا مضمون یہہ ہے : "لڑائی کا انتظام اور بادشاہ کو کیسے آدمی چننا چاہئے ، اور سواروں کی ترتیب ، اور کھانا اور زہر" (۲) - اور یاجھر یا ویاگھر کی کتاب "تلواروں کی پہچان اور اس کی خوبیوں اور اس کے نشانات" میں ہے (۳) - سنسکرت سے ایک اور کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا عربی نام "ادب الملک" یعنی "سلطنت کے طریقے" ہے - اس کتاب کے عربی مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے - زمانہ کا پتہ نہیں ہے - اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے - یہہ ترجمہ سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا

---

(۱) تاریخ ہند الیٹ جلد اول صفحہ ۱۰۰ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۱۵ -

(۳) ایضاً -

تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا ' (۱)

کیمیا

پرانی کیمیا کی اصلیت جو کچھہ ہو مگر اس فن میں ایک ہندو فاضل کی کتاب کے ترجمہ کا پتہ ابن ندیم میں ملتا ہے ' (۲) اور مشہور عرب کیمیا ساز جابر بن حیان کی ایک کتاب خاطف بھی اسی ہندی نسبت کے ساتھہ مذکور ہے ' (۳) لیکن اس ہندی فاضل کا نام بہت مشکوک ہے -

حدود منطق

فہرست ابن ندیم (سنہ ۳۷۷ ھ) میں ایک عربی کتاب کا جو ہندی سے ترجمہ ہوئی اس طرح ذکر ہے : " کتاب حدود منطق الہند " (۴) (ہندوستان کی منطق کے حدود) لیکن یعقوبی (سنہ ۲۷۸ ھ) نے جو ابن ندیم سے سو برس پہلے گذرا ہے اس کتاب کا ذکر منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ضمن میں اس نام سے کیا ہے " کتاب

---

(۱) الیٹ جلد اول صفحہ ۱۱۲ -
(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۵۳ -
(۳) ایضاً صفحہ ۳۵۹ -
(۴) ایضاً ص ۳۰۵ -

"طوفانی علم حدودالمنطق" (۱) (طوفا (توپا) کی کتاب، منطق کے حدود کے علم میں) بحث یہہ ہے کہ اس منطق سے علم منطق کی اصطلاح مراد ہے، جس کو نیایہ (لاجک) کہتے ہیں، یا اس لفظ کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی بولنا اور کتاب محض قصہ کہانی ہو یا ادب و اخلاق میں ہو اور اس سے مقصود یہہ ہو کہ انسان کے بولنے کے حدود بتانے والی کتاب کہ کہاں بولنا اور کہاں نہ بولنا چاہئے اور کس طرح بولنا چاہئے - ابن ندیم نے اس کتاب کا ذکر اس عنوان کے نیچے کیا ہے: "اُن ہندی کتابوں کے نام جو قصہ کہانی اور افسانہ ہیں -" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ منطق میں نہ تھی -

معانی و بیان

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے اپنی کتاب‌البیان والتبیین میں لکھا ہے (۲) کہ "جس زمانہ میں یحییٰ بن خالد برمکی نے بہت سے ہندو پنڈتوں کو بلوایا تھا، معمر نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ اہل ہند کے نزدیک بلاغت کس کو کہتے ہیں؟ اُس نے کہا میرے پاس اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن

---

(۱) یعقوبی ص ۱۰۵ -

(۲) کتاب‌البیان والتبیین جلد اول صفحہ ۴۰ (مصر) -

میں اس کا ترجمہ نہیں کر سکتا اور نہ یہہ فن میں جانتا ہوں - معمر کا بیان ہے کہ میں اس مختصر رسالہ کو لے کر مترجموں کے پاس گیا انہوں نے اس کا یہہ ترجمہ کیا - اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا خلاصہ ایک صفحہ میں دیا ہے جس میں یہہ بحث ہے کہ مقرر کو کیسا ہونا چاہئے اور کس وقت کے لئے کیسی تقریر مناسب ہے - "

منتر ، کرتب ، اور جادو

ہندوستان کا یہہ مشہور پرانا فن ہے اور اکثر عربی کتابوں میں جہاں ہندوستان کی خصوصیتوں کا ذکر ہے یہاں کے کرتبوں ، بازیگروں اور جادوگروں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے - ابن ندیم کہتا ہے " اہل ہند کو جادو اور منتر کا بہت اعتقاد ہے - " پھر کہتا ہے کہ " اہل ہند علم توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اوز اس فن میں اُن کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھہ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے - " علم توہم سے مقصود شاید وہی چیز ہے جس کو آج مسمرزم کہتے ہیں (۱) - یعقوبی نے اس کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ " جیسا کہ خیال کر کے یقین دلایا جائے

---

(۱) الفہرست ص ۳۰۹ -

ویسا ہی ہو" (۱) - اور لکھا ہے کہ کیہن نام ایک راجہ اس کا موجد ہے -

ابن ندیم ایک ہندو مصنف کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اڈیٹر سے بھی پڑھا نہیں گیا اور اسی طرح لکیر بنا کر اس نے چھوڑ دیا ہے - بظاہر "سیسہ ہندی" معلوم ہوتا ہے - پھر لکھتا ہے "یہہ پرانے لوگوں میں ہے اس کا طریقہ نیرنگ و نظربندي میں ہندوستان کا طریقہ ہے، اس کی ایک کتاب ہے جس میں توہم والوں (مسمرائزر ؟) کا طریقہ اختیار کیا ہے (۲) -

کہانی اور افسانے

اس ضمن میں ہندوستان کی کئی کتابیں عربي میں ترجمہ ہوئیں جن میں سے دو کے نام سندباد حکیم (پنڈت) کي کتاب ہے - اس کے دو نسخے ہیں، ایک چھوٹا، دوسرا بڑا - اس کتاب کے متعلق بعضوں کا خیال ہے کہ وہ ایرانیوں کی تصنیف ہے مگر ابن ندیم کہتا ہے کہ "صحیح یہہ ہے کہ یہہ ہندوستان کی تصنیف ہے" - یہہ ممکن ہے کہ بعض دوسری کتابوں کي طرح یہہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہو اور پھر

---

(۱) یعقوبي ج ۱ ص ۹۷ -

(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۱۲ -

فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو اور اس لئے لوگوں کو اس کے ایرانی ہونے کا دھوکا ہوا ہو -

الف لیلہ میں سند باد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں ، جن میں سے ایک میں سند باد نام ایک تاجر کے دریائی سفر کے اور دوسرے میں خشکی کے اسفر کے عجیب و غریب واقعات درج ہیں - اس سند باد کے لفظ سے بعض صاحبوں کو یہہ شبہہ ہوا (۱) کہ وہ ہندی قصہ یہی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اول تو یہہ حکیم سندباد (۲) کے قصے اور الف لیلہ میں تاجر سندباد کے قصے ہیں ، دوسرے الف لیلہ کے سندباد کے سفر کے جو قصے ہیں وہ ہندو ذہنیت اور حالات کے قطعاً موافق نہیں - پھر مسعودی (۳) نے اس واقعہ کے اجزا یہہ لکھے ہیں "سات وزیروں ، ایک گرو ، ایک لڑکا ، ایک رانی والی کہانی" - یہہ الف لیلہ کے سندباد پر چسپاں نہیں -

ان کے علاوہ ہندی کی چند اور کہانیاں بھی عربوں نے اپنی زبان میں نقل کرائیں جن میں سے ایک

---

(۱) رسائل شبلی ص ۲۶۳ ، طبع اول مضمون تراجم -

(۲) فہرست ص ۳۰۵ سطر ۲ و ۲۰ و یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵ -

(۳) تاریخ مروج الذهب مسعودی ج ۱ ص ۱۶۲ (لیڈن) -

دیپک هندی کی کہانی هے ، جس میں ایک عورت اور مرد کا قصه هے - ایک حضرت آدم کے زمین میں آنے کی کہانی هے (۱) - معلوم نہیں اس کہانی سے کون سی دیوبانی کہانی کی طرف اشارہ هے - اسی طرح ایک راجه کي کہانی هے ، جس میں لڑنے اور تیرنے کا بیان هے - ایک اور کہانی میں دو هندیوں کا حال هے جن میں سے ایک سخی داتا اور دوسرا کنجوس تھا ، دونوں کا سخاوت اور کنجوس‌پن میں مناظرہ اور راجه کا پھر فیصله هے (۲) - ایک اور کتاب تریاچرتر (عورتوں کے فریب) میں ترجمه هوئی - اس کے مصنف کا نام راجه کوش لکھا هے (۳) -

ایک اور کتاب علم‌الهند (حکم‌الهند ؟) کا بھی پته چلتا هے جس کا پہلے نثر میں ترجمه هوا تھا پھر ابان شاعر (۴) نے اس کو نظم میں منتقل کیا - هندوستان کے متعدد قصوں اور کہانیوں کے حواله اخوان‌الصفا کے رسائل میں ملتے هیں -

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۳۰۵ -

(۲) ایضاً ص ۳۱٦ -

(۳) تاریخ یعقوبي جلد اول صفحه ۱۰۵ -

(۴) ابن ندیم صفحه ۱۱۹ غالباً یه کتاب وهي کلیله دمنه هے جس کا ذکر آگے آتا هے -

اخلاق و حکمت

پرانے حکیموں کا دستور تھا کہ وہ اخلاق ، حکمت ، اور دانائی کی باتیں قصوں کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیا کرتے تھے اور کتوں ، چوہوں ، بلیوں ، کووں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے - سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی کلیلہ دمنہ ہے ، جس کا البیرونی کے بیان کے مطابق سنسکرت نام "پنچ تنتر" ہے - یہہ کتاب اسلام سے پہلے سنسکرت سے ایران کے ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں فارسی میں ترجمہ ہوئی ، پھر عبداللہ بن مقفع نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں عربی میں اس کو منتقل کیا - اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلاطین اور امرا نے اس کی اتنی قدر کی کہ عربی سے فارسي میں ، فارسی سے عربی میں ، نظم سے نثر میں ، اور نثر سے نظم میں ، اس کي متعدد نقلیں ہوتی رہیں ، اور مترجم ، شاعر ، اور نثار اس کے ترجمۂ نظم اور انشا میں اپنا جوہر دکھا دکھا کر مسلمان بادشاہوں سے گراں‌قدر انعام پاتے رہے - دوسری صدی کے آخر میں ابان نام عربی کے ایک شاعر نے جب اس کا عربي نظم میں ترجمہ کر کے ہارون‌الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے اُس کو ایک لاکھہ درہم

انعام دیا (۱) - عربی زبان سے اس کتاب کے ترجمے دنیا بھر کی زبانوں میں ہوئے - یورپ، ایشیا، اور افریقہ کی کوئی مہذب زبان نہیں جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا - اس کتاب کے تراجم اور نسخوں کے الٹ پھیر کی خود ایک مستقل تاریخ ہے - اردو میں ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس علی گڈھہ منعقدۂ سنہ ۱۸۹۱ ع میں اس پر ایک مفصل محققانہ لکچر دیا ہے - اس کے متعلق دوسرا مضمون راقم کا ہے جو علی گڈھہ کے منتھلی میگزین میں شاید سنہ ۱۹۰۵ ع یا اس کے ایک آدھہ سال آگے پیچھے شائع ہوا ہے -

اس کتاب کا مصنف بیدپا پنڈت اور جس راجہ کے لئے لکھی گئی اُس کا نام وابشلیم بتایا گیا ہے - بادشاہوں کو جن باتوں کی ضرورت ہے جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے دس بابوں میں اُن کی تعلیم دی گئی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وابشلیم جس راجہ کا نام بتایا گیا ہے وہ گجرات کا راجہ تھا، کیونکہ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کے عرب سیاح ابن حوقل نے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کا نام لےکر لکھا ہے کہ "تمثیلوں والی کتاب (کتاب الامثال)

---

(۱) کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری، مطبوعہ ویانا (استریا) سنہ ۱۹۲۶ء صفحہ ۲۵۹ -

والا راجہ" (۱) اور عربی میں تمثیلوں والی کتاب یہی کلیلہ دمنہ سمجھی جاتی ہے - یعقوبی نے لکھا ہے کہ راجہ وابشلیم کے عہد میں بیدپا پنڈت نے یہہ کتاب لکھی (۲) اور فرشتہ میں ہے کہ سلطان محمود کے حملۂ گجرات کے وقت گجرات کے معزول راجہ کے خاندان کا لقب وابشلیم تھا -

پروفیسر زخاؤ کی غلطی

انڈیا کے مقدمہ میں پروفیسر زخاؤ نے ابن ندیم کے حوالہ سے کتاب بیدپانی الحکمۃ (بیدپا کی کتاب دانائی میں) کا نام لیا ہے ' اور اس کی تحقیق یہہ کی ہے کہ بیدپا اصل میں ویدویاس ہے ' جو ویدانت کے بانی تھے - اس لئے دانائی کے فن میں بید پا کی کتاب سے مراد ویدانت ہے - پھر اس غلط قیاس پر ایک اور قیاس کھڑا کر لیا کہ مسلمانوں میں وحدت وجود کا فلسفہ اسی ویدویاس ویدانت کے ترجمہ سے آیا (۳) - ہم کو اس سے انکار نہیں کہ بعد کے مسلمان صوفیوں پر ویدانت کا اثر نہیں پڑا لیکن اس سے انکار ہے کہ اس قدیم عہد میں ویدانت سے عربوں اور مسلمانوں

---

(۱) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۷ -

(۲) جلد اول ص ۹۷ -

(۳) مقدمۂ انڈیا صفحہ ۳۳ -

کو کسی قسم کی واقفیت تھی - ابتدائی مسلمان صوفیوں کی وحدت وجود پر اسکندریا کے نیو افلاطونی فلسفہ کا اثر البتہ پڑا ہے - بہر حال اس مسئلہ کی تاریخ سے یہاں بحث نہیں ، بلکہ ابن ندیم کے اس فقرہ سے فاضل مستشرق کو جو دھوکا ہوا ہے اس کو دور کرنا مقصود ہے ، عربی میں حکمت ، دانائی ، عقلمندی ، اور تمثیلوں کے ذریعہ سے جو عقل اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں ان کو حکمت کہتے ہیں - بیدپا کی کتاب سے مراد یہی کلیلہ دمنہ والی کتاب ہے جس کا مصنف اس کے فارسی ترجمہ کے شروع میں بیدپا پنڈت بتایا گیا ہے (۱) ، اور جس کا موضوع قصوں اور تمثیلوں میں عقل اور حکمت کی باتیں سکھانا ہے - اسی لئے ابن ندیم نے بیدپا کی کتاب حکمت کا نام قصوں اور افسانوں کے ضمن میں لیا ہے فلسفہ کے ضمن میں نہیں لیا ہے -

بہر حال یہہ وہ اہم کتاب ہے جس کو ہندوستان کے دماغ نے پیدا کیا اور عربوں کی کوششوں نے اس کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا - بیرونی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن مقفع جو مانی (مجوسی فرقہ) مذہب کا پیرو تھا اس نے اپنے خیال و اعتقاد کے مطابق اصل

---

(۱) یعقوبی جلد اول ص ۹۷ -

کتاب کے ترجمہ میں تحریفیں کی ھیں - میری دلی خواھش تھی کہ اس کی اصل کتاب پنچ تنتر سے صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ کرنے کا مجھے موقع مل سکتا (۱)، مگر معلوم ھوتا ھے کہ بیرونی کو اس کا موقع نہ مل سکا - یہہ کتاب عربی مین عام ھے اور بچوں کے نصاب میں آج کل بھی کہیں کہیں داخل ھے -

ھندی حکمت و دانش کی دوسری کتاب "بوذاسف و بلوھر" ھے، جس کی شہرت گو کلیہ دمنہ سے کم ھے مگر اس کی اھمیت اور بلندی اس سے کہیں بہت بڑھکر ھے - ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ھندی افسانوں میں کیا ھے جو عربي میں ترجمہ ھوئے ھیں - اس میں تو کوئی شک ھی نہیں کہ بوذاسف سے بدھہ مطلب ھے - پراني فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بوداسف کی جگہ بوذاسف ھو گیا اخیر حرف سف بقول زخاؤ ستو ھے - بودھی‌ستو کا بوذاسف ھو گیا ھے، کہ خاص قسم کے واؤ جیسے رومن کی ۷ عربی میں ف ھو جاتی ھے، اور بلوھر کی اصل زخاؤ صاحب "پروھیتر" سمجھتے ھیں جس کے معنی گرو کے ھیں - اس کتاب میں بدھہ کی پیدایش، تربیت، اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ھونا اور اس کی خبر

---

(۱) کتاب‌الھند صفحہ ۲۷۶ (لندن) -

سن کر سراندیب کے ایک جوگی (فقیر) کا سوداگر کے لباس میں اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ میں اور حکایتوں اور تمثیلوں میں شاگرد و استاد کا دنیا کے سربستہ رازوں اور کائنات کے لاینحل عقدوں پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہے - یہہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی اور مذہبی حلقوں میں اس قدر پسند کی گئی کہ عیسائیوں نے اس کو اپنے ایک مقدس ولی کی طرف منسوب کر لیا - مسلمانوں کے ایک فرقہ نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بنایا - اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تخیل (یا اسکول آف تھاٹ) کے طریق پر یہہ کتاب چوتھی صدی میں ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک خاص فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے - اس کتاب میں بھی اس بوذاسف و بلوہر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہیں - تیس برس ہوے کہ مولوی عبدالغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے اس کا عربی سے نہایت سلیس اُردو میں ترجمہ کیا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس کتاب کا یہہ اردو ترجمہ چھپا اور میرے نگراں عزیز کے پاس یہہ آئی تو اس وقت میں عربی کی معمولی کتابیں پڑھتا تھا - میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے

کی خواهش ظاهر کی مگر انهوں نے یهه کهکر دینے سے انکار کیا که تم اس کو پڑهکر دنیا سے بیزار هو جاؤ گے اور لکهنا پڑهنا چهوڑ دو گے - اس فقره نے میرے شوق کو "ارتکاب جرم" پر آماده کر دیا - رات کو جب وه سو گئے تو ان کی میز پر سے میں یهه کتاب چپکے سے اٹها لایا اور صبح هوتے هوتے اس کو ختم کر کے پهر میز پر جا کر رکهه دیا - وه دن هے اور آج کا دن هے که میری نظر میں وه کتاب دنیا کی ان چند کتابوں میں سے هے جن کی تاثیر گنهگاروں کے دلوں میں بهي گهر کر لیتی هے اس میں بعض ایسي موثر مثالیں بهی هیں جو آج مسیح کے کلام میں هم کو ملتي هیں اور هم نهیں کهه سکتے که یهه موتی کس سمندر کي تهه سے پهلے نکلے هیں -

خاتمه پر ان دو مسلمان فاضلوں کا ذکر کرنا هے جو سیر و سیاحت کي غرض سے نهیں بلکه هندوستان کے علم و فن کي گنگا سے سیراب هونے کے لئے اس ملک میں آئے اور کامیاب واپس گئے -

تنوخی

ان میں پهلا شخص محمد بن اسماعیل تنوخی هے - غالباً اس کا زمانه تیسری صدی هجری (نویں صدی عیسوی) کا هوگا - یهه نجوم اور هیئت کا مشهور عالم

تھا - یہاں وہ اپنے فن کے متعلق بہت سے نادر معلومات لے کر واپس گیا (۱) -

افسوس ہے کہ اس فاضل کے حالات کا کچھہ زیادہ علم نہیں ، اور اگر اسپین کا ایک مسلمان مؤرخ قاضی صاعد اس کا ذکر نہ کرتا تو شاید اس کا نام بھی نہ معلوم ہوتا -

بیرونی

دوسرا فاضل مشہور حکیم و ریاضی داں خوارزم کا ابوریحان بیرونی ہے - اس فاضل کو دنیا کی مختلف قوموں کے خیالات ، معتقدات ، اور مسائل جاننے کا خاص شوق تھا ، چنانچہ اس کی تصانیف میں سے شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس سے اس کے اس ذوق کا پتہ نہ چلتا ہو - اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہندوستان سے پہلے بھی ہندوستان اور اس کے علوم کے متعلق پہلے مصنفین کے ذریعہ سے بہت کچھہ واقف تھا - اس کے زمانہ تک عربی علوم اور مسلمانوں کی علمی تحقیقات درجۂ کمال کو پہنچ گئی تھی ، اور جن علوم کو انھوں نے ہندوؤں ، ایرانیوں ، اور یونانیوں سے سیکھا تھا ان کو ترقی دے کر بہت کچھہ بڑھا دیا تھا ، بہت سے

---

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسی ص ۵۶ بیروت ، و اخبار الحکما قفطی ص ۸۵ (مصر) -

غلط مسئلوں کی تصحیح اور ناقص باتوں کی تکمیل کر چکے تھے - اس لئے بیرونی کو جدت پسندی کے سوا هندوستان کے علوم کے سیکھنے کی کوئی اور وجه نه تھی -

بهر حال یهه صاف نهیں معلوم هوتا که وه هندوستان کب آیا ، اور یهاں کتنے دن رها اور کهاں کهاں پھرا مگر اتنا معلوم هے که سنه ۴۰۸ ھ میں خوارزم سے غزنین آیا تھا اور سنه ۴۲۳ ھ میں غزنین میں اس نے کتاب الهند ختم کی - سلطان محمود اس سے تین سال پهلے سنه ۴۲۰ ھ میں وفات پاچکا تھا - اب اس کے هندوستان کے قیام کا زمانه سنه ۴۰۸ ھ سے سنه ۴۲۲ ھ تک معلوم هوتا هے جو باره تیره برس کا زمانه هے - فارسی میں حکما اور فلاسفه کی تاریخ میں ایک کتاب درة الاخبار هے جو علی بن زید بیهقی (المتوفی سنه ۵٦۵ ھ) کی عربی کتاب تتمه صنوان الحکمة کا ترجمه هے - اس میں لکھا هے که "اس نے ۴۰ برس هندوستان میں گذارے" - اگر یهه مدت صحیح هو (۱) ، تو گویا هندوستان میں اس نے پهلا قدم سنه ۳۸۳ ھ میں رکھا جب غزنویوں کا وجود

---

(۱) یهه کتاب اورینٹل کالج میگزین لاهور بابت فروری سنه ۱۹۲۹ ع کے ضمیمه میں شائع هونی شروع هوئی هے - اصل کتاب میں صرف "دربلاد" هے ، مگر اڈیٹر نے اصل کتاب تتمة سے لے کر اس کے بعد "هند" کا لفظ بڑھا دیا هے -

بھی نہ تھا - مگر بیرونی کی زندگی کی مختلف تاریخوں کے ملانے سے اتنا پہلے اس کا ھندوستان آنا صحیح نہیں معلوم ہوتا - گو اس کا سفر ھندوستان میں پنجاب اور سندھہ سے آگے نہیں بڑھا (۱) مگر ھندوستان کا جو جغرافیہ اس نے کتاب الہند میں لکھا ھے اس میں اس نے پورے ھندوستان کو ناپ دیا ھے اور اپنی دوسری کتاب قانون مسعودی میں جو اس کے چند سال بعد اس نے لکھی ھے اس میں ھندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کا طول بلد اور عرض بلد اس نے لکھا ھے -

بہر حال وہ ھندوستان میں اُس وقت داخل ہوا جب ھندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں سے زیر و زبر ہو رہی تھی - مگر عین اُسی وقت علم و فن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین سے ھندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا، اور اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ہی دل میں جل رہا تھا - (۲) اس نے کتاب الہند لکھہ کر جیسا کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ھے ایک طرف مسلمانوں کو یہہ فخر بخشا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی جس نے یونانی سفیروں، اور چینی سیاحوں کے ھندوستان کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا، دوسری طرف

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۱، (لندن) -

(۲) کتاب الہند بیرونی کا مقدمہ -

ہندوستان پر یہہ احسان کیا کہ اُس کے پرانے تمدن، پرانے علوم، اور پرانے خیالات کو دنیا میں قائم اور باقی رکھا - اُس وقت کے ہندوستان کے علمی غرور کے متعلق بیرونی کا یہہ فقرہ یاد رکھنے کے قابل ھے - لکھتا ھے کہ "ہندوؤں کو اپنے سوا اوروں کی واقفیت کچھہ نہیں ھے - اُن کو یہہ پختہ یقین ھے کہ دنیا میں اُن کے دیس کے سوا کوئی اور دیس نہیں اور نہ اور کوئی قوم اس دنیا میں بسنےوالی ھے اور نہ اُن کے سوا کسی کے پاس علم ھے یہاں تک کہ جب، اُن کو خراسان اور فارس کے کسی عالم کا نام بتایا جاتا ھے تو اُس بتانے والے کو جاھل و نادان سمجھتے ھیں" - پھر کہتا ھے کہ "اگر یہہ لوگ دوسری قوموں سے ملیں جلیں تو اُن کا یہہ خیال درست ہو سکتا ھے" - پھر کہتا ھے کہ "اگلے ہندو پنڈت ایسے نہ تھے - وہ دوسری قوموں سے بھی فائدہ اتھانے میں کمی نہیں کرتے تھے، چنانچہ وراہ مہر کہتا ھے کہ "یونانی اگر ناپاک اور ملیچھہ ھیں تب بھی اُن کی عزت اُن کے علم کے سبب سے کرنی چاھئے" - آگے چل کر بیرونی کہتا ھے کہ "جب تک مجھے اُن کی زبان نہیں آتی تھی تو اُن کے سامنے میں شاگردوں کی طرح بیتھتا تھا لیکن جب اُن کی کچھہ زبان آگئی اور میں نے ھیئت اور حساب میں اُن کو مسائل اور دلائل اور تحقیقات بتانی شروع کی تو وہ حیرت میں آگئے اور خود مجھہ سے سیکھنے

لگے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ تم کس پنڈت کے شاگرد ہو؟ پھر جب میں نے اُن کی علمی حیثیت کی کمزوری دکھانی شروع کی تو وہ مجھے جادوگر یا غیب جاننے والا سمجھنے لگے اور ودیا ساگر کہنے لگے" (۱) -

بیرونی کا بڑا کارنامہ یہہ ھے کہ اس نے ہندؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمی سفارت کا کام انجام دیا - اس نے عربوں اور ایرانیوں کو ہندؤں کے علوم سے اور ہندؤں کو عربوں اور ایرانیوں کی تحقیقات سے آگاہ کیا - اس نے عربی جاننے‌والوں کے لئے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لئے عربی سے کتابیں ترجمہ کیں اور اس طرح وہ قرض ادا کیا جو ہندوستان کا مدت سے عربی زبان کے علوم و فنون پر چلا آرہا تھا - اس نے ہندوستان کے متعلق تین قسم کی کتابیں لکھیں - ایک عربی سے سنسکرت میں، دوسری سنسکرت سے عربی میں اور تیسری ہندی علوم اور مسئلوں کی چھان‌بین اور جانچ پرتال میں -

اس کی وہ کتابیں جو اس نے ہندؤں کے لئے لکھیں یہہ ہیں :

(۱) ہندوستان کے جوتشیوں کے سوالات کے جواب -

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۲ -

(۲) کشمیر کے پنڈتوں کے دس سوالوں کے جواب اور ان کے شبہوں کا حل ۔

(۳) اصطرلاب پر ایک رسالہ ۔

(۴) بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ ۔

(۵) اقلیدس کے مقالے ۔

(۶) ہیئت پر ایک کتاب ۔

اس کی دوسری قسم کی کتابیں جو عربی جاننے والوں کے لئے اس نے لکھیں یہہ ہیں :۔

(۱) کتاب الہند ، ہندوؤں کے عقائد ، علوم اور تحقیقات کا خلاصہ ۔

(۲) برہم‌گپت کی پانی‌ساسی ڈھانت کا عربی میں ترجمہ ۔

(۳) برہم‌گپت کی برہم‌سدھانت کا ترجمہ ۔

(۴) چندرگرہن اور سورج‌گرہن پر ہندی تحقیقات کا ترجمہ ۔

(۵) ہندوستان کی رقم (آنک) کے حساب و شمار میں ۔

(۶) حساب سکھانے میں ہندوستان کے نقوش کی کیفیت ۔

(۷) هندی اربعه متناسبه (ترے راشک) کا ترجمه -

(۸) سانکهیه کا ترجمه (فلسفه) -

(۹) پتنجلی کا ترجمه -

(۱۰) وراه مهر کی کتاب لگهو جاتکم کا ترجمه (ولادت کے بیان میں) -

(۱۱) وسو دیو کے دوباره دنیا میں آنے پر ایک رساله ، وغیره -

تیسری قسم کی کتابیں یهه هیں :-

(۱) سدهانت ، آریه بهٹ ، اور کهنڈ یا کهنڈ - جو هندی هیئت کی کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمه هوئی تهیں ان میں مصنفوں یا مترجموں سے جو غلطیاں هوئیں ان کی تصحیح -

(۲) خاص سدهانت پر پانچ سو صفحوں کی ایک کتاب جس کا نام جوامع الموجود بخواطر الهنود هے -

(۳) اس بیان میں ایک رساله که اعداد کے لکهنے کا طریقه باعتبار هندی کے عربی میں زیاده صحیح هے -

(۴) هندی اصول پر جوتش کے بعض اصول کی تصحیح (فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی النمودارات) - قانون مسعودی کے پانچویں مقاله میں بیرونی نے هندوستان کے حسب

ذیل شہروں کا طول بلد اور عرض بلد بتایا ہے - لوہاور (لاہور) اوستان (اوستھان) جو کشمیر کا پایہ تخت تھا، نیپال (کہتا ہے کہ یہہ ہندوستان اور تبت کے بیچ میں ایک کمین گاہ ہے)، ویہند (وادی سندھہ میں ہندوستان کا خاص شہر تھا)، سیالکوت، مولتان، تیز (بلوچستان کا بندر)، سومنات (سومناتھہ)، نہلوالہ (نہروالہ)، کھمبایت، وھار (مالوہ) اوزین (اجین) بھروچ وسط ہندوستان میں کالنجر، ماھورہ (متھرا)، قنوج (کہتا ہے کہ قنوج کی سلطنت ملک کے بیچ کا حصہ ہے، اور بڑے بڑے راجاؤں کی راجدھانی رہا ہے، گنگا کے پچھم ہے)، ماری (یہہ سلطنت قنوج کی موجودہ راجدھانی ہے)، گوالیار کا قلعہ، لوبرانی، دیبل، (سندھہ کا بندر)، کجوراھہ، اجودھہ (اجودھیا)، بانارس (بنارس، کہتا ہے کہ یہہ مقدس شہر ہے اور وہیں آج ہندوؤں کے علوم ہیں)، جزیرہ لنکا، جمکوت، تنجاور، سنگلدیپ، منکری، (مہانگری ؟) -

ہندوستان میں بیرونی نے ایک اور عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے، یعنی زمین کا دور ناپنا - عربوں میں زمین کے دور کی پیمایش مامون الرشید نے تیسری صدی ہجری کے شروع میں کرائی تھی، جس پر اب دو سو برس گذر چکے تھے - بیرونی کو اس کی تحقیق کا بڑا شوق تھا، ایسے موقع کا میدان اس کو خوارزم یا افغانستان میں نہیں ملا - ہندوستان میں اس کو اتفاق سے ایسا میدان مل گیا، جس کے ایک طرف پہاڑ بھی تھا،

چنانچہ اس نے اسی میدان میں اپنے ھندسی قاعدہ کے مطابق زمین کے دور کی پیمایش کي (١) -

علم ھیئت اور فلکیات کے متعلق ھندوستان اور سنسکرت کا پورا قرض مسلمانوں نے اکبر اور محمد شاہ کے زمانہ میں ادا کیا - اکبر نے زیچ الغ بیگی کا جو اسلامی فلکی تحقیقات اور تیموری رصد خانہ واقع مراغہ کے تازہ مشاهدات کا مجموعہ تھا ، سنسکرت میں ترجمہ کرایا (٢) اور محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جےسنگھہ نے جب دھلی بنارس اور جےپور میں رصد خانے قائم کرائے ، تو عربی کي اونچی علم ھیئت کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں (٣) -

سنجیدہ کھیل

علم اور فن کے ٹھوس اصطلاحات اور مضامین پر بحث سنتے سنتے شاید حاضرین کی طبیعتیں گھبرا گئی ھوں اس لئے خاتمہ میں کھیل کی بساط بچھاتا ھوں کہ آخر میں تھوڑی دیر کھلنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے تفریح رھے - دنیا کے دو کھیل مشھور ھیں یعنی شطرنج اور چوسر (نرد) دونوں ھی ھندوستان کے دماغ

---

(١) قانون مسعودي - اسکا قلمی نسخہ علیگڈھہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا -

(٢) آئین اکبري -

(٣) سبحۃ المرجان في تاریخ ھندوستان آزاد بلگرامي -

کی ایجاد ہیں - عرب مصنفوں میں سب سے بہتر اس مضمون پر یعقوبی نے لکھا ہے - اس نے بتایا ہے کہ یہہ محض کھیل نہیں ہیں بلکہ حساب اور ہیئت کے نازک مسئلوں پر اس کی بنیاد ہے پھر اس نے ان مسئلوں کی تشریح کی ہے کہ یہہ بساط در حقیقت انقلاب روزگار کا نقشہ ہے - اس کے خانے آسمانی بروج ۳۶۰ دن ، ہر دن کے ۲۴ گھنٹے ، ۱۲ گھنٹوں کا دن ، اور ۱۳ گھنٹوں کی رات کا پورا نقشہ ؛ چوسر کی بساط ، چوسر کے نشانات اور چوسر کے کھیل میں ہے - اور شطرنج کی بنیاد کل ۶۴ خانوں ، پھر ۳۲ ، پھر ۱۶ ، پھر ۸ ، پھر ۴ پر ہے - لیکن ان حسابی داؤں پیچوں کے علاوہ اس نکتہ پر بہت کم غور کیا گیا ہے کہ یہہ دونوں کھیل ہندوستان کے دو مذہبی یا فلسفیانہ مسلکوں یا اسکولوں کی تشریح ہیں - چوسر اس ثبوت میں ہے کہ انسان محض مجبور ہے اور آسمان اور ستاروں کی گردشیں جو کچھہ چاہتی ہیں وہ اُس سے کراتی ہیں - دنیا کے میدان میں کوئی قدم خود اس کے ارادہ اور نیت سے نہیں اتھتا بلکہ کوئی اور ہے جو اس سے جبراً یہہ قدم اُتھواتا ہے - ع در دست دیگرے است سپید و سیاہ ما - اس کے برخلاف شطرنج اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے وہ انسان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے - اس کی ہارجیت اور کامیابی یا ناکامی اسی کے دل و دماغ سمجھہ بوجھہ اور دوڑدھوپ پر ہے -

الغرض یہہ دونوں کھیل دنیا کے ناقابل فیصل مسائل کے عملی فیصلے ھیں - یعقوبی نے لکھا ھے کہ پہلے ایک پنڈت نے چوسر بناکر ایک راجہ کے نذر کیا تھا اور اس میں جبر کے مسئلہ کی اس کو تلقین کی تھی، اس کے بعد دوسرے پنڈت نے شطرنج بناکر پیش کی، جس میں اختیار کے مسئلہ کا ثبوت ھے - الغرض ان دونوں کھیلوں نے ثابت کر دیا کہ جس طرح انسان اپنی سنجیدہ منطقی اور فلسفیانہ دلیلوں سے جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ھے اسی طرح عملی کھیلوں کی دلیلوں سے بھی وہ قدرت کے اس کھیل کا پتہ نہیں پا سکتا -

شطرنج کے موجد نے راجہ بارانی (دو روایتیں ھیں) سے جو انعام مانگا تھا وہ بھی حیرت‌انگیز حسابی کھیل ھے - موجد نے انعام یہہ مانگا کہ شطرنج کے پہلے خانہ میں ایک گیہوں کا دانہ رکھا جائے، پھر ھر خانہ میں پہلے خانہ سے دو چند کیا جائے یہاں تک کہ سب خانے پورے ھو جائیں - بظاھر راجہ نے اس کو بہت معمولی انعام سمجھا مگر جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم ھو گئی کہ اس کا عطا کرنا راجہ کے بس میں نہ تھا - یعقوبی اور مسعودی نے اس کا پورا حساب لگا کر بتایا ھے (۱) - مگر اس کو یہاں نقل کرنا پھر

---

(۱) یہہ پورا حال یعقوبی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۵ میں ھے - نیز دیکھو مسعودی ج ۱ ص ۱۶۰ (لیڈن) -

کھیل کی بساط کو حساب و ریاضی کی درسگاہ بنا دیتا ہے -

یہہ دونوں کھیل پہلی ہی صدی ہجری میں ایران سے عرب پہنچ چکے تھے اور ان سب میں نرد یعنی چوسر بہت پہلے پہنچ چکا تھا ' کیونکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور شطرنج اس کے بعد دوسری صدی میں غالباً عباسی دور میں عرب تک پہنچی ہے ' کیونکہ اس کے متعلق دوسري صدی کے مجتہدین اسلام کی رائیں موجود ہیں - لفظ شطرنج کي نسبت اہل ایران کا دعویٰ ہے کہ یہہ ان کی ملکیت ہے اور اس کی اصل "ہشت رنج" ہے (۱) کہ اس میں ۸ خانے ہوتے ہیں - مگر یہہ ایرانیوں کی کھلي زبردستی ہے - شطرنج نام بھی ہندوستان کا مقبوضہ ہے ' اس کی اصل "چترنگ" (۲) (چار عضووالا) ہے ' پھر گو اس کے سب مہروں پر شاہ (بادشاہ) فرزین (وزیر) پیادہ کہہ کر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر دو چیزیں ایسی باقي ہیں جو ہندوستان کی ملکیت کی ناقابل نسخ دستاویز ہیں اور وہ ہاتھی اور رخ ہیں ہاتھی تو خیر ہندوستان کی نشانی ہی ہے مگر رخ نام سواری بھی جس کی ہندی رتھہ ہے ہندوستان سے باہر نہیں مل سکتی - اہل تحقیق کا بیان

---

(۱) یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۱ (لیڈن) -

(۲) سواءالسبیل فی معرفۃالمواد والدخیل پروفیسر (اب ڈاکٹر) آرنلڈ -

ھے کہ چترنگ کھیل کا ذکر رامایں وغیرہ میں موجود ھے (۱) - ایرانیوں کے علاوہ یونانیوں ، رومیوں ، مصریوں ، یا یلیوں غرض دوسری پرانی قوموں نے بھی اس کی ملکیت کا دعوی کیا مگر تحقیق کی عدالت میں ھندوستان کے سوا اور کسی کا دعوی مسلم نہ ھو سکا (۲) - اسی کے ساتھہ یہہ نکتہ بھی فواموش نہ کرو کہ خواہ ایران میں اس کا نام پہلے "ھشت رنج" ھو یا ھندوستان میں "چترنگ" ھو مگر عربوں نے اپنی زبان میں انھیں حرفوں کو الٹ پھیر کر جو نام رکھا وھی آج اس کا نام ایران میں بھی ھے اور ھندوستان میں بھی یعنی شطرنج -

(۱) دیکھو برٹش انسائکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ ، لفظ چس (Chess) -
(۲) ایضاً -

مذہبی تعلقات

ماخذ

اس مضمون کے معلومات کا ماخذ ان کتابوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا چار اور نئے ہیں -

(۱) ہندوستانی مذاہب کی وہ روداد جو دوسری صدی ہجری میں یحییٰ بن خالد برمکی نے تیار کرائی تھی، جس کا خلاصہ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں شامل کر لیا ہے - یہی خلاصہ اس وقت دنیا میں موجود ہے -

(۲) بیت المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی و متکلم و مؤرخ مطہر بن طاہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ھ) کی یادگار تصنیف کتاب البدء والتاریخ جو سنہ ۱۸۹۹ ع میں پیرس سے ۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے - اس میں ایک باب ہندوستان کے مذاہب کا بھی ہے -

(۳) تیسری چیز ابوالعباس ایران شہری کی کتاب الدیانات ہے جس کی اصل گو موجود نہیں مگر اس کے اقتباسات بیرونی کی کتاب الہند میں ہیں - اس میں زیادہ‌تر بودھوں کے حالات تھے -

(۴) اس کے بعد سب سے اھم عبدالکریم شھرستانی کی (سنہ ۴۶۹ و ۵۴۹ ھ) ملل و نحل ھے ' جو کئی دفعہ یورپ مصر اور بمبئی میں چھپ چکی ھے -

متفرق مضامین عبدالقاھر بغدادي سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) الفرق بین‌الفرق (اسلامی فرقوں کی تاریخ) مطبوعۂ مصر ' اور مرتضی زیدی کی اس کتاب المعتزلہ سے لئے گئے ھیں جس کو پروفیسر آرنلڈ نے حیدرآباد کے دائرۃالمعارف میں چھپوایا تھا -

عرب اور ترک و افغان اور مغل فاتحوں میں فرق

اس سے پھلے کہ ھم آگے بڑھیں ایک نکتہ کي طرف اشارہ کرنا ضروری ھے چونکہ ھندوستان میں جو ترک و افغان و مغل فاتح آئے وہ مسلمان تھے اس لئے ان کي تمام کارروائیوں کا ذمہ‌دار اسلام سمجھا جاتا ھے حالانکہ اس حقیقت سے ھم سب کو واقف ھونا چاھئے تھا کہ ترک فاتح جو ھندوستان آئے خاص خاص افسروں یا عھدہ داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وہ اسلام کے نمایندے نہ تھے اور نہ ان کے اصول سلطنت کو اسلام کی طرز حکومت اور اصول فرمانروائی سے کوئی مناسبت تھی ان کے ترک افسر زیادہ تر نومسلم غلام تھے جن کو اسلام کی صلح و جنگ کے قوانین سے شاید واقفیت بھی نہ تھي -

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آکر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا - وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا - سلطان محمود کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہوکر آئے وہ غزنی خلجی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے - ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (۱) - ترک قبائل کا یہہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے - وہ غلاموں کی حیثیت سے هزارها کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بناکر فوج میں بھرتی کرتے تھے یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہوکر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے - الپ تگین اور سبکتگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے اسی قسم کے ترک غلام تھے - سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے - سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم‌الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آکر مسلمان ہوئے - یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا - ترکستان اور ماوراءالنہر کے ترک رضاکار (۲) اس کی فوج میں داخل

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵ بریل (لیڈن) سنہ ۱۸۶۲ ع -

(۲) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹ و ۳۲ نولکشور -

ہو گئے تھے جو زیادہ‌تر (۱) اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے -

مغل ابھی تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے - وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے تھے - علاؤالدین خلجی (المتوفی سنہ ۷۱۶ ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کرکے نوکر رکھے جاتے تھے ' چنانچہ علاؤالدین خلجی کے حکم سے دہلی میں بیک وقت چودہ پندرہ ہزار نومسلم مغل سپاہی قتل کئے گئے - (۲)

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے ' کافر ہی سمجھے جاتے تھے ' (۳) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا ' (۴) لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی ہی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے - (۵)

ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدایش کے بعد تک مسلمان نہیں

---

(۱) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ نولکشور -

(۲) فرشتہ ج اول ص ۱۲۰ نولکشور -

(۳) کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۲۱۸ -

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۲ (لیڈن) -

(۵) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۸ (لیڈن) -

ہوئے تھے ' (۱) - پھر سلطان محمود سے پہلے اس وقت تک ان اطراف میں نہ اسلامی درسگاہیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج ہوا تھا ' اور نہ مسلمان علماء پھیلے تھے - ان اسباب سے ان قوموں کے اُس وقت کے طور طریق ' اصول جنگ ' اور طرز عمل کو اسلام نہیں کہا جا سکتا -

برخلاف اس کے وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے اسپین تک پہنچ چکے تھے ' اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک و ایران و ترکستان کو طے کر کے ایک سمت میں کاشغر اور دوسری سمت میں سندھ تک فتح کرچکے تھے ' وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں - اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا - کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنھوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت اٹھائی تھی ' اور ایسے تو بکثرت تھے جنھوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا - اس لئے ان کے طور طریق ' اصول حکومت اور طرز سلطنت خیبر سے آنے والی قوموں سے بالکل مختلف تھے -

سنہ ۹۳ ھ میں قتیبہ نے سمرقند فتح کیا - اس زمانہ میں ان اطراف کے رہنے والے بودھ مت کے پیرو

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ص ۳۶۳ و کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۱۵۶ (لیدن) ؟ و تاریخ بیہقی مطبوعہ کلکتہ ص ۱۲۷ -

تھے - قتیبہ نے کسی وجہ سے (شاید مالی دقت سے) مجبور ہوکر ان کے بتوں کو جلاکر ان سے سونا چاندی کا تھوک نکالنا ضروری سمجھا تو یہہ نہیں کیا کہ ان کو زبردستی توڑ کر جلادیا ہو بلکہ صفائی کے ساتھہ خود صلح کے شرائط میں اس نے یہہ ایک دفعہ طے کرا لی تھی کہ یہہ بت مسلمانوں کے قبضۂ تصرف میں آئیں گے - چنانچہ فریق ثانی نے اس کو منظور کیا لیکن جب جلانے کا وقت آیا تو ترک بادشاہ نے کہا کہ آپ کا میں احسان‌مند ہوں ، اس لئے میں آپ‌کو متنبہ کرتا ہوں کہ آپ ان کو نہ جلائیں کیونکہ ان میں بعض ایسے بت ہیں کہ یہہ جلائے گئے تو آپ کی تباہی یقینی ہے - قتیبہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں خود اپنے ہاتھہ سے ان کو جلاؤنگا - چنانچہ خود اپنے ہاتھہ سے ان میں آگ لگائی لیکن جب اس‌کا کوئی برا نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو بہت سے ترک بت‌پرستی سے بدعقیدہ ہوکر مسلمان ہو گئے - (۱)

عربوں نے خلفاے راشدین اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں دوران جنگ کے اتفاقی واقعات کو چھوڑکر جن قوموں سے معاہدہ کیا یا صلح کی ان کی عبادت‌گاہوں کو تہیس

---

(۱) یہہ مفصل واقعہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۴۶ (لیڈن) ، اور کامل ابن‌اثیر ج ۴ ص ۴۰۴ (لیڈن) میں ہے ، اور اخیر ٹکڑا فتوح‌البلدان بلاذری (لیڈن) ص ۴۲۱ میں ہے -

بھی لگنے نہ دی - ایران کے آتش کدے ویسے ہی روشن رہے - فلسطین و شام اور مصر و عراق کے گرجے جو بتوں اور مجسموں سے پٹے پڑے تھے ویسے ہی ناقوسوں کی آوازوں سے گونجتے رہے حالانکہ یہہ نومسلم ترک فاتح ان سے زیادہ دین و مذہب کے پرجوش غازی اور شریعت کے سچے پیروکار نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے -

عرب اگر غیر مسلموں سے جزیہ لیتے تھے تو اس کے علاوہ کوئی اور محصول پیداوار کے خراج کے سوا ان سے نہیں وصول کرتے تھے، لیکن ترک، افغان، اور مغل جو دینداری کے جذبہ میں آکر غیرمسلم رعایا سے جزیہ وصول کرتے تھے وہ اس کے ساتھہ اس سے دہ چند دوسرے محصول اور ٹیکس اپنی مسلمان اور غیر مسلمان رعایا سے لیتے تھے - لیکن اسلام کے اصول سلطنت میں جس کو عربوں نے قائم رکھا، اور جس پر وہ مدت تک عمل پیرا رہے صرف دو ہی قسم کے محصول تھے، مسلمانوں سے زکواۃ اور عشر (پیدوار کا دسواں) اور غیر مسلمانوں سے جزیہ اور خراج -

اصل یہہ ہے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا: (۱) مسلمان، (۲) اہل کتاب، (یعنی وہ قومیں جو کسی ایسی آسمانی تعلیم کی پیرو ہیں جس کا ذکر قرآن مین ہے)، (۳) مشابہ اہل کتاب (یعنی وہ قومیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیروی کی مدعی تو ہیں مگر قرآن میں ان کا نام نہیں آیا ہے، اس لئے ان کے اہل کتاب ہونے کا

یقین نہیں ، مگر گمان ضرور ہے) اور (۴) کفار - یہہ وہ قومیں ہیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیرو نہیں - اسلام نے اپنی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کا درجہ قومیت اور وطنیت کے امتیاز کے بغیر تمام حقوق میں یکساں قرار دیا ہے - اہل کتاب کے لئے یہہ ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر ہیں ، ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے ، ان کی لڑکیوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں ، ان کے جان و مال و مذہب اور عبادت‌گاہوں کی حفاظت کی سلطنت ذمہ دار ہے - مشابہ اہل کتاب بھی سوا اس کے کہ مسلمان ان کا ذبیحہ نہ کھائیں گے ، اور نہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ہیں ، اور تمام ملکی حقوق میں وہ اہل کتاب بلکہ خود مسلمانوں کے برابر ہیں - اس بنا پر جب کسی غیر قوم میں اسلام کی سلطنت قائم ہو تو سب سے پہلا فرض یہہ ہے کہ یہہ دیکھا جائے کہ وہ قوم ان چار قسموں میں سے کس قسم کے اندر ہے - مگر افسوس ہے کہ اس کا فیصلہ خیبروالی قومیں اخیر تک نہ کرسکیں - ایک طرف تو ان کو ہندوؤں سے جزیہ لینے پر اصرار تھا ، جو صرف اہل کتاب اور مشابہ اہل کتاب سے قبول کیا جا سکتا ہے اور دوسری طرف ان کے معبدوں اور ان کے مراسم کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا جاتا جو جزیہ لینے کے بعد ضروری ہے - انتہا یہ ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی (سنہ ۶۹۶ ھ) تک یہہ فیصلہ نہ ہو سکا تھا

کہ ہندوؤں کا شمار کس طبقہ میں ہے (۱)، اور یہہ ساری ابتری اسی ذو عملی کا نتیجہ تھی لیکن عربوں نے سندھہ میں قدم رکھنے کے ساتھہ ایک منٹ بھی اس کے فیصلہ میں توقف نہیں کیا کہ ان اقسام میں سے ہندوؤں کا مرتبہ اسلامی حکومت میں کیا ہے ؟

عرب فاتحوں کے نزدیک ہندو مشابہ اہل کتاب تھے

سندھہ کو فتح کرتے ہوئے جب عرب سپہ سالار محمد بن قاسم سندھہ کے مشہور شہر الرور (الور) پہنچا تو شہر والوں نے کئی مہینہ تک حملہ‌آوروں کا پرزور مقابلہ کیا، پھر صلح کی، اور اس میں دو شرطیں پیش کیں، اول یہہ کہ "شہر کا کوئی آدمی قتل نہ کیا جائے، دوسرے یہہ کہ ان کے بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے" - محمد بن قاسم نے جس وقت ان شرطوں کو قبول کیا تو یہہ الفاظ کہے :-

مالبد الا ککنائس النصاری والیہود و بیوت
نیران المجوس (بلاذري ص ۴۳۹)

(ترجمہ) ہندوستان کا بتخانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مجوس کے آتشکدوں ہی کی طرح ہے -

---

(۱) تاریخ فیروز شاهي ضیاء برني ص ۲۹۰ و ۲۹۱ (کلکتہ) و تاریخ فرشتہ ص ۱۱۰ (نولکشور) -

سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ کے فارسی ترجمہ چچ نامہ میں یہہ واقعہ اس طرح مذکور ہے :-

"محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اس اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام کے یہودی، عیسائی اور پارسی رہتے ہیں" - (۱)

ایک عرب فاتح کی زبان کی یہہ وہ اہم تصریح ہے کہ اس نے ہندوؤں کو وہی حیثیت دی جو بظن غالب کسی آسمانی تعلیم کے پیرووں کی اسلامی قانون میں ہے، اور ان کے بت خانوں کو بھی وہی درجہ دیا جو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب کے معبدوں اور عبادت گاہوں کا اسلام میں ہے - سندھ کے فتوحات کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب فاتحوں نے اپنے شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا - ایک بودھ مت کے پیرو نے ایک موقع پر ایک ہندو راجہ کو مشورہ دیا :-

"ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد قاسم کے پاس حجاج کا فرمان ہے

---

(۱) چچ نامہ تاریخ الیٹ، جلد اول ص ۱۸۶ -

که جو امان چاهے اس کو امان دو ،
اس لئے هم کو یقین هے که آپ اس کو
مناسب سمجھیں گے که هم اس سے صلح
کرلیں کیونکه عرب ایماندار اور اپنے
معاهدوں کے پابند هیں - ". (۱)

دیبل سندهه کا پهلا مقام جهاں عربوں نے حمله کیا وهاں سب سے بلند عمارت بودهوں کا بت خانه تها - محمد قاسم نے قلعه‌والوں کو شهر کا دروازه کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے بت‌خانه کے بلند مناره پر جو سب سے اونچا اور باهر سے نظر آتا تها توپ کا گوله پھینکا ، لیکن جب شهر کا پھاٹک کھل گیا تو اس بت‌خانه کو برباد نهیں کیا - چنانچه بودهوں کے فنا هوجانے کے بعد بھی تیسری صدی هجری تک یهه عمارت موجود تھی - خلیفه معتصم (سنه ۲۱۸ - ۲۲۷ ھ) کے زمانه میں اس کا ایک حصه جیل‌خانے کے کام میں لایا گیا - (۲) محمد قاسم نے خود اس شهر میں اپنی مسجد الگ بنائي (۳) - اسی طرح جب نیروں فتح کیا تو مندر کے سامنے اپنی مسجد الگ قائم کي - (۴)

---

(۱) چچ نامه الیت جلد اول ص ۱۵۹ -

(۲) بلاذري ص ۴۳۷ -

(۳) ایضاً -

(۴) چچ نامه الیت ص ۱۵۸ -

ملتان کا بت خانہ

اسی طرح ملتان کا عظیم الشان بت خانہ شہر کے فتح ہونے کے بعد بھی صحیح و سالم رہا بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا، اور تین صدیوں تک برابر وہ عرب سیاحوں کی دلچسپیوں کا مرکز رہا - اخیر شخص جس نے اس کا حال بیان کیا ہے (بشاری) وہ سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب میں اس کو دیکھ گیا ہے - اہل عرب نے اس بت خانہ کے وجود سے سیاسی اور مالی دونوں فائدے اٹھائے - سیاسی یہہ کہ جب کوئی راجہ ملتان پر حملہ کی تیاری کرتا تو عرب امیر اس کو یہہ کہہ کر ڈرا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا قصد کیا تو ہم اس مندر کو خاک میں ملا دیں گے - یہہ سن کر حملہ آور رک جاتے اور مالی فائدہ یہہ اٹھایا کہ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کے جاترے کو آتے تھے اور وہاں جاکر نذر پیش کیا کرتے تھے - عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں داخل کرتے تھے، اور اسی سے اس مندر کے مصارف اور یہاں کے پجاریوں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - (۱)

عرب سیاحوں نے ملتان کے اس بت خانہ کی پوری کیفیت بیان کی ہے - اس مندر میں افراط سے سونا

---

(۱) معجم البلدان یاقوت بحوالۂ اصطخری جلد ۸ ص ۲۰۱ (مصر) -

چاندی تھی - دو دو سو اشرفیوں کا عود یہاں جلانے کو بھیجتے تھے، جن کو پجاری عرب تاجروں کے ہاتھہ بیچ ڈالتے تھے (۱) - یہہ مجسمہ خود بھی اتنا ہی قیمتی تھا - اس کی دونوں آنکھوں کی جگہ پر بیش قیمت پتھر جڑے تھے، سر پر سونے کا تاج تھا (۲) - الغرض سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب تک بت خانہ عرب امیروں کے زیر حکومت قائم و باقی بلکہ پوری رونق پر تھا، مگر جب ابو ریحان بیرونی سنہ ۴۰۰ ھ کے بعد یہاں آیا ہے تو اس نے اس کو بت خانہ کے بجائے جامع مسجد پایا - اس تغیر کی وجہ اس نے یہہ لکھی ہے :-

"محمد بن قاسم نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی آبادی اور دولت مندی کا سبب اسی بت خانہ کو پایا - تو اس نے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے گلے میں گاے کی ہڈی (۳) باندھہ کر یہہ ثابت کیا کہ وہ اس کو کسی عقیدت کی وجہ سے

---

(۱) سفر نامہ ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ -

(۲) سفر نامہ بشاری مقدسی معروف بہ احسن التقاسیم ص ۴۸۳، (لیدن) -

(۳) یہہ واقعہ فتوحات سندھہ کی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں - معلوم نہیں بیرونی نے کہاں سے لیا -

نهیں چهوڑ رها هے - اور اس نے مسلمانوں
کے لئے جامع مسجد الگ بنائی، پهر
جب ملتان پر قرمطي لوگ (شیعه
مسلمانوں کا ایک گمراه فرقه) حکمران
هو گئے تو جلم بن شیبان نے اس
بت خانه کو توڑ دیا اور پجاریوں کو
قتل کر دیا، اس کي عمارت کو جو
اینٹ کی تهی اور اونچی جگه پر تهی
جامع مسجد بنا دیا اور پهلی (محمد
بن قاسم والی) جامع مسجد میں قفل
لگا دیا که وه بنی اُمیه کی یادگار تهی
اور ان سے اِن کو دشمنی تهی - پهر جب
سلطان محمود نے ملتان فتح کر کے
قرمطیوں کو مٹا دیا تو جامع مسجد
کو بند کر کے پهر (محمد بن قاسم والی)
اصلی جامع مسجد کهلوا دی اور اب وه
بت خانه کی جگه صرف میدان هے" - (۱)

اسی سلسلے میں بلاذری نے جو تیسری صدی کے اخیر میں تها یهه عجیب بات لکهي هے که لوگ اس بت کو حضرت ایوب کا مجسمه گمان کرتے تهے (صفحه ۴۴) -

---

(۱) کتاب الهند بیروني ص ۵۶ -

حقوق اور اعزاز

سندھ کے فتح ہونے کے بعد برہمنوں کا ایک وفد محمد قاسم کے پاس آیا - محمد قاسم نے اس کی عزت کی برہمنوں نے اس کے سامنے اپنا یہہ مطالبہ پیش کیا کہ ہندو دستور کے مطابق ہمارا قومی درجہ دوسری ذاتوں سے اونچا رکھا جائے - محمد قاسم نے تحقیق کے بعد ان کے اس مطالبہ کو منظور کیا اور ان کو تمام عہدوں پر سرفراز کیا - برہمنوں نے اس کا خاص شکریہ ادا کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر اپنے حاکموں کے گن گائے اور جو ان کو حقوق ملے تھے اس کی ہر جگہ جاکر تعریفیں کیں - (۱)

جزیہ

عرب امیر نے تمام اعلان کرا دیا کہ جو چاہے مسلمان ہو کر ہمارا بھائی بن جائے اور جو چاہے جزیہ دے کر اپنے مذہب پر قائم رہے - چنانچہ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے پرانے مذہب پر قائم رہے -

چچ نامہ میں ہے :-

"ان میں جو مسلمان ہو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ وغیرہ سے آزاد رہے ' اور جو

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ - ۱۸۳ -

اپنے مذہب پر قائم رہے ان کے تین درجے
قائم کئے گئے - اعلی طبقہ یعنی دولت
مندوں سے ۴۸ درم، متوسط لوگوں سے
۲۴ درم، اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم لئے
گئے - جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا
وہ اس سے معاف کئے گئے اور جو لوگ
اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے انہوں نے
جزیہ دیا، لیکن ان کی زمینیں اور
جائدادیں ان سے نہیں لی گئیں بلکہ
علی حالہا انہیں کے قبضہ میں رہنے
دی گئیں - (۱)

موجودہ حساب سے ایک درم زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین آنہ کے برابر ہے - اس لحاظ سے یہہ محصول دولت مندوں سے دس روپئے، متوسطوں سے پانچ روپئے، اور غریبوں سے ڈھائی روپئے سالانہ کے حساب سے وصول ہوا ہوگا، اور حسب قاعدہ عورتیں، بچے، بوڑھے، مذہبی عہدہ دار اور پجاری اور معذور لوگ جو کماتے نہیں، اس سے مستثنی رہے ہونگے - اور مسلمانوں سے جزیہ کے بجائے ڈھائی روپیہ سیکڑہ زکواۃ، اور زمین کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور غیر مسلمان سے مقررہ خراج وصول کیا

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ -

گیا ہوگا - اِس کے علاوہ اہل عرب کی سلطنت میں کوئی اوو تکس نہ تھا -

ہندو اور مسجد

عربوں کی اس رواداری کا اثر ہندوؤں پر بہت اچھا پڑا - چنانچہ دوسری صدی ہجری میں ایک مقام پر سے جب عربوں کی حکومت اُتھہ گئی اور ہندو قابض ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مسجد کو ہاتھہ نہیں لگایا - مسلمان اس میں برابر نماز پڑھتے، جمعہ ادا کرتے، اور جمعہ میں بدستور اپنے خلیفہ کا نام لیتے رہے - (۱)

اس کے علاوہ چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح اصطخری اور ابن حوقل بیان کرتے ہیں کہ کھمبایت سے صیمور تک کے علاقے گو مختلف راجاؤں کی عملداری میں ہیں مگر ہر شہر میں ہر جگہ مسلمان آباد ہیں اور ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھتے ہیں - ہندو راجاؤں کے عہد میں شہر کھمبایت کی جامع مسجد کے توتنے اور بننے کا دلچسپ قصہ آگے آتا ہے -

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

ہندو مذہب کی تحقیقات

اس باہمی میل جول کا اثر یہہ ہوا کہ عربوں کو ہندوؤں کے مذاہب کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ یحییٰ برمکی نے جس کی وزارت کا زمانہ سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۱۹۰ھ تک ہے ایک شخص کو ہندوستان خاص طور سے اس لئے بھیجا کہ وہ یہاں کی دوائیں اور یہاں کے مذہبوں کا حال لکھہ کر لائے - اس وقت بغداد کا یہہ عالم تھا کہ دنیا کے تمام مذہبوں اور عقیدوں کا وہ اکھاڑہ بنا ہوا تھا - عباسی خلفاء اور ان کے بعض فلسفہ پسند امراء کے دربار مذہبی مجلسوں اور مناظروں سے گرم رہتے تھے، اور دن اور وقت مقرر تھے جن میں ایسی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور ہر مذہب والے کو اجازت تھی کہ وہ اپنے مذہب کی دلیلیں پیش کرے اور اسلام پر اعتراضات کرے اور جوابات سنے - ان مجلسوں اور مناظروں میں مسلمان متکلمین سب سے پیش پیش رہتے تھے اور برامکہ کا خاندان خاص طور سے ان لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا - عجب نہیں کہ اسی وجہ سے یہہ ضرورت پیش آئی ہو کہ ہندوستان کے مذہبوں سے بھی واقفیت حاصل کی جائے -

جو شخص اس غرض سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کی بعینہ روداد غالباً محفوظ نہیں ہے، مگر ابن ندیم جس نے اپنی کتاب اس واقعہ کے ۷۰، ۸۰ برس بعد

لکھی ہے - وہ ایک تحریر کا حوالہ دیتا ہے جو مشہور عرب فلاسفر یعقوب بن اسحاق کندی کے ہاتھہ کی لکھی تھی اور اس پر سنہ ۲۴۹ ھ کی تاریخ پڑی ہوئی تھی - اس میں یحیی برمکی کے ایک شخص کو ہندوستان کے مذاہب کی تحقیق کی غرض سے ہندوستان بھیجے جانے کی خبر درج تھی اور اس پر "ہندوستان کے مذاہب اور اعتقادات" کا سرنامہ اور اس کے نیچے مختصر حالات لکھے ہوئے تھے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہہ اسی شخص کی روداد کا خلاصہ ہے -

اس تحریر میں پہلے گجرات کے راجہ ولبھہ راے کے دارالسلطنۃ مہانگر کے بت خانہ کا حال لکھا ہے کہ اس میں سونے، چاندی، لوہے، پیتل، ہاتھی دانت، اور ہر قسم کے بیش قیمت پتھروں اور جواہرات کے بیس ہزار بت ہیں، اور اس میں سونے کا ایک بت ۱۲ ہاتھہ اونچا ہے اور وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہے - یہہ تخت ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں ہے، یہہ کمرہ سپید موتیوں، اور سرخ، سبز، زرد اور آسمانی رنگ کے جواہرات سے مرصع ہے - سال میں ایک دفعہ اس کا میلہ ہوتا ہے - راجہ خود پیادہ وہاں جاتا اور آتا ہے - اس کے آگے سال میں ایک دن قربانی کی جاتی ہے اور لوگ اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ہیں، پھر مولستان (ملتان) کے بت کا حال لکھا ہے، پھر دوسرے بتوں کا احوال ہے -

اس کے بعد ہندوستان کے چند فرقوں اور ان کے بتوں کا حال بیان کیا ھے -

۱ - سب سے پہلے فرقہ کا نام مہاکالیہ بتایا ھے ' جو مہاکالی کو پوجتے ھیں ' جس کے چار ھاتھہ ھوتے ھیں ' آسمانی رنگ ھوتا ھے ' سر پر بہت بال ھوتے ھیں ' دانت نکلے ھوتے ھیں ' پیٹ کھلا ھوتا ھے ' پیٹھہ پر ھاتھی کی کھال پڑی ھوتی ھے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ھیں - ایک ھاتھہ میں اژدھا ' دوسرے میں ڈنڈا ' تیسرے میں ایک انسان کا سر ' چوتھا ھاتھہ اوپر اٹھا ھوا - اس کے دونوں کانوں میں دو سانپ ' اور اس کے بدن میں دو اژدھے لپٹے ھوے ' سر پر کھوپڑیوں کی ھڈیوں کا تاج ' اور انہیں ھڈیوں کا گلے میں مالا -

۲ - دوسرا فرقہ الدنیکتیہ ' الادتبکتیہ (ادت بھکتی) یعنی سورج (آدت) پوجنے والے - اس کی صورت یہہ ھے کہ ایک گاڑی ھے جس میں چار گھوڑے جتے ھیں ' اس کے اوپر ایک بت ھے - وہ اس کو سجدہ کرتے ھیں ' اس کے گرد گھومتے ھیں ' بخور جلاتے ھیں ' باجہ بجاتے ھیں ' اس پر بہت سی جائدادیں وقف ھیں ' بہت سے پجاري ھیں جو اس بت خانہ اور جائداد کا انتظام کرتے ھیں ' بیمار ھر طرف سے یہاں آتے ھیں ' اور اپنے خیال میں وہ یہاں سے اچھے ھوکر جاتے ھیں -

۳ - تیسرا چندر بھکتیہ (چندر بھکتی) - یہہ چاند کے پجاری ھیں - اس کے بت کی گاڑی چار بطوں پر چلتی ھے، بت کے ھاتھہ ایک بہت بڑا لال ھوتا ھے جس کو چندر کیت کہتے ھیں - چودھویں رات کو جو چاند کے پورے کمال پر پہنچنے کا وقت ھے برت رکھتے ھیں اور اس رات کو اس کی پوجا کرتے ھیں اور کھانا، شراب، اور دودھہ اس دیوتا کے پاس لاتے ھیں - چاند کی پہلی اور چودھویں کو چھتوں پر چڑھکر اس کو دیکھتے ھیں اور منتر اور دعا پڑھتے ھیں -

۴ - چوتھا فرقہ بکرنتنیہ (۱) نام ھے، جو اپنے کو زنجیروں میں جکڑے رھتے ھیں، سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ھیں، ایک لنگوٹی کے سوا تمام بدن ننگا رکھتے ھیں، جو ان کے فرقہ میں آتا ھے اس کو کہتے ھیں پہلے سب کچھہ دان کردو -

۵ - پانچواں فرقہ گنگایاترہ (گنگا جاتری) - اس عقیدہ کے لوگ تمام ھندوستان میں پھیلے ھیں - ان کے ھاں یہہ ھے کہ جو گناہ بھی انسان کرے گنگا آکر اسنان کرنے سے وہ سب دھل جاتا ھے -

---

(۱) اس لفظ کی اصلیت اور اس فرقہ کا کچھہ حال آگے آئے گا - زیر لفظ "بھکشو" دوسری کتابوں میں بکرنتیہ کی جگہ بیکر جین کا لفظ ھے - بزرگ بن شہریار نے ان کا نام بیکور بتایا ھے (ص ۱۰۰) - بیرونی نے ان کو مہادیو کے پجاری کہا ھے - دیکھو کتاب الہند ص ۵۸ -

۶ - چھٹے راجپوتیہ (راجپوت) ہیں ، جن کا دھرم راجاؤں کی مدد ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ راجہ کے لئے کام آجانا بھکتی ہے -

۷ - ایک اور فرقہ ہے جو اپنے بال بڑھاتا ہے اور ان کو بٹ کر چہروں پر جٹا بنا کر ڈالتا ہے - ہر طرف بال بکھرے ہوتے ہیں ، وہ شراب نہیں پیتے ، ایک پہاڑ پر جاترے کو جاتے ہیں ، عورتوں کو دیکھکر بھاگتے ہیں ، آبادی میں نہیں آتے - (۱)

ابن ندیم کے ہمعصر یا قریب زمانہ (سنہ ۳۷۵ ھ) کے بیت‌المقدس کے ایک عرب متکلم مطہر (۲) کی کتاب البدء والتاریخ کا بیان زیادہ مفصل ہے -

" ہندوستان میں نو سو فرقے ہیں ، لیکن ان میں صرف ننانوے کا حال معلوم ہے ، اور یہہ سب پینتالیس مذہب کے اندر ہیں ، اور یہہ بھی چار اصول کے اندر محدود ہیں ، اور ان کی اصل موٹی تقسیم دو ہے ، سمنی (بودھہ) اوربرہمنی -

---

(۱) کتاب‌الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ - ۳۴۹ -

(۲) حاجي خلیفہ نے اس کتاب کا مصنف ابو زید احمد بن سہل بلخي کو قرار دیا ہے - پیرس اڈیشن کے اڈیٹر نے چند جلدوں پر تو بلخی کا نام لکھا ہے ، پھر گذشتہ بیان کي تصحیح کر کے مطہر بن طاہر نام لکھا ہے -

سمنی یا تو خدا کے قائل نہیں یا ایسے
خدا کے جو بے اختیار ہے - برہمنی
مذہب والوں میں تین فرقہ ہیں -
ایک توحید اور سزا اور جزا کا قائل
ہے ، مگر رسالت کا نہیں - دوسرا
تناسخ کے اصول پر جزا و سزا کو مانتا
ہے ، لیکن نہ توحید کا قائل ہے اور نہ
رسالت کا ،، - (۳)

اس کے بعد مصنف نے اہل ہند کی علمی حیثیت کا مختصر بیان کیا ہے ، پھر مقدمات میں دعووں کی شہادت کے ان پرانے طریقوں کا ذکر کیا ہے جو پرانے ہندوستان میں جاری تھے ، مثلاً گرم لوہے کو چھو لینا وغیرہ - اس کے بعد کہتا ہے :-

،، مسلمان ان کے نزدیک ناپاک ہیں ،
وہ ان کو اور جس چیز کو وہ چھو دیں
اس کو نہیں چھوتے ، اور گائے ان کے
نزدیک ماں کی طرح معزز و محترم
ہے ، اس کی جان لینے کی سزا ان کے
یہاں قتل ہے ، اور غیر عورت سے ہم بستری

(۳) جلد ۴ ص ۹ - ۱۹ (پیرس) ، تیسرے فرقہ کا ذکر چھوٹ گیا ہے -

کونسا ، بے بیوی والوں کے لئے ان کے ہاں
جائز ہے تاکہ نسل کم نہ ہو (۱) اور
بیوی والا اگر برا کام کرے تو اس کی
سزا قتل ہے، اور جب ان میں سے کوئی
مسلمانوں کے ہاتھہ پڑ کر پھر ان کے
یہاں واپس جاتا ہے تو اس کو مارتے
نہیں بلکہ اس کے بدن کے تمام بال
مونڈ کر اس کو پراشچت کرتے ہیں ،
(اور اس کا وہی طریقہ لکھا ہے جو اب
بھی ہندوستان میں جاری ہے یعنی
گائے کی چند چیزوں کو ملاکر پلانا) ،
قرابت میں وہ نکاح نہیں کرتے - برہمنوں
کے نزدیک شراب حرام ہے اور ذبیحہ
بھی " -

اس کے بعد ہندو دیوتاؤں اور ان کی مختلف پوجا کرنے والوں کی تفصیل دی ہے اوز ہر دیوتا کی صورت بتائی ہے ، پھر مہادیو ، کالی ، اور مہاکالی ، اور لنگ پوجا وغیرہ کا حال لکھا ہے : اور اُس کے بعد دو نئے فرقوں کا ذکر کیا ہے جن مین سے ایک کا نام جل بھکتیہ (جل بھگت) ہے جو پانی کی پوجا کرتے ہیں، اور دوسرے کا نام اگنی ہوطریہ (اگنی ہوتری)

---

(۱) شاید نیوگ کے مسئلہ کا بیان ہو -

بتایا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں - رشیوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاہری حواس کو بےکار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس قدر وہ مادیت سے الگ ہوں گے اتنی ہی روحانیت ان میں پیدا ہوگی - یہ ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں - اخیر میں جوگیوں کا اور اپنی جان بلدان دینے والوں کا حال لکھا ہے -

برہمنوں کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ گاے پوجتے ہیں ' اور گنگا سے پار جانا حرام سمجھتے ہیں ' اور کسی دوسرے کو اپنے دھرم میں لینا ان کے یہاں جائز نہیں" - اخیر میں یہہ مصنف کہتا ہے :-

> "قیامت اور رسالت پر ان میں سے جس کا یقین نہیں وہ بھی جزا و سزا کو آواگون اور تناسخ کی صورت میں مانتا ہے ' اور بت پرستی کا عذر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے تو ادراک ' علم ' اور حس ' ہر ایک سے اوپر ہے ' اور حواس کی گرفت سے باہر ہے ' اسی لئے ایک درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے -"

اس کے بعد مذاہب عالم کے مشہور محقق عبدالکریم شہرستانی کا نام آتا ہے ' جس کا زمانہ سنہ ۴۶۹ ھ سے سنہ ۵۴۹ ھ تک ہے - اس نے مطہر مقدسی کے

بیان کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے، اور ایک نئے فرقہ برگسبگیہ (برکش بھکت) کا ذکر کیا ہے جو درختوں کی پوجا کرتا ہے - (۱)

ابو ریحان بیرونی نے کتاب الہند کے گیارھویں باب میں ہندوون کے تمام مذاهب بیان کئے هیں، اور اس میں سب دیوتاؤں کی صورتیں اور کیفیتیں لکھی هیں اور خود بت پرستی یا مورتی پوجا کے فلسفہ پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ "یہہ مورتی پوجا صرف هندوستان کے عوام اور جاهلوں کا دھرم ہے، ورنہ پڑھے لکھے هندو ایسا نہیں سمجھتے" - پھر گیتا کے چند فقرے نقل کئے هیں جن میں سے ایک یہہ ہے کہ "بہت سے لوگ مجھکو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے هیں، تو میں ان سے بے پروا هوں" - پھر کرشن جی کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں ارجن کو خطاب کر کے چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے والوں سے اپنی بیزاری ظاهر کی ہے -

اس کے بعد سات سمندر پار اسپین کے ملک کے رهنے والے ایک عرب مصنف قاضی صاعد (المتوفی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ع) کا "ایمان بالغیب" ملاحظہ هو - وہ اپنی کتاب طبقات الامم میں جس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے علوم کی تاریخ بیان کی ہے، لکھتے هیں :-

---

(۱) ملل و نحل جلد دوم، اخیر باب -

”ہندو قوم تمام قوموں کے نزدیک ہر زمانہ میں حکمت کی کان اور دانائی اور عقلمندی کا سرچشمہ رہی ہے ...... ان کا علم الٰہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے پاکی ہے، ان کے مختلف فرقے ہیں، بعض برہمن ہیں، بعض ستارہ پرست ہیں، بعض عالم کے حدوث اور بعض اس کی ازلیت کے قائل ہیں، نبوت و رسالت نہیں مانتے، اور حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کو تکلیف دینا برا سمجھتے ہیں، (اس کے بعد مصنف نے اسپین سے ہندوستان کی دوری کا عذر کرکے اس کے زیادہ حالات نہ جاننے پر افسوس کیا ہے، اور ہندوستان سے عربی کے ذریعہ اسپین تک جو علوم و فنون اور مسائل پہنچے ہیں ان کی تفصیل کی ہے۔“ (۱)

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے جو مذہبی حالات بیان کئے ہیں ان میں زیادہ‌تر ملتان اور سندھ کے بعض بت‌خانوں کی کیفیت ہے، مثلاً یہ کہ ملتان کا مشہور بت لکڑی کا تھا، اس کے جسم پر سرخ کھال لپٹی تھی،

---

(۱) طبقات‌الامم ص ۱۱ - ۱۵ (بیروت) -

س کی دو آنکھوں کی جگہ پر دو لال تھے ، اور سر پر سونے کا تاج تھا (۱) - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ سورج دیوتا کی مورتی تھی ، اور اسی لئے اس کا نام آدت (سورج) تھا - (۲)

دوسری چیز جس کا ان عرب سیاحوں نے بڑی کراهت کے ساتھہ ذکر کیا ہے وہ ان مندروں کا حال ہے جن میں دیو داسیوں کے رکھنے کا دستور تھا - اس قسم کے مندروں کا ذکر جنوبی ھند کے سیاحوں نے زیادہ کیا ہے ، (۳) مگر مقدسی جو سنہ ۳۷۵ھ میں ھندوستان آیا تھا اس قسم کے مندر کا سندھہ میں بھی ذکر کرتا ہے (۴) -

تیسری چیز جس کا ان سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے وہ اپنی جان بلدان کرنے والوں کا ذکر ہے ، اور ایسا ایسا حال لکھا ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ھیں - گنگا میں ڈوب کر جان دینا تو معمولی ہے ، ستی ہونے والی عورتوں کا ذکر بھی اس کے مقابلہ میں کم درجہ ہے -

---

(۱) دیکھو احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۳ و آثارالبلاد قزوینی ص ۸۱ وغیرہ کتب جغرافیہ -

(۲) کتاب الهند ص ۵۶ ، (لندن) -

(۳) سفر نامۂ سلیمان تاجر و ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ (پیرس) -

(۴) احسن التقاسیم ص ۴۸۳ -

ابو زید سیرافی کہتا ہے کہ "ان لوگوں کو تناسخ اور آواگون پر اتنا یقین ہے کہ اپنے کو آگ میں زندہ جلا دینا معمولی بات ہے - کوئی جب اپنے کو جلانا چاہتا ہے، تو راجہ سے اجازت لیتا ہے، پھر بازاروں میں پھرتا ہے، دوسری طرف آگ خوب بھڑکائی جاتی ہے، اور جھانجھہ بجائی جاتی ہے، اس کے رشتہ دار، اس کے چاروں طرف جمع رہتے ہیں، پھر پھولوں کا ایک تاج بنا کر جس میں شعلے رہتے ہیں اس کے سرپر رکھتے ہیں، سر کی کھال جلنی شروع ہوتی ہے، اور وہ اُسی طرح کھڑا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ جل کر چتا میں کود پڑتا ہے" - ایک اور منظر یہہ ہے کہ ایک شخص خنجر سے خود اپنا سینہ آپ چاک کرکے ہاتھہ ڈال کر اپنا دل اندر سے نکال لیتا ہے اور یہہ تمام کام پورے اطمینان کے ساتھہ ادا کرتا ہے - (۱)

سب سے دردناک منظر کا نقشہ ابن الفقیہ نے کھینچا ہے کہ "ملتان کے ایک مندر میں ایک شخص آیا جو اپنے سر اور انگلیوں پر تیل میں بھیگی ہوئی روئی الپیٹے ہوئے تھا، وہاں آکر اس نے ان میں آگ لگا دی، ور یہہ بتیاں بھی جلتی ہوئی اس کے بدن تک پہنچ گئیں، اور وہ اسی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھہ جل کر خاک ہو گیا" - (۲)

---

(۱) سفرنامہ ابو زید صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۸ -

(۲) الپآبلاد قزوینی ص ۸۱ -

برہمن اور سمنی ، ابراہیم اور خضر

مطہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) نے تمام ہندو فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے - ایک کا نام برہمنیہ اور دوسرے کا نام سمنیہ بتایا ہے - لیکن عجیب بات یہہ ہے کہ بعض عرب مصنفوں کو لفظ برہمن کي مشابہت سے اتنا حسن ظن پیدا ہوا کہ انھوں نے یہہ فرض کر لیا کہ برہمن درحقیقت حضرت ابراہیم کے پیرو ہیں - اسی لئے ان کو برہمن کہتے ہیں - لیکن شہرستانی نے اس غلطی کو دور کیا اور بتایا کہ یہہ برہم کی طرف نسبت ہے ، ابراہیم کی طرف نہیں - برہمنوں کا حریف فریق سمنیہ در اصل عربی میں بودھوں کا نام ہے - (اس تحقیق پر آیندہ مفصل بحث آتی ہے -) بدھہ کے متعلق اس کے پیرووں کا جو یہہ عقیدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً انسانوں میں اکثر ظاہر ہوا کئے ہیں ، اس سبب سے بعض نیک نیت لوگوں نے یہہ تطبیق دی کہ یہی بدھہ ہیں جن کو مسلمان خضر کہتے ہیں - (۱)

دو قوموں کے درمیان اس وقت تطبیق کی ضرورت پیش آتي ہے جب ان کے درمیان کسي قسم کا سمجھوتہ ور اتحاد پیدا ہوتا ہے - یہہ دونوں مثالیں ان دونوں قوموں کے اسی دور کی یادگار ہیں -

---

(۱) دیکھو ملل و نحل شہرستاني -

پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس ھندو راجه

سنه ۱۴۷ ھ میں جب منصور عباسی کے زمانه میں حوصله مند سادات علوی نے حکومت کے قیام کا اراده کیا تو سندھه میں بھي اس کا سامان ھوا، مگر پانسه الٹ گیا اور علویوں کو کامیابی نه ھوئی اس وقت ان کو ایک جاے پناہ کي تلاش ھوئي، ھند کا مسلمان والی جو سادات کا ھمدرد تھا اس نے ان سے کہا آپ لوگ گھبرائیں نہیں، یہاں ایک راجه ھے جو رسول الله صلعم کی بڑی عزت کرتا ھے، آپ لوگ اس کے ھاں چلے جائیں، چنانچه وہ چلے گئے - راجه نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا اور وہ بڑے آرام سے وھاں رھنے لگے - (۱)

سمنیه

ابھی اوپر کی سطروں میں سمنیه فرقه کا ذکر ھوا ھے اور کہا گیا ھے که عربوں میں یہه بودھه مت والوں کا نام تھا - میں اس تحقیق کے نتیجه اور اس کے دلائل تک ایک مدت کے جمع معلومات کے بعد پہنچا ھوں -

سب سے پہلے اس فرقه کا نام عبدالقادر بغدادی جس نے سنه ۴۲۹ ھ (سنه ۱۰۳۷ ع) میں وفات پائی ھے اس کی کتاب الفرق بین الفرق میں اس تقریب سے نظر آیا

---

(۱) کامل ابن اثیر واقعات سنه ۱۴۷ ھ -

که اسلام کے عقل پرست فرقہ معتزلہ کے ایک بڑے امام نظام پر اس نے یہہ غلط الزام لگایا ھے کہ اس نے نبوت کے انکار کا مسئلہ برھمنوں سے اور یہہ مسئلہ کہ حق و باطل میں تمیز محال ھے، کیونکہ ھر طرف دلیلیں قوی اور پرزور ھوتی ھیں، اس نے ''سمنیہ'' سے سیکھا، پھر مرتضی زیدي کی کتاب المعتزلہ میں پڑھا کہ ''ھارون الرشید کو ھندوستان کے سمنیہ نے اسلام پر یہہ اعتراض کہلا بھیجا'' - اس فقرہ نے یہہ توجہ دلائی کہ اس فرقہ کا تعلق ھندوستان سے ھے - اس کے بعد سندھ کے حالات کی تحقیق میں سمنیہ کا نام باربار ملا، اور الیٹ صاحب کو دیکھا کہ پروفیسر مولر وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ھیں کہ ان سے مراد ''بودھ مت والے'' اور اس لفظ کی سنسکرت اصل ''سرمن'' ھے جس کے معنی ایک مذھبی فقیر کے ھیں - الیٹ صاحب یہہ بھی کہتے ھیں کہ یونانی سیاحوں اور مؤرخوں نے بھی ان کو سرامینس، سرمینیا، اور سیمونی کے الفاظ سے یاد کیا ھے (۱) - الیٹ صاحب کے اس بیان سے تھوڑا پتہ آگے چلا، مگر اس کے بعد ابن ندیم کی کتاب الفہرست نے اس معمے کو بالکل حل کر دیا اور اس سے مجکو پوری تشفی ھو گئی اور یہہ بھی معلوم ھو گیا کہ یونانیوں میں یہہ نام کیوں کر آیا -

---

(۱) انڈیا، الیٹ ج ۱ ص ٥٠٦ -

سمنیہ کی تحقیق

حمزہ اصفہانی جس نے اپنی کتاب تاریخ ملوک الارض (زمین کے بادشاہوں کی تاریخ) سنہ ۳۵۰ ھ میں تقریباً لکھی ھے اور جو ایران اور خراسان کی تاریخ کی سند ھے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں (۱) لکھتا ھے:-

"دنیا میں پہلے صرف دو ھی فرقے تھے، ایک "سمنیین" اور دوسرے کلدانیین (کالدیا والے) - سمنیین پورب کے ملکوں میں تھے، اور ان کے کچھہ باقی افراد اب بھی ھندوستان کے گوشوں میں اور چین میں ھیں اور خراسان والے ان کو "شمنان" جمع کی حالت میں اور شمن واحد کی حالت میں کہتے ھیں" -

اس سے یہہ معلوم ھو گیا کہ عربوں نے بودھوں کا یہہ نام خراسانیوں سے سنا اور وھی ان میں رائج ھوا - اصفہانی کے بیاں کے ساتھہ ابن ندیم (سنہ ۳۷۵ ھ) کا یہہ پرمعلومات بیان ملاؤ -

"میں نے ایک خراسانی کے ھاتھہ کی تحریر پڑھی جس نے خراسان کی پرانی اور پھر نئے زمانہ میں جو اس کی

---

(۱) تاریخ ملوک الارض ص ۷، مطبوعہ کاویانی (برلن) -

کیفیت ہے، اس کے حالات لکھے تھے -
یہہ رسالہ دستور کی طرح تھا، اس میں
لکھا تھا کہ سمنیہ کے پیغمبر کا نام
بوذاسف تھا، اور پرانے زمانہ میں اور
اسلام سے پہلے ماوراءالنہر (ترینز او کیشینا)
کے لوگ اسي مذہب کے پیرو تھے، اور
سمنیہ کا لفظ سمنہ کی طرف نسبت ہے -
یہہ لوگ تمام زمین والوں اور تمام دوسرے
مذہب والوں سے زیادہ سخی ہوتے ہیں -
اور یہہ اس وجہ سے کہ ان کے پیغمبر
بوذاسف نے ان کو یہہ بتایا ہے کہ سب
سے بڑا گناہ جو ناجائز ہے، اور جس کا
انسان کو کبھی نہ اعتقاد رکھنا چاہئے،
اور نہ عمل کرنا چاہئے، یہہ ہے کہ کوئی
اپني زبان سے "نہیں" نکالے - تو ان کا
اسی نصیحت پر عمل ہے، اور نہیں کہنا
ان کے نزدیک شیطان کا کام ہے، اور ان کا
مذہب شیطان کو دور کرنا ہے - (۱)

یہہ حرف حرف بودھہ مت کی تصویر ہے، اور گذر چکا ہے کہ بوذاسف کی اصل "بودھی ستو" ہے، اور یہہ بھی معلوم ہے کہ اسلام سے پہلے ایشیاے وسطی کا

---

(۱) الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ -

مذہب بودھ ہی تھا اس بیان کے بعد اس میں کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا کہ سمنیہ اور بودھ ایک چیز ہیں -

سمنیہ کے اصول

عبدالقادر بغدادی سنہ ۴۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) نے سمنیہ کے ایک اصول کا ضمناً تذکرہ کیا ہے، جس کو عربی اصطلاح میں "تکا فئو ادلہ" کہتے ہیں جو ایک طرح سے لا ادری (اگناسٹک) فرقہ کے اصول کے قریب ہے اور اس کے معنی یہہ ہیں کہ دنیا میں حق اور باطل اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ہر شے کے نفیاً یا اثباتاً ہاں اور نہیں دو رخ ہو سکتے ہیں، اور دونوں میں سے کسی کو نہ غلط کہہ سکتے ہیں اور نہ صحیح کہہ سکتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ یہہ اصول بدھ کی بعض تعلیمات میں ہیں، لیکن یہہ اصول سب سے زیادہ جینیوں کے ہاں نمایاں ہیں -

بودھ کا دوسرا اصول جس پر اس کے مت کی بنا ہے وہ دنیا یا زندگی کے دکھہ، برائی یا مصیبت سے چھٹکارا ہے - اسی برائی دکھہ اور مصیبت کو ابن ندیم نے شیطان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بدیوں کا مرکز ہے، اور یہہ کہا ہے کہ "سمنیہ کا مذہب شیطان کو دور کرنا ہے" یعنی بدیوں اور دکھوں سے نجات پانا ہے -

شہرستانی نے جو پانچویں صدی ہجری کے اخیر (گیارھویں صدی عیسوی) میں تھا، سمنیہ کے بجاے بد کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے پوری واقفیت تھی - وہ کہتا ہے کہ "بد (بدھہ) سے مراد وہ وجود ہے، جس کا ظہور نہ تو پیدایش سے ہوتا ہے اور نہ وہ بیاہ شادی رچاتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ بوڑھا ہوتا ہے، اور نہ مرتا ہے - یہہ گویا نروان کے بعد درجہ کا ذکر ہے - اس کے بعد اس نے گوتم بدھہ کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ وہ دس گناہوں سے بچے، اور دس اخلاقی فرائض کو ادا کرے - ان میں سے ہر ایک کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مجھے جہاں تک ان کے اصول کا علم ہے ان میں عالم کی ازلیت اور تناسخ کے قاعدے سے جزا و سزا بھگتنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے - (۱)

مطہر بن طاہر نے کسی عربی جغرافیہ کی کتاب المسالک سے (ابن خردازبہ والی نہیں، مگر جس کی تصنیف کی تاریخ یقیناً تیسری صدی کا آخر یا چوتھی صدی کا شروع ہوگا) اور ابن ندیم نے کندی کے علاوہ کسی اور کی تحریر سے یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ "سمنیہ میں دو فرقے ہیں، ایک وہ جو یہہ یقین کرتا ہے کہ بدھہ

---

(۱) ملل و نحل شہرستانی، مذاہب ہند -

خدا کا پیغمبر تھا ، اور دوسرے کا اعتقاد ھے کہ بدھہ خود خدا تھا جو اس اوتار میں دنیا مین ظاہر ھوا " (۱) -
یہہ تعبیر حقیقت میں اس اختلاف کی ھے کہ بودھہ مت میں خدا کا وجود ھے یا نہیں ؟ اس مت کا ایک فرقہ خدا کے نام سے کسی وجود کا قائل نہیں اور دوسرا قائل ھے ، اور حقیقت یہہ ھے کہ خود بدھہ نے اس مسئلہ کو بالکل گنجلک رکھا ھے - محمد خوارزمی چوتھی صدی ھجری کے اخیر میں کہتا ھے کہ " سمنیہ بت پرست ھیں ، اور قدم عالم ، تناسخ کے ، اور اس کے قائل ھیں کہ زمین ھمیشہ نیچے کو جا رھی ھے - ان کے پیغمبر کا نام بوذاسف ھے جو ھندوستان میں پیدا ھوا ، اور یہہ لوگ ھندوستان اور چین میں ھیں - کلدانی بھی اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ھیں " - (۲)

مشہور متبحر عرب مؤرخ اور سیاح مسعودی (سنہ ۳۳۳ ھ) چین کے حال میں لکھتا ھے :-

> " ان کا مذھب پہلے لوگوں کا مذھب ھے ، اور یہہ ایک فرقہ ھے جس کا نام سمنیہ ھے ، جن کی پوجا کا طریقہ وھی ھے جو اسلام سے پہلے قریش کا تھا - بتوں کو پوجتے ھیں ، اور دعاؤں میں

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۴۷ و کتاب البدءوالتاریخ جلد ۴ ص ۱۹ -
(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی ، ص ۳۶ ، (لیڈن) -

ان کی طرف منهه کرتے هیں - ان میں
جو سمجهدار هیں وه یهه سمجهتے
هیں که اس مورت کی حیثیت محض
قبله کي هے ' اور اصل نماز خدا کی
هے ' اور جو نادان هیں وه ان بتوں کو
خدا کا درجه دیتے هیں اور اُن کو
پوجتے هیں " - (۱)

بدهه کی صورت

دنیا کے تمام رهنماؤں میں غالباً بدهه هي کي ایسی ذات هے جس کی شکل و صورت اس کے مجسمه اور مورتی کی بدولت هزاروں سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے سامنے هے ' اور عجائب‌خانوں کے ذریعه سے تو اب دنیا کے گوشه گوشه میں موجود هے - اهل عرب بهی بدهه کی اس شکل و صورت سے واقف تهے - ابن ندیم نے ان لفظوں میں اس کي تصویر کهینچی هے (۲) : -

" ایک شخص ایک تخت پر بیٹها '
چهره پر بال نهیں ' تهڈي نیچے جهکی
کسی قدر مسکراهٹ ' انگلیاں بند اور
کچهه کهلی " -

---

(۱) تاریخ مسعودي (مروج‌الذهب) جلد اول ص ۲۹۸ (لیڈن) -

(۲) ابن ندیم ص ۳۴۷ -

بدھہ کی ایک مورتی بغداد بھی گئی تھی - ابن ندیم نے اس کو دیکھا تھا اور اس پر ایک کتبہ بھی تھا - (۱)

بودھہ مت کی وسعت

اھل عرب کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بودھہ مت کن کن ملکوں میں پھیلا تھا - ابھی ابن ندیم کا بیان گذر چکا ھے کہ خراسان اور ماوراءالنھر یعنی ایشیاے وسطی کا مذھب اسلام سے پہلے بودھہ تھا ، اسی طرح انھیں یہہ بھی معلوم تھا کہ چین میں بھی یہی مذھب ھے ، اور وہ ھندوستان سے گیا ھے - اکثر عرب سیاحوں نے اس کا ذکر کیا ھے - سب سے پہلا عرب سیاح جس کا سفرنامہ ھمارے پاس ھے ، یعنی سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ (سنہ ۸۳۷ ع) وہ اپنے سفرنامہ میں کہتا ھے :-

> "چین کے مذھب کی اصل ھندوستان سے ھے ، اور وہ کہتے ھیں کہ یہہ بدھہ کی مورتیاں ھندوستان ھی نے ھمارے لئے بنائی ھیں - ان دونوں ملکوں کے لوگ آواگون (تناسخ) کے مسئلہ میں ایک ھیں ، اور دوسری معمولی باتوں میں ان میں اختلاف ھے" - (۲)

---

(۱) ابن ندیم ص ۱۹ -

(۲) سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع صفحہ ۵۷ -

اسی طرح جنوبی هندوستان اور جزائر میں وہ اس مذهب کے اثرات پاتے تھے -

بهکشو

چنانچه ابو زید سیرافي ' جس نے تیسری صدی کے آخر میں جنوبي هندوستان ' جزائر ' اور چین کا حال لکھا ھے ' وہ بودھه فقیروں کا ذکر کرتا ھے ' اور ان کا نام بیکرجي لکھتا ھے ' جو شاید بهکشو کي خرابی ھے ' کیونکه لفظ کی صورت کے علاوہ معنی کی صورت بھی انھیں پر پوري اترتی ھے - سیرافی کهتا ھے :-

" هندوستان میں ایک گروہ ھے جس کا نام ' بیکر جیین ' ھے - یہه ننگے هوتے هیں ' ان کے بالوں کی لٹیں اتنی بڑی هوتی هیں که وہ پھیل کر ستر چھپا لیتي هیں ' ان کے ناخن بهت بڑے هوتے هیں ' وہ ان کو کتاتے نهیں چاھے توٹ جائیں ' یہه همیشه شهر به شهر پھرا کرتے هیں ' ان میں سے هر ایک کی گردن میں آدمي کی ایک کھوپڑی تاگے میں بندھی هوئی پڑی رهتی ھے ' جب ان کو زیادہ بھوک لگتی ھے تو وہ کسی کے دروازے پر کھڑے هو جاتے هیں ' مکان والا جلدی سے پکے هوے چاول لے کر خوش خوش آتا

ہے اور ان کو پیش کرتا ہے - وہ اسی
کھوپڑی میں لے کر ان کو کھا لیتے ہیں -
جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہر
سے واپس چلے جاتے ہیں، پھر صرف
بھوک کے وقت وہ نکلتے ہیں - (۱)

بزرگ بن شہریار ناخدا نے سنہ ۳۰۰ھ میں سراندیپ سے گذرتے ہوئے اس قسم کے فقیروں کو دیکھا تھا - اس نے بھی ان کی یہی تصویر کھینچی ہے اور ان کا نام بیکور بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہہ گرمی میں بالکل ننگے رہتے ہیں اور صرف چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ہیں اور جاڑوں میں چٹائی اوڑھتے ہیں، اور مختلف رنگ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا سی لیتے ہیں، اسی کو پہنتے ہیں، بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈی کی راکھہ ملتے ہیں، اور گلے میں انسان کی کھوپڑی لٹکاتے ہیں، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اسی میں کھاتے ہیں (۲) -

لیکن بیرونی نے اس قسم کے فقیروں کو مہادیو کے پجاری کہا ہے، ان کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی

---

(۱) سفرنامہ ابوزید سیرافی ص ۱۲۷ و ۱۲۸ -
(۲) عجائب الہند بزرگ بن شہریار صفحہ 155 (لیڈن) -

تھی ، وہ بھی گلے میں رنڈ مالا ڈال کر جنگل جنگل پھرتے تھے - (۱)

جوگي

جوگیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے حالات بھي ان کتابوں میں لکھے ھیں ، مگر ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ھے جس کو سلیمان تاجر نے نویں صدی عیسوی کے بیچ میں اپنے مشاھدہ سے لکھا ھے - کہتا ھے :-

"ھندوستان میں ایسے لوگ ھیں جو ھمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے ھیں ، اور لوگوں سے بہت کم ملتے ھیں ، بھوک لگتی ھے تو گھانس پات یا جنگل کے پھل کھا لیتے ھیں ...... ان میں بعض ننگ دھڑنگ ھوتے ھیں ، چیتے کي کھال کا کوئی ٹکڑا البتہ ان پر پڑا رھتا ھے - میں نے اسي طرح ایک شخص کو دھوپ مین بیٹھا دیکھا - ۱۶ برس کے بعد جب پھر میرا ادھر سے گذر ھوا تو میں نے اس کو اسی طرح اور اسی حال میں پایا ، مجھے تعجب ھوتا تھا کہ دھوپ

(۱) کتاب الہند ص ۵۸ -

کی تمازت سے اس کی آنکھہ کیوں نہ بہہ گئی "- (۱)

سمنیہ اور اسلام

سمنیہ کے ساتھہ مسلمانوں کے تعلقات خراسان، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستان تک بڑھتے چلے آتے ہیں - چنانچہ بلخ کے نووھار (نوبہار) کے متولی برمکیوں سے لے کر ان ملکوں کے معمولی بودھوں نے بھی اسلام قبول کرنے میں کچھہ زیادہ پس و پیش نہیں کیا - یہی صورت ہم کو سندھہ میں نظر آتی ہے - پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے خاتمہ پر یعنی سندھہ کی فتح کی چند ہی سال کے بعد جب بنو امیہ کے دیندار اور برگزیدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سندھہ کے لوگوں کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو بہت سے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا - (۲)

اسی طرح ملیبار، مالدیپ، اور بعض دوسرے جزیروں میں بھی ہم کو اسی قسم کے حالات ملتے ہیں - ہم نے اس قسم کے واقعات اپنے ایک سلسلہ مضمون میں جس کا عنوان "ہندوستان میں اسلام" ہے مفصل بیان کئے ہیں، اس لئے یہاں ان کے دھرانے کی حاجت نہیں -

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۵۰، ۵۱ -

(۲) فتوح البلدان بلاذری، فتح سندھہ -

سمنیہ اور "حصریہ"

کہیں اوپر ایک واقعہ یہہ گذرا ہے کہ مشہور فلاسفر اور متکلم نظام معتزلی، جو دوسری صدی ہجری کے آخر (آٹھویں صدی عیسوی) میں تھا اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا، اس پر اس کے دشمنوں نے جو غلط الزام لگائے تھے، ان میں ایک یہہ تھا کہ اس نے جوانی میں مجوسیوں اور سمنیوں کی صحبت اُٹھائی تھی، اور "تکافؤ ادلہ" کا مسئلہ اس نے سمنیوں سے سیکھا تھا، اور فلاں مسئلہ فلاں سے فلاں مسئلہ فلاں سے اس کی فہرست دی گئی ہے - بہر حال یہ عبارت کتابوں میں یکساں درج ہے - لیکن صرف ایک لفظ میں ہر جگہہ نئی تحریف ہے، سب سے قدیم کتاب جس میں یہ عبارت مجکو ملی ہے، اور وہ عبدالقادر بغدادی (المتوفی سنہ ۴۲۹ ھ سنہ ۱۰۳۷ ع) کی کتاب الفرق بین الفرق ہے - اس کتاب میں یہ لفظ "سمتیہ" (سمنیہ) لکھا ہے لیکن ایک اور مستند محدث و مؤرخ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے مگر "سمنیہ" کی جگہہ پر "حصریہ" لکھا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب الانساب کے اس قدیم نسخہ میں ہے، جس کو گب میموریل لندن نے سنہ ۱۹۱۲ ع میں زنکوگراف کے ذریعہ سے بعینہ چھاپا ہے - "حصریہ" نام کسی فرقہ کا وجود نہیں معلوم، غالباً اسی لئے کسی نے اس کو "دھریہ" کردیا ہے جیسا کہ مولانا شبلی کی علم الکلام کی منقولہ عبارت میں

ہے - مگر یہ صریحی تحریف ہے - اس لفظ سمنیہ اور حصریہ کے اختلاف پر میں دیر تک غور کرتا رہا ' اور آخر بحمداللہ ایک نتیجہ پر پہنچ کر مجھے بالکل اطمینان ہو گیا - حقیقت میں سمعانی کے نسخہ میں "حصریہ" نہیں بلکہ ح اور ص سے دو نقطے کاتبوں نے اُڑا دئے ہیں - یہ لفظ "خضریہ" ہے - اس نتیجہ تک پہنچنے میں جس درمیانی واسطہ نے مدد دی وہ امام سمعانی کے ہمعصر فلسفی و محدث شہرستانی کا یہ خیال تھا کہ "بدھ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے ' اگر وہ سچ ہے تو وہ اس خضر سے ملتا جلتا ہے جس کے وجود کا دعوی مسلمان منجم اور مسمرائزر کیا کرتے ہیں" (۱) - اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کو "خضر" فرض کرکے بودھ مت کے پیرووں کا نام لوگوں نے "خضریہ" رکھ لیا تھا ' اور سمعانی نے نظام کے حال میں اسی فرقہ کا نام "خضریہ" لکھ دیا - اس بنا پر بغدادی کا "سمنیہ" اور سمعانی کا خضریہ کہنا ایک ہے -

محمرہ

بودھوں کا ایک تیسرا نام عربی کتابوں میں محمرہ بھی ہے ' یعنی "سرخ کپڑے پہننے والے" (۲) جس سے مقصود

---

(۱) ملل ونحل شہرستاني جلد ۳ ص ۲۴۲ بر حاشیہ ملل و نحل ابن حزم -

(۲) کتاب الہند بیروني ص ۱۹۱ -

شاید گروا رنگ ہو یا زعفرانی - یہ رنگ ان کے مذہبی
پیشواؤں کی پہچان تھی -

بدھ اور بت

اس موقع پر ایک اور لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے ،
اور وہ لفظ بت ہے ، جس سے بت پرست اور بت خانہ
بنے ہیں - اس کو عام طور سے ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے ،
لیکن حقیقت میں یہ لفظ "بدھ" سے "بد" اور "بد"
سے "بت" بنا ہے - چونکہ بدھ کی مورتی کی پوجا ہوتی
تھی اس لئے "بد" کے معنی ہی فارسی میں بت ہو
گئے - اسی لئے عربی میں اس بت کو "بد" کہتے ہیں
اور اس کی جمع "بدوہ" آتی ہے - (۱)

سسلی کا بت ہندوستان میں

عربوں کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بتوں اور
مجسموں کے گاھک زیادہ تر ہندوستان کے لوگ ہیں ،
اسی لئے یہہ بات تعجب سے سنی جائےگی کہ
امیر معاویہ نے (سنہ ۴۶ ھ میں) جب سسلی (اٹلی) پر
حملہ کیا تو وہاں سے ان کو سونے کے اسٹیچو اور مجسمے
ہاتھہ آئے ، انہوں نے چاہا کہ نفس سونے کی مالیت کے

---

(۱) دیکھو فہرست ابن ندیم ص ۳۴۷ و سفرنامۂ سلیمان ص ۵۵ و ۵۷
و کتاب البدءوالتاریخ ص ۱۹ و ملل و نحل شہرستانی ص ۲۴۰ -

علاوہ ان مجسموں اور اسٹیچوؤں کی ساخت اور صنعت کی قیمت بھی وصول ہو - چنانچہ انھوں نے ھندوستان بھیج کر ان کو فروخت کرنا چاھا - بعض مؤرخین نے لکھا ھے کہ مسلمانوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور اس پر عمل نہ ھوا ' (۱) لیکن بیرونی کا بیان ھے کہ وہ یہاں لائے گئے اور بیچے گئے (۲) - غالباً بیرونی کے اس بیان کا ماخذ واقدی کی روایت ھو جس کو بلاذری نے (۳) بھی فتوح البلدان میں نقل کیا ھے -

عرب و ھند کے یہ مذھبی تعلقات بہر حال رنگ لائے ' اور ایک دوسرے سے متاثر ھونے کا موقع بہم پہنچا ' اور اتنا تو ضرور ھوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مذھب سے کچھہ نہ کچھہ واقفیت ھوئی - میرا نظریہ یہہ ھے کہ اس زمانہ کے ھندوستان کا غالب مذھب بودھہ تھا ' اور وھی عربوں کے مذھب سے زیادہ متاثر ھوئے - یہ اثر سب سے پہلے ان راستوں میں نظر آتا ھے جو عربوں کے تجارتی گذرگاہ تھے ' یعنی کارومنڈل (معبر) ملیبار اور کولم سے لے کر کچھہ اور گجرات تک اور ادھر سندھہ سے لے کر کشمیر تک -

---

(۱) اماری سسلی ' بحوالۂ نہایۃالارب ص ۲۲۶ -

(۲) کتاب الھند بیرونی ص ۶۰ -

(۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵ ' (لیڈن) -

اور جنوبی ہندوستان اور ہندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ رہے اور اس کا سبب تجارت کے علاوہ سراندیپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی -

عرب و ہند کا ایک متحدہ مقدس مقام

مشہور ہے کہ سراندیپ ، سیلون یا لنکا جو کہو ، اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان ہے ، خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے ، مگر سب سے عجیب بات یہہ ہے کہ ایہہ نقش قدم مسلمان عربوں ، بودھوں ، اور عام ہندؤوں ، تینوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہہ وہ چیز ہے جس کی دوسری مثال مذہب کی دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی - مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں ، بودھہ اُس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں - دور دور سے لوگ اُس کے جاترے کو جاتے ہیں - مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا - تقریباً بحری سفر کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی زیارت کا شوق اس کو وہاں کھینچ لایا ہے ، اور آخر یہی چیز اس جزیرہ میں مسلمان درویشوں کی بکثرت آمد و رفت کا ذریعہ بن گئی

اور ان کی اس آمد و رفت کی، کثرت کے سبب سے اسلام کے قدم وہاں جم گئے - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں کا راجہ ہندو تھا مگر نقش آدم کے پہاڑ کے پاس خواجہ خضر کا غار بھی دکھائی دیتا تھا - کہیں بابا طاہر کا غار ملتا تھا - چیلاؤ (سالایم) میں ہاتھی بکثرت تھے، مگر ایک شیرازی بزرگ شیخ عبداللہ خفیف (المتوفی سنہ ۳۳۱ھ) کی دعا کی برکت سے یہہ کسی کو نہیں ستاتے - اسی لئے اس وقت سے جب سے ان بزرگ کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی وہاں کے بت پرست بھی مسلمانوں کا ادب کرتے ہیں - ان کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ہیں اور اپنے بال بچوں میں ان کو رہنے دیتے ہیں اور وہ اب تک (ابن بطوطہ کے زمانہ تک) شیخ عبداللہ خفیف کے نام کا ادب کرتے ہیں -

ہندوستان میں اسلام

بہر حال ان مختلف تجارتی، معاشرتی اور سیاسی تعلقات کا یہہ نتیجہ ہوا کہ سندھ، گجرات، کارو منڈل، ملیبار، مالدیپ، سراندیپ اور جاوہ میں اسلام نے اپنے قدم آہستہ آہستہ بڑھانے شروع کئے - ان جزیروں میں ایک طرف ہندوؤں اور دوسری طرف چینیوں کے اثر سے بودھ مت پھیلا ہوا تھا مگر صدی بصدی کے جغرافیوں اور سفرناموں کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھ

اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جاتے ہیں اور دونوں قوموں کے لئے ایک دوسرے سے واقفیت کا موقع بہم پہنچتا جاتا ہے - اس دور کے چند متفرق واقعات پر اس بیان کا خاتمہ ہے -

پنجاب یا سرحد کے ایک راجہ کا اسلام

بلاذری جو تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے اخیر کا مؤرخ ہے بیان کرتا ہے کہ کشمیر، کابل اور ملتان کے بیچ میں ایک شہر عسیفان (اسیوان) (۱) نام تھا، راجہ کا ایک لاڈلا بیٹا بہت سخت بیمار ہوا، راجہ نے مندر کے پجاریوں کو بلا کر کہا کہ اس کی سلامتی کی دعا مانگی جائے، پجاریوں نے دوسرے دن آکر کہا کہ دعا مانگی گئی اور دیوتاؤں نے اُس کے جیتے رہنے دئے جانے کا وعدہ کر لیا ہے - اتفاق یہہ کہ وہ لڑکا اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد مر گیا - راجہ کو بڑا سخت صدمہ ہوا، اسی وقت جاکر مندر ڈھا دیا، پجاریوں کی گردنیں مار دیں، پھر شہر میں جو مسلمان سوداگر تھے ان کو بلواکر ان کے مذہب کا حال دریافت کیا - انھوں نے اسلام کے عقائد بیان کئے، راجہ مسلمان

---

(۱) امیر خسرو نے خزاین الفتوح میں سیوان نام ایک قلعہ کا جو دھلی سے سو فرسنگ کی مسافت پر تھا اور سنہ ۷۰۸ میں سیتل چند اس کا راجہ تھا ذکر کیا ھے -

ہو گیا (۱) - بلاذری کہتا ہے کہ "یہہ واقعہ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں پیش آیا" - معتصم باللہ کا زمانہ سنہ ۲۱۸ ھ سے سنہ ۲۲۷ ھ تک ہے -

عربوں اور ہندؤوں میں مذہبی مناظرہ

یہہ تعلقات اس حد تک بڑھہ چکے تھے کہ عرب مسلمانوں اور ہندؤوں میں بلکہ بودھوں میں دوستانہ مذہبی مناظرے ہوتے تھے - معتصم کے باپ ہارون الرشید (دوسری صدی ہجری کا اخیر) کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے کسی راجہ نے ہاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ "آپ اپنے مذہب کے کسی عالم کو میرے پاس بھیج دیجئے، جو مجھکو اسلام سے آگاہ کرے اور میرے سامنے میرے ایک پنڈت سے بحث کرے" - دوسری روایت یہہ ہے کہ سندھہ کے کسی راجہ کے یہاں ایک بودھہ مذہب کا فاضل پنڈت تھا، اس نے راجہ کو آمادہ کیا تھا اور اس نے کہلا بھیجا تھا کہ مجھہ سے یہہ کہا گیا ہے کہ "تلوار کے سوا آپ کے پاس آپ کے مذہب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں ہے - اگر آپ کو اپنے دھرم کی سچائی کا یقین ہو تو اپنے ہاں کے کسی عالم کو بھیجئے جو میرے ایک پنڈت سے آکر بحث کرے - خلیفہ نے ایک مقدس محدث عالم کو اس کام کے لئے

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ -

بھیج دیا، پنڈت نے جب عقلی اعتراضات شروع کئے
تو ملا نے جواب میں حدیثیں پیش کرنی شروع کیں
پنڈت نے کہا یہہ تو ان کے لئے سند ہیں جو تمہارے
مذہب کو مانتے ہوں ایک روایت میں ہے کہ پنڈت نے
پوچھا کہ تمہارا خدا اگر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے
تو کیا اپنی جیسی کسی ہستی کے بنانے پر بھی اس کو
قدرت ہے؟ ان بھولے بھالے عالم صاحب نے کہا اس قسم
کی باتوں کا جواب دینا ہمارا کام نہیں ہے - یہ علم کلام
والوں کا کام ہے - راجہ نے ان عالم صاحب کو واپس کیا
اور ہاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ پہلے تو بزرگوں کے
کہنے سے مجھے معلوم ہوا اور اب اپنی آنکھوں سے
دیکھہ کر یقین ہوگیا کہ آپ کے پاس آپ کے مذہب
کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں - خلیفہ نے کلام والوں
کو بلواکر یہہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا اس جماعت
کے ایک کمسن بچہ نے اتھہ کر کہا "امیرالمؤمنین!
یہہ اعتراض لغو ہے، اللہ تو وہ ہے جس کو نہ کسی نے
بنایا، نہ پیدا کیا، وہ مخلوق نہو - اب اگر وہ اپنے ہی
جیسے کسی دوسرے کو پیدا کرے گا تو وہ اس جیسا تو
ہو نہیں سکتا، کہ وہ بہر حال اس کا مخلوق ہی ہوگا -
پھر یہہ کہ بعینہ خدا کی طرح کسی دوسری ہستی کا
ہو سکنا خدا کی توہین ہے اور خدا اپنی توہین
و تحقیر پر جو محال ہے قدرت نہیں رکھتا - یہہ سوال
کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا جاہل ہو سکتا

ہے؟ خدا مر سکتا ہے؟ خدا کھا سکتا ہے؟ یا پی سکتا ہے؟ یا سو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے خدا کچھہ نہیں کر سکتا ہے، کہ یہہ سب اس کی ذات کی شان کے خلاف ہے - یہہ جواب سب نے پسند کیا، اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پنڈت کے مقابلہ کے لئے اسی لڑکے کو ہندوستان بھیجا جاے، مگر تجربہ‌کاروں نے عرض کی کہ حضور یہہ بہرحال بچہ ہے، ایک جواب بن آیا تو ضرور نہیں کہ سب جواب بن آئیں - چنانچہ ایک دوسرے مشہور متکلم کو خلیفہ نے چن کر ہندوستان بھیجا - ایک روایت میں ہے کہ وہ بودھہ اس متکلم سے کبھی مناظرہ کر چکا تھا اور شکست کھا چکا تھا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے راستہ ہی میں ایک آدمی کو بھیج کر پتہ چلایا کہ یہ صرف مذہبی ملا ہے یا عقلیات سے بھی واقف ہے - جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ عقلیات کا بڑا فاضل ہے تو پھر دونوں روایتوں میں ہے کہ اس پنڈت نے اس کے مقابلہ میں اپنے کو کمزور پاکر اس سے پہلے کہ وہ مسلمان مناظر راجہ کے دربار میں پہنچے راستہ ہی میں اس کو زہر دلوا دیا - (۱)

---

(۱) کتاب المنیۃ والامل فی شرح کتاب الملل والنحل لاحمد بن یحیی المرتضی، باب ذکر المعتزلۃ مطبوعۃ حیدر آباد دکن سنۃ ۱۳۱۶ ھ ص ۳۱ و ۳۴ -

اس قصہ کے تمام اجزا صحیح ہوں یا نہ ہوں مگر بہرحال اس سے اتنا ثابت ھے کہ ان دونوں قوموں کے مذہبی تعلقات اور روابط نے اس حد تک ترقی کی تھی -

ایک مناظر راجہ

مؤرخ مسعودی جو سنہ ۳۰۳ھ میں ہندوستان آیا تھا کھمبایت کے حال میں لکھتا ھے کہ :-

> "میں جب سنہ ۳۰۲ھ میں یہاں آیا تو یہاں کا حاکم ایک بانیا (بنیا) تھا جو برھمنی مذھب رکھتا تھا اور وہ مہانگو کے راجہ ولبھہ رائے کا ماتحت تھا - اس کو مناظرہ کا بہت شوق تھا - اس کے شہر میں باھر سے جو نئے مسلمان یا اور مذھب کے لوگ آتے تھے، وہ ان سے بحث و مناظرہ کرتا تھا" (۱) -

بودھوں سے ایک اور مناظرہ

بودھہ مت کے پیرو حواس ظاھری کے علاوہ کسی اور ذریعہ علم کے قائل نہ تھے، چنانچہ بصرہ جو اس زمانہ میں (دوسری صدی کا وسط) مختلف مذھب و

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلد اول ص ۲۵۴ (لیڈن)

ملت کے لوگوں کا مرکز تھا ، وھاں واصل بن عطاء ، جھم بن صفوان ، اور بودھوں سے اس مسئلہ میں مناظرہ ھوا - آخر واصل نے اپنی دلیلوں سے ان کو قائل کر دیا (۱) -

ایک مسلمان کا بت پرست ھو جانا

سنہ ۳۷۰ ھ کا ایک عرب سیاح جو بیت المقدس کا رھنے والا تھا وہ سندھ کے بت خانوں کے تذکرہ میں کہتا ھے کہ "ھبروا میں پتھر کی دو عجیب و غریب مورتیں ھیں - وہ دیکھنے میں سونے اور چاندی کی معلوم ھوتی ھیں - کہتے ھیں یہاں آکر جو دعا لوگ مانگتے ھیں وہ قبول ھوتی ھے - اس کے پاس ایک سبز رنگ کے پانی کا چشمہ ھے جو بالکل زنگار معلوم ھوتا ھے ، زخموں کے لئے بہت مفید ھے - یہاں کے پجاریوں کا خرچ دیوداسیوں کے ذریعہ پورا ھوتا ھے ، بڑے بڑے لوگ یہاں اپنی لڑکیاں لاکر چڑھاتے ھیں - میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ان دونوں مورتیوں کی پوجا کرنے لگا تھا ، پھر بعد کو نیشاپور جاکر وہ مسلمان ھو گیا - یہہ دونوں مورتیں طلسماتی ھیں ، کوئی اُن کو ھاتھہ سے چھو نہیں سکتا - (۲)

---

(۱) شرح کتاب الملل والنحل مرتضی زیدی مطبوعۂ حیدرآباد ، واصل بن عطاء کا حال -

(۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بشاری ص ۴۸۳ -

قرآن پاک کا پہلا هندی ترجمه آج سے ایک هزار برس پہلے

قرآن پاک کا ترجمه لوگ آج هندی میں کرنے لگے هیں، مگر یہه سن کر کتنا اچنبھا هوگا که آج تقریباً ایک هزار برس پہلے قرآن پاک کا هندي میں یا سندهی میں ایک هندو راجه کے حکم سے کیا گیا تها - سنه ۲۷۰ ھ میں الرا (الور واقع سندهه؟) کے راجه مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں هے، اور جو هندوستان کے بڑے راجاؤں میں هے، اس نے منصوره (واقع سندهه) کے امیر عبدالله بن عمر کو لکهه بهیجا که کسي ایسے شخص کو میرے پاس بهیجئے جو هندی میں هم کو اسلام کا مذهب سمجها سکے - منصوره میں عراق کا ایک مسلمان تها جو بہت تیز طبیعت، سمجهدار، اور شاعر تها، اور چونکه هندوستان میں پلا تها اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وه جانتا تها - امیر نے اس سے راجه کی خواهش کا ذکر کیا، وه تیار هوا، اس نے ان کی زبان میں ایک قصیده لکهه کر راجه کو بهیجا، راجه نے اس قصیده کو سنا تو بہت پسند کیا، اور اس کو سفر خرچ بهیج کر اپنے پاس بلوایا - وه راجه کے دربار میں تین برس رها اور اس کی خواهش سے اس نے قرآن کا هندي زبان میں

ترجمہ کیا - راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا - (۱)

ایک گجراتی راجہ کا بے مثال مذہبی انصاف

چھٹی صدی ہجری کے آخیر میں جب سلطان غوری کے بعد دہلی میں شمس الدین ایلتمش اور سندھ میں ناصرالدین قباچہ حکومت کرتے تھے، محمد عوفی نام ایک فاضل بخارا سے چل کر ھندوستان آیا تھا اور اس نے غالباً سندھ کے کسی ساحل منصورہ یا دیبل سے نکل کر خلیج فارس، سواحل عرب، اور ھندوستان کی مختلف بندرگاھوں کی سیاحت کی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں وہ کھمبایت بھی پہنچا تھا، اس کی دو کتابیں اس وقت باقی ھیں، ایک فارسی شاعروں کا تذکرہ جس کا نام لباب الالباب ھے، جو ناصرالدین قباچہ کے وزیر کے نام لکھی ھے، اور وہ دو جلدوں میں گب سیریز لندن سے شائع ھو چکی ھے، دوسری کتاب اس سے زیادہ بڑی ھے، اس کا نام جامع الحکایات ولامع الروایات ھے - اس میں مصنف نے کچھ اپنے کانوں سنے، اور اپنی آنکھوں دیکھے، اور کچھ دوسری کتابوں میں پڑھے ھوئے واقعوں اور قصوں کو مختلف عنوانوں میں ذکر کیا ھے -

---

(۱) عجائب الھند ص ۴ (لیڈن) -

یہہ کتاب سلیمان شمس‌الدین ایلتمش کے وزیر قوام‌الدین جنیدی کے نام سے لکھی ھے اور اب تک حلیۂ طبع سے محروم ھے - اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ھے -

محمد عوفی نے اس کتاب کے دوسرے باب "در ذکر ملوک طوائف و احوال ایشاں" میں ایک عجیب و غریب قصہ لکھا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھندو مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں عربوں کے عہد میں کیسے تھے، اور ھندو راجہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھہ کس طرح انصاف سے پیش آتے تھے - محمد عوفی کا یہہ سفر سنہ ۶۲۵ ھ سے پہلے ھوا تھا، اور جو واقعہ اس نے بیان کیا ھے وہ یقیناً اس سے پہلے کا ھے، اور یہہ وہ زمانہ ھے جب گجرات کی طرف صرف ایک سلطان محمود اور دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک کے سرسری دھاووں کے سوا وھاں کسی اسلامی حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا -

محمد عوفی کہتا ھے کہ "مجھے ایک دفعہ کھمبایت جانے کا اتفاق ھوا، جو سمندر کے کنارے ایک شہر ھے، اور وھاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ھے جو مسافروں کی خوب خاطر تواضع کرتی ھے، اور یہہ شہر نہر والہ (احمدآباد گجرات کے قریب) کی سلطنت میں ھے، اور یہاں کچھہ مسلمانوں اور کچھہ ان کے

مخالفوں کی آبادی ہے - میں جس زمانہ میں یہاں آیا ایک قصہ سنا جو نوشیرواں کے اوپر والے قصہ سے ملتا جلتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ راجہ جنک کے راج کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد تھی جس میں منارہ تھا ' اس پر چڑھکر مسلمان اذان دیتے تھے ' پارسیوں نے ہندؤوں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا ' ہندؤوں نے منارہ توڑ دیا اور مسجد کو مع اسی (۸۰) مسلمانوں کے شہید کرڈالا - مسجد کا امام و خطیب جس کا نام علی تھا یہاں سے بھاگ کر نہروالہ چلا گیا ' وہاں جاکر راجہ کے درباریوں اور افسروں سے مل کر فریاد کی ' مگر کسی نے توجہ نہ کی ' امام نے یہہ حال دیکھکر تدبیر یہہ کی کہ ہندی (غالباً گجراتی) میں پورا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا ' اور خبر رکھی کہ راجہ شکار کو کب جاتا ہے - جب شکار کا دن آیا امام وہ قصیدہ لے کر راستہ میں ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھہ گیا ' جب راجہ ادھر سے گذرا امام فریادی بن کر سامنے آ گیا اور دھائی دی اور عرض کی کہ اس کا یہہ قصیدہ سن لیا جائے - راجہ نے ہاتھی روک کر اس کی منظوم عرض داشت سنی اور بہت متاثر ہوا ' اور قصیدہ کو اس کے ہاتھہ سے لے کر ایک افسر کے سپرد کردیا ' کہ فرصت کے وقت مجھے یہہ پھر دکھایا جائے - راجہ اسی وقت شکار سے واپس آ گیا ' اور وزیر کو بلواکر کہا کہ میں تین دن تک محل میں رہوں گا اور آرام کروں گا ' ان تین دنوں کے اندر کسی کام کے لئے مجھے تکلیف

نہ دینا ، سب کام تم بطور خود انجام دینا - یہہ کہہ کر راجہ محل میں چلا گیا اور رات کو ایک تیز سانڈنی پر بیٹھہ کر تن تنہا کھمبایت کی طرف روانہ ہو گیا - نہروالہ سے کھمبایت ۴۰ فرسنگ ہے ، مگر راجہ نے ایک دن رات میں اس راستہ کو طے کیا اور وہاں بھیس بدل کر ایک سوداگر کی صورت میں اترا ، اور گلی کوچہ بازار میں ہر جگہ پھر کر تحقیق کی ، اور راستہ چلتوں کی باتیں سنیں - ہر ایک کی زبان سے یہی سنا کہ بیچارے مسلمانوں کو بے گناہ مارا گیا ، اور ان پر بڑا ظلم ہوا - راجہ ہر طرح واقعہ کی تحقیق کر کے ایک لوٹے میں سمندر کا پانی بھر کر اور اس کا منہہ بند کر کے اپنے ساتھہ لیا ، اور پھر اسی طرح چوبیس گھنٹے میں سانڈنی پر اپنی راجدھانی کو واپس آ گیا ، صبح کو راجہ نے دربار منعقد کیا ، مقدمات سنے ، اور اسی کے ساتھہ مسجد کے اس امام کو یاد کیا - جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے اس کو حکم دیا کہ تم اپنی عرضداشت پڑھکر سناؤ - امام نے جب اس کو پڑھا تو ہندو درباریوں نے کہا یہہ مقدمہ جھوٹا ہے اور یہہ دعوی سرے سے غلط ہے - راجہ نے آبدار کے ہاتھہ سے وہ لوٹا منگوایا اور سب کو تھوڑا تھوڑا اس کا پانی پلایا ، جس نے پیا وہ اس کو گھونٹ نہ سکا اور کہا یہہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے - راجہ نے کہا مجکو چونکہ اس معاملہ میں کسی دوسرے پر بھروسہ نہ تھا کہ دد اختلاف دین

درمیان بود" کہ یہہ مذہبی اختلاف کا معاملہ تھا اس لئے میں نے خود جاکر اس کی تفتیش کی، اور مجھہ پر ثابت ہو گیا کہ یہہ مسلمان بے شک مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے - میرے راج میں کسی جماعت پر جو میرے سایہ میں ہو ایسا ظلم نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد حکم دیا کہ برہمنوں اور پارسیوں میں سے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں دو دو کو سزا دی جاے اور مسلمانوں کو ایک لاکھہ بالوترا (گجراتی سکہ) تاوان دلوایا، تاکہ اس سے وہ مسجد اور منارہ دوبارہ بنوا لیں اور امام کو خلعت اور انعام دیا، چنانچہ وہ مسجد دوبارہ بنی، اور یہہ انعامات اس میں یادگار کے طور پر رکھے گئے، چنانچہ ہر سال عید کے دن ان کو نکال کر سب کو دکھایا جاتا ہے -

محمد عوفی کہتا ہے کہ "آج تک (سنہ ۶۲۵ ھ) یہہ چیزیں وہاں رکھی ہیں، اور وہ پرانی مسجد اور منارہ بھی باقی تھا، مگر کچھہ دن ہوئے بالو (بابالا) کی فوج نے گجرات پر حملہ کیا تو اس مسجد کو ویران کردیا - آخر سعید بن شرف (کسی عرب تاجر) نے اپنے سرمایہ سے اس کو دوبارہ بنوایا ہے - اور اس کے چاروں طرف چار سنہرے گنبد بنوائے ہیں - اور اسلام کی یہہ یادگار اس ہندو ملک میں آج تک قائم ہے" -

مسلمانوں میں وحدة الوجود

وحدة الوجود کا مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں ہر قوم میں موجود تھا ' بعض یونانی فلاسفر ایک معنی میں اس کے قائل تھے - اسکندریہ کا نو افلاطوني فرقہ اس کا معتقد تھا ' پرانے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی یہہ خیال موجود تھا ' هندو ویدانت کی پوری عمارت اسی تخیل پر قائم ہے - اور بعض مسلمان صوفیوں میں بھی اس کی پرجوش تلقین پائی جاتی ہے گوکہ وحدة الوجود کے اندر خود بہت سے مختلف معنی ہیں ' اور اس ایک وحدت کی بھی بکثرت تشریحیں کی گئي ہیں ' یہاں تک کہ ایک تشریح کے مطابق وہ " حلول " کا مرادف اور هم معنی بن گیا ہے -

بہر حال یہاں اصل مسئلہ سے غرض نہیں ' بلکہ اس کی تاریخي حیثیت سے بحث ہے - یہہ سوال اکثر اُٹھا ہے کہ مسلمان صوفیوں میں یہہ تخیل کہاں سے آیا ؟ جہاں تک هم سے تحقیق هو سکي ہے ' همارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہہ ثابت هوسکے کہ هندو ویدانت کا ترجمہ عربی زبان میں هوا ہے ' حالانکہ اسلام میں اس تخیل کا آغاز تیسري صدی کے آخر سے یعنی حسین بن منصور حلاج کے زمانہ سے ہے - اور اس کا کمال پانچویں صدی هجری میں محیی الدین بن عربی کے زمانہ میں نظر آتا ہے - اس میں تو کوئی شک نہیں

کہ ہندوستان میں آنے کے بعد ہندو ویدانتیوں کے تخیل سے مسلمان صوفیوں پر اثر پڑا ہے (۱) - مگر اسلامی تصوف میں اس تخیل کا اثر اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے، خصوصاً جب یہہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں محیی الدین ابن عربی ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس عقیدہ کی سب سے پرجوش حمایت کی ہے، اور وہ اسپین کے باشندے تھے، اور کبھی ہندو فلاسفی سے ان کو دو چار ہونے کا موقع نہیں ملا، اس لئے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ہندو ویدانت سے نہیں بلکہ نو افلاطونی فلسفہ سے متاثر ہوئے تھے -

لیکن جہاں تک حسین بن منصور حلاج کا تعلق ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جس وحدۃالوجود کا مدعی تھا وہ معتبر محتاط مسلمان صوفیون کا وحدۃالوجود نہیں، بلکہ وہ حلول یعنی ایک قسم سے ہندؤوں کے اوتار کے مسئلہ کا قائل تھا - اس کی تفصیل اس کے پرانے تذکرہ نویسوں نے پوری طرح کی ہے، اور خود اس

---

(۱) چنانچہ غالباً آٹھویں صدی ہجری میں بنگال کے ایک نو مسلم پنڈت اور ایک صوفی عالم نے مل کر سنسکرت کی کتاب امرت کنڈ کا عربی میں ترجمہ "عین الحیواۃ" کے نام سے کیا، پھر اس سے فارسی میں، اور اب فارسی سے اردو میں اس کا ترجمہ ہوا ہے، اور دارا نے اپنے زمانہ میں سر اکبر کے نام سے جوگ بشست کا ترجمہ فارسی میں کیا -

کی تصنیف کتاب الطواسین سے بھی ثابت ہے - اس کے بعد یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ہندوستان کے جادو، منتر، اور کرتب کو سیکھنے یا جیسا کہ بعض کہتے ہیں، کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آیا تھا، اس لئے عجب نہیں کہ وہ یہیں سے اپنا مسئلہ وحدۃالوجود عراق لے گیا ہو (۱) -

ہندؤوں میں وحدت تنزیہی

اس کے بر خلاف قیاسات اس ثبوت میں بھی ہیں کہ ہندؤوں میں وحدت تنزیہی کا تخیل اور بت پرستی کے خلاف جذبہ اسلام کا نتیجہ ہے - یہ مضمون خود بڑی وسعت رکھتا ہے اور وہ کسی دوسری بحث کے ضمیمہ کے طور پر ادا نہیں ہو سکتا -

---

(۱) حلاج کی کتاب الطواسین فرانس کے صوفی مستشرق لوئی مسینان (Louis Massignan) نے سنہ ۱۹۱۴ء میں پیرس سے شائع کی ہے، اور اسی کے ساتھ ایک مستقل جلد میں حلاج کے حالات کے متعلق قدیم بیانات کو بھی یکجا کردیا ہے، حلاج کے ہندوستان آنے کا واقعہ اسی کتاب میں ابن باکویہ صوفی شیرازی کی کتاب کے اقتباسات میں مذکور ہے - دیکھو صفحہ ۳۱ و ۴۳ (مطبوعہ پیرس) -

خاتمہ

ان چند صفحوں میں عرب و ہند کے مذہبی تعلقات کا جو آئینہ تیار کیا گیا ہے خوب غور کر کے دیکھو کہ ان دونوں قوموں نے باوجود شدید مذہب‌پرست ہونے کے کہیں اس شیشہ میں بال آنے دیا ہے؟ کیا جو پہلے گذر چکا وہ آئندہ نہیں ہو سکتا؟

هندوستان میں مسلمان

(فتوحات سے پہلے)

ماخذ

علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ذیل کے معلومات کے لئے سندھ کی فارسی تاریخوں سے بھی فائدہ اتھایا گیا ہے - افسوس ہے کہ یہہ کتابیں اب تک چھپی نہیں ہیں، مختلف کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں، البتہ الیت صاحب نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں ان کے ضروری اقتباسات دے دئے ہیں، اور وہی میرے پیش نظر ہین، ان کتابوں کے نام یہہ ہیں -

۱ - چچ نامہ

یہہ تاریخ السندوالہند کے نام سے عربی زبان میں سندھ کی سب سے پرانی تاریخ تھی - محمد علی بن حامد بن ابوبکر کوفی نے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں سنہ ۶۱۳ ھ (۱۲۱۶ ع) میں اوچ (سندھ) میں بیٹھہ کر فارسی میں ترجمہ کیا - اس کی اصل عربی نہیں ملتی، مگر صرف محمد بن قاسم کی موت اور راجہ داھر کی لڑکی کی قید کا واقعہ اس میں افسانہ ہے، باقی اکثر باتین اس مین ایسی ہیں جن کی پرانی عربی تاریخوں سے تائید ہوتی ہے -

۲ - تاریخ معصومی

یہہ میر محمد معصوم کی تاریخ سندھہ ہے ، اکبر کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱۱ ھ میں لکھی گئی -

۳ - تریخ طاھری

میر طاھر بن سید حسن قندھاری نے سندھہ کے قیام کے زمانہ میں سنہ ۱۰۳۰ ھ (۱۶۲۴ ع) میں سندھہ کی یہہ تاریخ لکھی -

۴ - بیگ لارنامہ

یہہ کتاب شاہ قاسم خاں بن سید قاسم بیگ لار کے نام سے سنہ ۱۰۱۷ ھ سے سنہ ۱۰۳۶ ھ تک میں لکھی گئی -

۵ - تحفۃالکرام

یہہ سب سے آخری کتاب ہے ، علی شیر نے سنہ ۱۱۸۱ ھ (۱۷۶۷ ع) میں لکھی ہے -

اس خطبہ میں جن معلومات کو مرتب کیا گیا ہے ان کے متعلق اردو کی دو کتابیں بھی خاص طور سے ذکر کے قابل ھیں -

۱ - تاریخ سندھہ - مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے سنہ ۱۹۰۹ ع میں الیٹ کی تاریخ سندھہ جلد اول کے معلومات اور ماخذوں سے اور بعض اپنی ذاتی تحقیقات سے اسلامی سندھہ کی نہایت مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

لکھی ھے، تمام ضروری معلومات ان میں فراھم ھیں، مگر یہ کتاب نئی ترتیب کی محتاج ھے، ساتھہ ھی مولنا نے الیٹ پر اس میں بے حد بھروسہ کیا ھے، اور مشکلات کے حل میں بعض ایسے قیاسات سے کام لیا ھے جو میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آگے معلوم ھوگا - کتابوں کے حوالوں میں نہ صفحوں کا حوالہ دیا ھے اور نہ جلد اور باب کا اشارہ کیا ھے، اس لئے اس کے واقعات کی تصدیق و تطبیق سخت مشکل ھے -

۲ - دوسری قابل ذکر اردو کتاب پیر زادہ محمد حسین صاحب دھلوی، ایم، اے، مرحوم کے ابن بطوطہ کے سفرنامہ دوسری جلد متعلقہ ھند کا اردو ترجمہ ھے - اس میں اصل چیز ابن بطوطہ کے بیان‌کردہ مقامات اور اشخاص پر مترجم کے حواشی ھیں، جو انگریزی ترجمہ اور ذاتی تلاش پر مبنی ھیں -

ھمارے اسکولوں اور کالجوں میں ھندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ھے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر پڑھائی جاتی ھے، اور اسی مقصد کو سامنے رکھکر تاریخ ھند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ھیں - ان کتابوں میں قدیم ھندوستان کی تاریخ کو کہنا چاھئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ھے - اسی حملہ سے ھندوستان کی کایا پلٹ ھوئی، اس کو علم و فن کی

دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی -
سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا،
بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا، اور ان کے
اُلٹے پلٹے بیانوں کو مرتب اور منظم کرکے پیش کرنا
ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے - یہی مؤرخ جب اسلام اور
ہندوستان کے تاریخ کا آغاز کریں گے تو چند سطروں میں
وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر
کا اور اس کے جانشینوں کے بے پناہ حملوں کا ذکر کرکے
صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے -
یہاں محمود کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کے لئے
تیار ملتی ہے اور اس کو لیکر وہ فوراً پنجاب، سندھ
اور گجرات پہنچ جاتے، اور لوٹ مار کرکے اس کو واپس
لے جاتے ہیں، پھر ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین
غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اس کے بعد سے
قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں -
سوال یہہ ہے کہ اس دوری اور بعد مسافت کے باوجود
تو یونان کی سرحد ہندوستان سے آکر مل جاتی ہے -
لیکن اس قرب اور نزدیکی کے ہوتے بھی کیا ہندوستان اور
افغانستان سے ایک طرف اور مکران اور سندھ سے دوسری
طرف کوئی سرحد نہیں ملتی تھی ؟ اور ان ملکوں میں
آپس میں صلح و جنگ، اور لڑائی اور میل کے
تعلقات نہ تھے ؟ اور ان کا سلسلہ ان سرحدی قبیلوں کے
مسلمان ہونے سے پہلے قائم تھا یا نہیں ؟ آخر ان کی تحقیق

اور تفتیش اور ان کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو باہم جوڑنا اور ملانا اور ان سے نتیجہ نکالنا ضروری ہے یا نہیں ؟

ان کتابوں کے پڑھنے اور ان تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی تک ایک بھی مسلمان ملیچھہ کا قدم اس پاک اور پوتر بھومی پر نہیں پڑا تھا ، اور مسلمانوں اور ہندؤں میں آپس میں کسی قسم کا تعلق تھا ، نہ جان پہچان تھی ، نہ آمد و رفت تھی ، حالانکہ گذشتہ صفحوں کے پڑھنے والوں کو یہہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان کتنے متعدد اور مختلف پہلوؤں کے تعلقات قائم تھے -

ہندوستان اور درۂ خیبر پار کے ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے متواتر تعلقات قائم تھے - اسلام سے پہلے ان ملکوں کی کیفیت یہہ تھی کہ جب کبھی کابل شاہ کو قوت حاصل ہوئی اس نے ویہنداور اور پشاور تک قبضہ کر لیا ، اور جب راے لوھاور کو موقع ملا کابل و قندھار تک اپنی سرحد قائم کر لی - یہی حال سندھہ کی طرف تھا - کبھی شہنشاہ ایران نے مکران سے دریاے سندھہ تک قبضہ کر لیا ، اور کبھی سندھہ کے راجہ نے بلوچستان و مکراں لے کر ایراں کی سرحد سے سرحد ملا دی - یہی کیفیت ساتویں صدی عیسوی تک تھی - جب ادھر اسلامی فتوحات نے قدم بڑھانا اور ان ملکوں کے قبیلوں اور قوموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا

ادھر سب سے پہلی اسلام کی سلطنت سامانیہ حکومت ہے، جس نے بخارا کو اپنا دارالحکومت بنایا - لیکن اس کے زمانہ میں بھی کابل سے آگے توجہ نہ کی جا سکی - اس کے بعد صفاریہ حکومت جو چند روزہ قائم ہوئی تھی اس نے کابل و قندھار سے آگے اپنی نظر بڑھائی - خلافت عباسیہ نے سندھ کی برائے نام حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی تھی - اس کے بعد سامانیہ حکومت کے حدود سے ہٹ کر اس کے ایک ترک افسر الپ تگین نے اس لئے تاکہ وہ اپنے آقا کے فوجی حملہ اور سزا سے محفوظ رہے اس دور دست علاقہ کو اپنی کوششوں کی جولانگاہ اور غزنین کو اپنی خودمختار حکومت کا مرکز بنایا - یہہ چوتھی صدی ہجری کے بیچ کا واقعہ ہے - اسی حکومت غزنین کا دوسرا کہو یا تیسرا تاجدار سلطان محمود غزنوی ہے - اس نے اپنی ۳۳ برس کی حکومت میں غزنین کی چاروں طرف کے ملکوں اور حکومتوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں اپنے بے پناہ حملوں سے مجبور کر کے اپنی چھوٹی سی موروثی حکومت میں داخل کر کے ایک عظیم‌الشان سلطنت کی بنیاد ڈال دی - اس نے غزنین کی ایک طرف کا شغر کی اسلامی ایلخانی حکومت کو، دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی حکومت کو، تیسری طرف دیلمیوں کی حکومت کو، طبرستان کی حکومت آل زیار کو، مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جو اب تک نہ تو

مسلمان تھے اور نہ کبھی کسی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور اس کے بعد مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کے عرب امیروں کو، پھر لاہور اور ہندوستان کے بعض راجاؤں کو زیر و زبر کر کے غزنین کی سلطنت قائم کی۔ ان میں سے ہندوستان اور غور کے سوا باقی کل خالص مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں۔

چونکہ اس بیان کی تفصیلات میرے مضمون کے دائرہ سے باہر ہیں اس لئے صرف سلسلہ کے لئے یہہ چند سطریں لکھہ کر تاریخ ہند کے علمبرداروں کی توجہ ادھر ملتفت کرتا ہوں کہ وہ محمود سے پہلے کے افغانستان اور ہندوستان کے تعلقات پر تلاش و محنت سے مواد فراہم کریں اور کسی نئے نتیجہ سے با خبر کریں۔

اوپر کی تفصیل سے یہہ اندازہ ہوگا کہ افغانی کوہستان کے دروں سے مسلمانوں کی ہندوستانی راجاؤں کے ساتھہ قوت آزمائی محض مذہبی جذبہ کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ صدیوں کی قومی لڑائیوں کے سلسلہ کی یہہ ایک کڑی ہے۔

بہر حال یہہ تو شمالی ہندوستان کا حال تھا لیکن جنوبی ہندوستان کی کیفیت دوسری تھی۔ سنہ ۴۱۶ ھ (سنہ ۱۰۲۴ ع) میں محمود غزنوی سنہ ۵۷۴ ھ (سنہ ۱۱۷۸ ع) میں شہاب الدین غوری اور سنہ ۵۹۲ ھ (سنہ ۱۱۹۶ ع) میں

قطب الدین ایبک گجرات پر دھاوے کرکے بادل کی طرح آئے اور آندھی کی طرح نکل گئے - البتہ اس کے سو برس بعد باگھیلہ راجہ اور اس کے وزیر مادھو کی باھمی رنجش اور آزردگی اور مادھو کی دعوت نے سب سے پہلے علاءالدین خلجی کو سنہ ۶۹۷ ھ (سنہ ۱۲۹۷ ع) میں گجرات کا حاکم بنا دیا - علاءالدین خلجی نے گجرات سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے کارومنڈل تک کا علاقہ فتح کیا - مگر فتوحات کا یہہ سلسلہ اس جہاز کی طرح تھا جو اپنے زور میں سمندر کے سینہ کو چاک کرکے آگے بڑھتا جاتا ھے لیکن جیسے ھی وہ ایک قدم آگے بڑھتا ھے پیچھے پانی سمٹ کر ایسا ھو جاتا ھے کہ پانی کی سطح میں اس غیر معمولی شگاف کا نشان بھی نہیں ملتا - یہہ گویا خلجی سپہ سالار کی ایک فوجی سیر و سیاحت تھی - اس سے زیادہ کچھہ نہیں - سنہ ۷۰۹ ھ (سنہ ۱۳۰۹ ع) میں اس کے ایک افسر ملک کافور نے کرناتک فتح کر لیا - لیکن اس کے بعد سنہ ۷۲۷ ھ (سنہ ۱۳۲۳ ع) میں دکن کی سمت میں بیجانگر کی عظیم الشان ھندو سلطنت قائم ھو گئی ، جو صدیوں تک جنوبی ھند کو شمالی ھند کے مسلمان حملہ آوروں سے بچاتی رھی ، اور ملک کافور کے فتوحات کے سلسلہ میں معبر (کارومنڈل) میں جو ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ھو گئی تھی ، وہ بھی چالیس برس بعد مٹ کر بیجانگر کے دائرۂ حکومت میں داخل ھو گئی -

مگر اس لڑائی بھڑائی جنگ و جدل فوج کشی اور حملہ آوری کے حدود سے دور اور الگ ان مسلمان عربوں اور عراقیوں کی آبادیاں تھیں، جو خشکی کی راہ اُتر سے دکھن نہیں آئے تھے، بلکہ سمندر کے کناروں سے چل کر ان علاقوں میں آباد ہوئے تھے، اور آتے جاتے رہتے تھے -

یہہ بالکل کھلی ہوئی بات ھے کہ شمالی ھند سے پہلے جنوبی ھند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، اور اس کا سلسلہ در حقیقت تجارتی آمد و رفت سے وابستہ ھے - اس علاقہ میں نہ صرف یہہ کہ باھر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کردیا تھا، اس اثر اور نتیجہ کے پیدا ھونے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ھیں، اور تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں لکھی ہوئی ھیں، ان کا مشترک مضمون یہہ ھے کہ یہہ اثر دوطرفہ کششوں کا نتیجہ تھا، ایک تو عرب تاجروں کی آمد و رفت اور دوسرے سراندیپ کے نقش قدم کی زیارت کو آنے والے صوفیوں اور درویشوں کی کرامت -

مسلمانوں کا پہلا مرکز سرندیپ

فرشتہ نے لکھا ھے کہ "چونکہ اسلام کے پہلے ھی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اس لئے سراندیپ کے راجہ

کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا، اور صحابۂ کرام ہی کے زمانہ میں سنہ ۴۰ھ میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) وہ مسلمان ہو گیا، (۱) - فرشتہ نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے، مگر ایک قدیم العہد تصنیف عجائب الہند سے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ھ میں لکھی گئی ہے، اس روایت کی پوری تصدیق ہوتی ہے - بزرگ بن شہریار ناخدا جو ان جزیروں کا جہاز راں تھا، سراندیپ کے بیان میں لکھتا ہے :-

"ہندوستان کے پجاریوں، سناسیوں، اور جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک "بیکور" (۲) ہوتے ہیں، جن کی اصل سراندیپ سے ہے - یہہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف بہت میلان رکھتے ہیں، وہ گرمی کے موسم میں ننگے رہتے ہیں، صرف چار انگل کی لنگوٹی کمر میں ایک ڈوری لگا کر باندھ لیتے ہیں اور جاڑوں میں

---

(۱) فرشتہ جلد دوم مقالہ ہشتم سندھ صفحہ ۳۱۱ - نولکشور -

(۲) غالباً یہی لفظ ہے جو کتاب البدء والتاریخ اور سلیمان تاجر کے سفرنامہ وغیرہ میں کہیں بیکر جین، اور کہیں بیکر نتیں کے نام سے ملتا ہے -

گھاس کی چٹائی اوڑھ لیتے ہیں ' اور
ان میں سے بعض ایک ایسا کپڑا پہنتے
ہیں جس کو مختلف رنگوں کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑوں سے جوڑ کر سی لیتے ہیں'
اور بدن پر مردوں کی جلی ہوئی
ہڈیوں کی راکھ مل لیتے ہیں' اور سر
اور داڑھی مونچھ کے بال منڈاتے ہیں '
اور دوسرے بال بڑھاتے ہیں ' گلے میں
انسان کی ایک کھوپڑی لٹکائے رہتے ہیں'
اور عبرت اور خاکساری کے لئے اُسی میں
کھاتے ہیں - "

اس تصویر سے اور اس گروہ کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے بیانات سے اس تسلیم میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ لوگ بودھ مذہب کے پیرو ہوں گے -

ہمارا نا خدا پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے :-

" سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں
کو پیغمبر اسلام کی بعثت کا حال جب
معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے میں سے
ایک سمجھدار آدمی کو تحقیق حال کے
لئے عرب روانہ کیا - وہ رکتے رکاتے جب
مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلعم وفات
پا چکے تھے ' ابوبکر صدیق کی خلافت

بھی ختم ہو چکی تھی ، اور حضرت عمر کا
زمانہ تھا - وہ ان سے ملا اور رسالت
ماب صلعم کے حالات دریافت کئے ، حضرت
عمر نے بتفصیل بیان کئے - جب وہ
واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے پاس)
پہنچ کر مر گیا - اس کے ساتھہ اس کا
ایک ہندو نوکر تھا ، وہ صحیح سلامت
سراندیپ پہنچ گیا ، اور اس نے رسول اللہ
صلعم ، حضرت ابوبکر ، اور حضرت عمر کا سارا
حال بیان کیا ، اور ان کے فقیرانہ اور
درویشانہ طور و طریق کا ذکر کیا اور
بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار
ہیں ، اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے
ہیں ، اور مسجد میں سوتے ہیں - اب
یہہ لوگ مسلمانوں کے ساتھہ جو اس قدر
محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسی
سبب سے ہے - " (۱)

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے
کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں امویوں کی طرف سے
حجاج عراق کا گورنر تھا ، اور جزائر ہند کی طرف
عراق ہی کی بندرگاہ سے جہازات آتے جاتے تھے ، تو

(۱) عجائب الہند ص ۱۵۵ - ۱۵۷ -

سراندیپ کے (جس کو عرب یاقوت کا جزیرہ بھی کہتے تھے) راجہ نے مسلمانوں کے ساتھہ اپنی دوستی اور محبت کے اظہار کے طور پر ایک جہاز میں دوسرے تحفوں کے ساتھہ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے باپ وہاں تجارت کرتے تھے اور وہیں ان کو مسافرت میں بے والی وارث چھوڑ کر مر گئے تھے - (۱) اس واقعہ سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی ہی صدی ہجری میں سراندیپ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی - ابوزید سیرافی (سنہ ۳۰۰ ھ) نے تیسری صدی ہجری کے اخیر میں یہاں عرب سوداگروں کے قیام کا اور آمد و رفت کا تذکرہ کیا ہے - (۲)

الغرض مختلف روایتوں سے اتنا مشترک نتیجہ نکلتا ہے کہ ان اطراف میں اسلام اور عربوں کی پہلی نوآبادی سراندیپ میں قائم ہوئی، اور اس کی تاریخ کا آغاز پہلی صدی ہجری اور ساتویں صدی عیسوی تک پہنچ جاتا ہے -

دوسرا مرکز مالدیپ

ان اطراف میں مسلمانوں اور عربوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا، جس کو عرب کبھی جزیرۃ المہل، اور کبھی

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری (سنہ ۲۷۹) ص ۴۳۵، (لیڈن) -

(۲) ابوزید سیرافی ص ۱۲۱، (پیرس) -

ان چھوٹے چھوٹے سب جزیروں کو ملاکر "دیبات" (۱) کہتے ہیں - ان جزیروں کا سب سے مفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے - اس کے زمانہ میں یعنی سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۰۰ ھ) میں یہہ جزیرہ پورا کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں، اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون ان پر حکمراں تھی - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں یمن وغیرہ کے بہت سے علماء اور جہازراں موجود تھے - ان کی زبانی اس جزیرہ کے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی کیفیت یہہ درج کی ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے - یہاں ہر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا آتی تھی، جب یہاں کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے اس بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے تھا چھوڑ آتے تھے - لیکن مراکو کے ایک عرب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی جو اتفاق سے یہاں آ گئے تھے، ان کی دعا اور برکت سے یہہ بلا ان کے سر سے ٹلی - اس کرامت کو دیکھہ کر وہاں کا راجہ شنورازہ اور تمام رعایا شیخ کے ہاتھہ پر مسلمان ہو گئی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ وہاں کی اس مسجد کی محراب پر جس کو اس نو مسلم راجہ نے بنایا تھا یہہ کتبہ میں نے لکھا ہوا پایا :

---

(۱) "دیپ" سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں -

"سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ھاتھہ پر مسلمان ہوا" -

الغرض اس وقت سے لے کر آج تک یہہ تمام جزیرے مسلمان ھیں اور ان میں بڑی تعداد مخلوط النسل عربوں کی ھے -

تیسرا مرکز ملیبار

روایتوں سے ثابت ہوتا ھے کہ اسلام اور عربوں کا تیسرا مرکز ہندوستان کا وہ آخری کنارہ ھے جس کو ہندوؤں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو ملیبار کہنے لگے (ملی پہاڑ اور بار ملک) - اس کی حد عربی جغرافیہ نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم واقع تراونکور تک بتائی ھے -

تحفۃ المجاہدین کی روایت ھے جس کو فرشتہ نے نقل کیا ھے :-

> "اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہودی اور عیسائی سوداگر یہاں آیا کرتے تھے اور یہاں بود و باش اختیار کر چکے تھے - جب اسلام پر دو سو برس گذرے عرب اور عجمی مسلمان درویشوں کی ایک جماعت حضرت آدم کے نقش قدم کی زیارت کے لئے سراندیپ جس کو لنکا

کہتے ھیں جا رھی تھی - اتفاق یہہ ھے
کہ ان کا جہاز ھوا کے جھونکو سے بہک کر
ملیبار کے شہر کدنکلور (کدنگانور) کے
کنارے آکر لگا - شہر کے راجہ زیمور
(سامری) نے ان کی بڑی آؤبھگت کی -
باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آگیا ؛
راجہ نے کہا میں نے یہودیوں اور
عیسائیوں کی زبانی تمہارے پیغمبر کا اور
مذھب کا حال سنا ھے ؛ اب تم خود
سناؤ - درویشوں نے اسلام کی حقیقت کو
اس موثر انداز سے بیان کیا کہ اس نے
راجہ کا دل موہ لیا - راجہ نے ان سے
وعدہ لیا کہ واپسی میں بھی وہ ادھر
ھی سے گذرتے جائیں - چنانچہ وہ
وعدہ کے مطابق آئے - راجہ نے سب امراء
کو بلاکر کہا کہ اب میں خدا کی یاد
کرنا چاھتا ھوں اور یہ کہکر ملک
برابر برابر سب افسروں میں تقسیم
کر دیا اور خود چھپ کر ان درویشوں
کے ساتھہ عرب چلا گیا اور مسلمان
ھو گیا اور ان درویشوں سے کہا کہ
ملیبار میں اسلام کے پھیلانے کی صورت
یہ ھے کہ تم لوگ ملیبار سے تجارت

اور سوداگری کا کاروبار شروع کرو اور اپنے
امراء کے نام ایک وصیت نامہ لکھکر
سپرد کیا کہ ان پردیسی سوداگروں کے
ساتھہ ہر قسم کی مہربانی اور لطف کا
برتاؤ کیا جاے اور ہر نیک کام میں
ان کی مدد کی جاے ، اور ان کو اپنی
عبادت گاھوں کے بنانے کی اجازت دی
جاے اور اس طرح ان سے سلوک کیا
جاے کہ ان کو وہاں رہنے کی اور اس
کو وطن بنانے کی خواہش پیدا ہو -
اس وقت سے عرب سوداگر اس ملک
میں آنے جانے اور رہنے سہنے لگے -

ایک دوسری روایت ہے (جس کو فرشتہ
نے پہلے سے زیادہ صحیح مانا ہے اور
میرے نزدیک وہ پہلے سے زیادہ غلط ہے)
کہ زیمورن کے اسلام کا واقعہ خود پیغمبر
اسلام کے زمانہ میں پیش آیا - بہر حال
یہہ درویش پھر ملیبار واپس آئے اور
کدنکور میں مسجد بنائی اور کچھہ
لوگ وہاں مقیم ہوئے اور کچھہ لوگ
موجودہ ترانکور کے شہر کولم میں جاکر
رہے اور وہاں بھی مسجد بنائی پھر
ہیلی ماراوی ، جرپتن ، درپتن ، فندرنیا ،

(پنڈارانی) چالیات، فاکنور اور منگلور
میں مسجدیں بنائیں اور نوآبادیاں
قائم کیں"۔

یہہ فرشتہ کا خلاصہ ھے ۔ مگر اصل تحفۃالمجاھدین کے
ایک دو اور اقتباسات بھی مفید ھیں جن سے بعد کے
زمانہ کا طرز عمل ظاھر ھوتا ھے :۔

"ھندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاھوں
میں مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے
ھیں ۔ اس کا نتیجہ یہہ ھوا کہ نئے
شہر آباد ھو گئے ھیں! اور مسلمانوں کی
تجارت سے ان میں آبادی بڑھہ گئی ھے
اور مکانات کثرت سے بن گئے ھیں ۔
یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر
سختیاں کرنے سے پرھیز کرتے ھیں ۔
باوجودیکہ یہہ سردار اور ان کی سپاہ
بت پرست ھے مگر وہ مسلمانوں کے
مذھب اور ان کے شعائر کا بہت کچھہ
پاس و لحاظ کرتے ھیں ۔ بت پرستوں اور
مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور
تعجب ھوتا ھے کہ مسلمانوں کی تعداد
کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں
...... بحیثیت مجموعی ملیبار کے ھندو
راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھہ عزت

اور مہربانی کا ہے کیونکہ ان کے ملک میں زیادہ شہروں کا آباد ہو جانا انہیں مسلمان تاجروں کی بودوباش کا نتیجہ ہے " (۱) -

ملیبار کے یہی مسلمان عرب تاجر اور سوداگر اور تارکین وطن ہیں جو موپلا اور نائت کے ناموں سے ہندوستان میں مشہور ہیں اور جن کے ہاتھوں میں پرتگیزوں سے پہلے تک سمندر کی باگ تھی - ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان ہو گئے ہیں یا شادی بیاہ کے ذریعہ سے ان کی برادری میں آگئے ہیں -

کولم

کولم کا شہر موجودہ تراونکور میں داخل ہے - عرب جہازراں بہت پرانے زمانہ سے اس کا نام لیتے چلے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہہ مسالوں والے ملک کا آخری شہر ہے " - یہاں سے جہاز عدن کو جایا کرتے تھے ، یہاں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد ہو گیا تھا اور ان کی ایک جامع مسجد بھی تھی - (۲)

---

(۱) تحفۃالمجاہدین بحوالۂ دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

(۲) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

چوتھا مرکز معبر یا کارومنڈل

مدراس میں ملیبار کے دوسرے مقابل ساحل کو عرب معبر کہتے ھیں - اس کا موجودہ مشہور نام کار و منڈل ھے - معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں خاص طور سے شہرت رکھتا تھا - ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ھے اور بتایا ھے کہ یہہ کولم کے پورب تین چار دن کے راستہ پر دکھن کی طرف جھکا ھوا ھے (۱) - زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام منڈل لکھا ھے اور یہاں کی عود لکڑی کی تعریف کی ھے (۲) - اور اسی کے قریب راس کامران (راس کماری) کو جگہ دی ھے جس کی نسبت سے اس عود کو کامرونی (قامرونی) عود کہتے تھے (۳) - ابوالفداء سنہ ۷۳۲ ھ (سنہ ۱۳۱۳ ع) نے راس کماری کو راس کمھری لکھا ھے (۴) اور معبر کی حد یہہ لکھی ھے کہ "یہہ ملیبار کے پورب کولم سے تین چار دن کي مسافت پر ھے اور اس کا آغاز کولم کے پورب

---

(۱) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

(۲) آثار البلاد قزوینی صفحہ ۸۲ -

(۳) تقویم البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۴) ایضاً ۳۵۴ -

سے ھے" (۱) - "پایہ تخت کا نام بیرداال (بیردھول) ھے -
یہاں باھر سے گھوڑے لائے جاتے ھیں" - (۲)

معلوم ھوتا ھے کہ ساحل کا یہہ حصہ چند صدیوں کے
بعد عربوں کے استعمال میں آیا ھے - چھٹی صدی کے
آخر سے اس کا نام سننے میں آتا ھے - ساتویں صدی میں
یہاں عربوں کا اچھا خاصہ عمل دخل معلوم ھوتا ھے -
وصاف (المتوفی سنہ ۷۲۸ ھ) اور رشیدالدین جامع التواریخ
کے مصنف (المتوفی سنہ ۷۱۸ ھ) دونوں نے آتھویں صدی کے
آخر میں اپنی کتابیں لکھی ھیں - یہہ زمانہ هندوستان
میں جلال‌الدین فیروزشاہ خلجی کا تھا - وصاف اور رشید
دونوں قریب قریب بیک لفظ یہہ لکھتے ھیں :-

"معبر کولم سے لے کر سیلوار (نیلور)
کے ملک تک سمندر کے کنارے کنارے
تین فرسنگ لنبا ھے - اس کے اندر بہت
سے شہر اور گاؤں ھیں - راجہ کو یہاں کے
لوگ دیوار کہتے ھیں جس کے معنی
دولت‌والے کے ھیں - چین کے بڑے جہاز
جن کو جنک کہتے ھیں یہاں چین،

---

(۱) تقویم‌البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۲) تاریخ وصاف کی تصنیف کا سال سنہ ۷۰۷ ھ (سنہ ۱۳۰۷ ع) ھے،
الیٹ جلد ۳ ص ۴۴ -

ماچین اور سندھہ اور ہند کے ملکوں سے
بیش قیمت سامان اور کپڑے لاتے ہیں -
معبر سے ریشمی کپڑے خوشبودار لکڑی
لے جاتے ہیں اور اس کے دریا سے بڑے
موتی نکالے جاتے ہیں - یہاں کی
پیداواریں عراق ، خراسان ، شام ، روم اور
یورپ تک جاتی ہیں - یہہ ملک لال اور
خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے - اس کے
مندر میں بکثرت موتی ہیں - معبر
ہندوستان کی کنجی ہے - چند سال
پہلے سندر پانڈے یہاں کا دیوان تھا
جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھہ
مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی -
ملک تقی‌الدین بن عبدالرحمان بن
محمدالطیبی جو شیخ جمال‌الدین کا
بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا
جس کو پٹن ، ملی پٹن ، (پٹم اور ملی
پٹم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد
کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے
اچھے نہیں ہوتے اس لئے درمیان میں
یہہ معاهدہ تھا کہ جمال‌الدین ابراهیم
دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے

کیش (قیس) (۱) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے -
سال میں دس ہزار گھوڑے خلیج فارس
کی دوسری بندرگاھوں سے جیسے قطیف '
الحساء ' بحرین ' ہرمز ' وغیرہ سے آتے تھے
اور ہر گھوڑے کی قیمت ۲۲۰ طلائی سکے
(دینار) ہوگی - سنہ ۶۹۲ ھ (سنہ ۱۲۹۳ع)
میں دیوان مر گیا اور اس کی دولت
اس کے وزیروں ' مشیروں اور نائبوں میں
بٹ گئی اور شیخ جمال الدین کو جو
اس کا جانشین ہوا ' کہتے ھیں کہ
سات ہزار بیلوں کا بوجھہ سونا اور
جواھرات ھاتھہ آئے اور تقی الدین پہلے کے
معاھدہ کے مطابق اس کا نائب مقرر
ہوا" - (۲)

اسی زمانہ کے قریب قریب . مارکوپولو جب یہاں آیا ھے اس وقت یہاں کی حکومت پانچ ہندو راجاؤں کے ھاتھوں میں پائی مگر مسلمانوں کا تاجرانہ عمل و دخل

---

(۱) عرب و ہند کے "تجارتی تعلقات" کے ضمن میں اس جزیرہ کا پورا حال گذر چکا ھے -

(۲) ترجمہ جامع التواریخ الیٹ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ - وصاف نے زیادہ تحقیق اور تفصیل کے ساتھہ اس کو لکھا ھے - دیکھو وصاف جلد ۲ ص ۳۲ - ۵۳ -

بھی یہاں اس کو پورا نظر آیا اور گھوڑوں کی آمد عرب سے اس طرح تھی - کہتا ہے :-

"اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے - ہرمز اور عدن کی بندرگاہوں سے سوداگر ہر سال گھوڑے لاتے ہیں اور پانچوں راجوں میں ہر سال دو دو ہزار گھوڑے خریدے جاتے ہیں اور ایک ایک گھوڑے کی قیمت پانچ پانچ سو دینار دی جاتی ہے"-

یہاں کے موتی اور جواہرات کی لا تعداد دولت کا اس نے بھی ذکر کیا ہے -

ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی

اس کے بعد ہی سلطان علاءالدین خلجی کی فوج نے گجرات سے لے کر کارومنڈل تک زیر و زبر کر ڈالا - اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی دفعہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کارومنڈل جس کا پایۂ تخت اس وقت بیردھول تھا اس کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا - امیر خسرو دہلوی نے خزائن الفتوح میں جو علاءالدین خلجی کی انہیں فتوحات کی ایک رنگین اور بے معنی

لفاظی سے بھری ہوئی تاریخ ہے اس واقعہ کو پوری
تفصیل کے ساتھہ نقل کیا ہے (۱) - مسلمانوں نے اپنے
عہد و پیمان اور دارالامن کی بنا پر دھول کے راجہ کی
پوری مدد کی اور اس کی طرف سے ترک مسلمانوں سے
خوب لڑے لیکن ترک بہادروں کا مقابلہ آسان نہ تھا -
راجہ نے شکست کھائی اور ملک پر سلطان علاءالدین کے
سپہ سالار ملک کافور نے قبضہ کر لیا - ان مسلمانوں کو
جو اس سے لڑے تھے وہ سخت سزا دینا چاہتا تھا
مگر انہوں نے قرآن اور کلمہ پڑھہ پڑھہ کر اپنا مسلمان
ہونا ثابت کیا - (۲)

یہہ واقعہ سنہ ۷۱۰ ھ (سنہ ۱۳۱۰ ع) میں پیش آیا -

الیٹ صاحب کی ایک غلطی

الیٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں تاریخ
علائی کے نام سے خزائن‌الفتوح کا خلاصہ کیا ہے - اس میں
اس واقعہ کے ضمن میں خسرو کے ایک فقرہ کا یہہ ترجمہ
دیا ہے کہ "یہہ مسلمان نیم ہندو اور اپنے دین و مذہب
سے بے خبر تھے" (۳) - لیکن یہہ مطلب بالکل غلط ہے '

---

(۱) خزائن‌الفتوح امیرخسرو - مطبوعہ تاریخ جامع ملیہ اسلامیہ علی‌گڈھہ
سنہ ۱۹۲۷ ع ص ۱۵۷ - ۱۶۲ -

(۲) ج ۳ ص ۹۰ -

(۳) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

حقیقت یہہ ھے کہ امیر خسرو نے اپنے شاعرانہ مبالغہ اور انشا پردازی کی نری الفاظی میں ان مسلمانوں کو ھندو راجہ کے ساتھہ دینے کے جرم میں بہت کچھہ ابرا بھلا کہا ھے جس کا کوئی مقصود و مطلب نہیں ھے چہ جائیکہ اس کے معنی نیم ھندو کے ھوں (۱) -

پانچواں مرکز گجرات

عربوں کا پانچواں تجارتی معاذ گجرات ، کاتھیاوار ، کچھہ اور کوکن کا علاقہ تھا جہاں ولبھہ رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بلھرا کی حکومت اتھی جس کی پہلی راجدھانی ولبھی‌پور تھا جو موجودہ بھاؤنگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اس کو ھمیشہ مانگر یا مہانگر کے نام سے پکارتے تھے - آثار قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ھوتا ھے کہ اس شہر کا دائرہ پانچ میل تک پھیلا ھوا تھا - یہاں کے بعض راجاؤں کا مذھب بودھہ اور بعضوں کا جین تھا اور انھیں دونوں کے جھگڑوں میں شائد اس کا خاتمہ ھوا - اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندرگاہ جس کو عرب صیمور کہتے ھیں بہت ترقی پر تھی اس کے بعد کھمبایت وغیرہ کا درجہ تھا -

---

(۱) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

سب سے پہلا عرب سیاح و تاجر جس نے اپنا سفرنامہ سنہ ۲۳۵ ھ میں تمام کیا ہے یعنی سلیمان، اس نے ولبھی راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "اس کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھہ محبت سے پیش آتے ہیں" (۱) - ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سوداگروں اور نوآبادکاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے - یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر تک قائم رہیں -

اسی طرح طاقن یا داکھن یا دکھن کے راجہ کی نسبت بھی اس کا یہی بیان ہے کہ "وہ بھی عربوں کے ساتھہ بلھرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے" (۲) - خاص گجرات یا گوجر (جزر) راجاؤں کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ عربوں کے دشمن ہیں" (۳) -

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا

---

(۱) ص ۲۶ و ۲۷ -

(۲) ص ۲۹ -

(۳) ص ۲۸ -

ادھر اپنے جہاز لاتا تھا تو ان اطراف میں عربوں اور عام مسلمانون کی بڑی آبادی تھی - ایک نومسلم ہندو جہازراں بھی اس کو ملتا ہے جس نے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے بڑی دولت کمائی تھی اور حج بھی ادا کیا تھا (۱) ، محمد بن مسلم سیراف کا ایک تاجر اس کو ملتا ہے جو تھانہ (بمبئی کے پاس) میں بیس برسوں سے زیادہ رہا تھا اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں اس نے سفر کیا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھا (۲) - چیمور (صیمور واقع گجرات) میں فسا (واقع فارس) کے ایک مسلمان ابوبکر سے اس کی ملاقات ہوئی (۳) - گوا جس کو قدیم عرب صداپور کہتے تھے اس کے راجہ کا مصاحب موسی نام ایک مسلمان تھا (۴) -

ہنرمند

یہہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہنروالے کے ہیں لیکن عربوں نے ایک خاص معنی میں اس کو استعمال کیا ہے اور اخیر کی دال گرا کر وہ اس کو ہنرمن کہتے ہیں اور اس کا مصدر "ہرمنہ" (ہنرمند ہونا) بناتے ہیں - اس کے اصطلاحی معنی

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶ -

(۲) ص ۱۵۲ -

(۳) ص ۱۵۷ -

(۴) ص ۱۴۷ -

اس مسلمان قاضی یا کونسل کے تھے جو غیر مسلم حکومتوں میں انھیں حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات کو فیصل کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا تھا - عربوں اور مسلمانوں کی حکومتوں کو جب دنیا میں پورا عروج حاصل تھا تو جس طرح آج کل یورپین قوموں کو ایشیا اور افریقہ کی سلطنتوں میں خاص خاص امتیازات حاصل ہیں اور ان کا مقدمہ کسی غیر یورپین کی عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا، اسی طرح عربوں اور مسلمانوں کی کیفیت بھی تھی اور اسی طرح کے حقوق انھوں نے بھی اپنے تعلق اور آمد و رفت کے غیر اسلامی ملکوں میں حاصل کر لئے تھے - ترکستان، روم، چین، اور ہندوستان میں مسلمانوں کے ان امتیازی حقوق کا پتہ چلتا ہے (۱) - بہر حال اسی قاضی یا کونسل یا غیر حکومت کے مقررکردہ مسلمان افسر کا نام "ہنرمند" تھا - تیسری صدی ہجری کے اخیر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں چیمور میں عربوں کی اتنی بڑی آبادی ہو گئی تھی کہ ان کے لئے راجہ کو ایک ہنرمند مقرر کرنا پڑا تھا جس کا نام عباس بن ماہان تھا - (۲)

---

(۱) دیکھو ابن حوقل ص ۲۳۳ -

(۲) عجائب الہند ص ۱۴۴ -

ولبھہ راے کی عملداری

چوتھی صدی ہجری کے شروع میں مسعودی ہندوستان آیا، سنہ ۳۰۳ھ میں وہ کھمبایت میں تھا - اس کے علاوہ وہ گجرات کے مختلف شہروں میں پھرا - ولبھہ راے (بلہرا) راجاؤں کے متعلق اس کی بھی شہادت وہی ہے جو اس کے ساتھہ ستر برس پہلے سلیمان تاجر نے ظاہر کی تھی - کہتا ہے "سندھہ اور ہندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں - اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ہے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہیں جو ہر طرح آباد ہیں - یہاں کے راجہ چالیس چالیس، پچاس پچاس، برس راج کرتے ہیں، یہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی عدل و انصاف اور مسلمانوں کی عزت کرنے کے سبب سے لمبی ہوتی ہیں - گجرات کے راجہ کی دشمنی کا وہی حال ہے اور طاقن یا دکھن کے راج میں بھی مسلمانوں کی وہی عزت ہے - (۱)

---

(۱) مروج الذہب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

صیمور میں دس هزار کی آبادی

صیور (ولبهه راے کی حکومت میں ایک شهر) میں عربوں اور مخلوط النسل مسلمانوں کی آبادی، روز بروز برهتی جاتی هے، جس زمانه میں (سنه ۳۰۴ ھ میں) مسعودی آیا هے صرف اسی ایک شهر میں مسلمانوں کی دس هزار کی آبادی تهی -

بیسر

خدا جانے یهه کیا لفظ هے بهرحال اس کے معنی مسعودی نے یهه لکهے هیں که وه مسلمان جو هندوستان میں پیدا هوے هیں اس کی جمع بیاسره هے - مسعودی کی یهه اهم عبارت حسب ذیل هے :-

"میں سنه ۳۰۴ ھ میں لار کی سرزمین میں سے جو بلهرا کی حکومت میں هے شهر چیمور (صیمور) میں موجود تها، اس زمانه میں اس شهر کے حاکم کا نام جانچ تها اور اس وقت وهاں دس هزار مسلمان آباد تهے جو هندوستان کے پیداشده (بیاسره) اور سیراف، عمان، بصره اور بغداد اور دوسرے ملکوں کے تهے جنهوں نے یهاں بود و باش اختیار کرلی هے - ان میں سے بهت سے

معزز سوداگر ھیں جیسے موسی بن اسحاق صندا لونی (صنداپوری ؟) اور ھنرمندی کے عہدہ پر ان دنوں ابو سعید معروف بن زکریا ممتاز تھے - ھنرمند سے مراد مسلمانوں کا سردار ھے اور اس کی صورت یہہ ھے کہ راجہ مسلمانوں پر انھیں کے رئیسوں میں سے کسی کو سردار بنا دیتا ھے اور مسلمانوں کے معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ھے اور بیاسرہ کے معنی ھیں وہ مسلمان جو ھندوستان میں پیدا ھوے ھوں" (۱) -

تھانہ میں

چھٹی صدی ھجری کے آخر میں سلطان شہاب الدین کا ھمعصر ابن سعید مغربی سنہ ۵۸۵ ھ مراکش اور مصر میں بیٹھکر بیرونی کی قانون مسعودی کی طرح جغرافیۂ فلکی پر ایک کتاب لکھہ رھا تھا - اس میں اس نے جنوبی ھند کے بعض شہروں کے نام لئے ھیں - تھانہ کے ذکر میں کہتا ھے کہ "یہہ گجرات (لار) کا آخری شہر ھے ' تاجروں کی زباں پر اس کا نام بہت مشہور ھے - اس ھندی ساحل پر رھنےوالے سب ھندو ھیں

---

(۱) مروج الذھب مسعودي ج ۲ ص ۸۵ و ۸٦ (لیڈن)

جو بت پوجتے ہیں مگر اپنے ساتھہ وہ مسلمانوں کو بھی بسا لیتے ہیں ،، (۱) -

کھمبایت میں

کھمبایت کی نسبت اس کا بیان ہے کہ ،، یہ بھی ہندوستان کے ساحلی شہروں میں سے ہے جہاں تاجر جایا کرتے ہیں، اس میں مسلمان بھی آباد ہیں ،، - (۲) اس کے بعد ہی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں (سنہ ۶۲۵ ھ) جامع الحکایات کا مصنف عوفی غالباً سندھہ سے کھمبایت گیا تھا - اس کا بیان ہے کہ ،، وہاں (کھمبایت میں) خوش عقیدہ اور دیندار مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کی ایک جامع مسجد بھی ہے اور اس کا ایک امام اور خطیب بھی ہے - گجرات کا راجہ جو نہر والہ میں رہتا تھا ان لوگوں کے ساتھہ بہت عدل و انصاف کے ساتھہ پیش آتا تھا (۳) -

کھمبایت سے چیمور تک چوتھی صدی میں

ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ہجری میں گجرات سے سندھہ تک سفر کیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ -

---

(۱) بحوالہ تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۵۹ -

(۲) ایضاً ص ۲۵۷ -

(۳) جامع الحکایات عوفی کا قلمی نسخہ موجودہ دارالمصنفین (اعظم گڑھہ) -

"کھمبایت سے صیمور تک راجہ بلہرا (ولبھہ راے) کی حکومت ہے ...... اس میں غالب آبادی تو ہندؤوں کی ہے لیکن اس میں مسلمان بھی ہیں اور مسلمانوں پر حکومت خود مسلمانوں کی ہے یعنی راجہ کی طرف سے ایک مسلمان والی ان کے لئے مقرر ہوتا ہے - ...... ولبھہ راے کے علاقوں میں مسجدیں ہیں جن میں جمعہ کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اسی طرح ان میں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور اذان بھی علی الاعلان دی جاتی ہے" (۱) -

کھمبایت سے کارومنڈل تک آٹھویں صدی ہجری میں

گجرات سے کارومنڈل تک جتنا علاقہ ملک کافور فتح کرتا چلا گیا تھا وہ ایک آندھی تھی جو آئی اور گذر گئی مگر ابتدا اور انتہا میں فتح علائی کا جو جھنڈا گڑا تھا وہ نہ اکھڑ سکا ' تاہم وہ دونوں خود مختار ہو گئے - ادھر گجرات اور ادھر کارومنڈل

(۱) ابن حوقل ص ۲۳۳ (لیڈن) -

بیچ میں سیکڑوں میل کے علاقہ بدستور ہندو رایوں اور راجاؤں کے زیر فرماں رہے - گجرات تو پھر ہمیشہ کے لئے اسلامی ہو گیا مگر کارو منڈل (معبر) میں حسن کیتھلی اور اس کے جانشیں نے آٹھویں صدی کے وسط تک تقریباً چالیس برس تک حکومت کی پھر بیجا نگر کے راجاؤں نے اس کو فتح کرلیا -

مراکش کا مشہور سیاح ابن بطوطہ جو اسی زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور محمد تغلق کی طرف سے ایک جوابی سفارت لے کر چین جا رہا تھا وہ دھلی سے کھمبایت اور پھر کھمبایت سے کارومنڈل گیا تھا جہاں سے چین کو جہازات جاتے تھے - اس پورے راستہ کی اسلامی آبادیوں اور وہاں کے حاکموں کا اس نے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ہندؤوں کی آبادی اور حکومت میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کی کیا حالت تھی -

کھمبایت

ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہوکر کھمبایت پہنچا ہے جو گجرات کی بڑی بندرگاہ تھی - یہہ بندرگاہ گو اب دھلی کی سلطنت سے برائے نام وابستہ تھا مگر یہاں کی تجارت، کاروبار، اثر و اِقتدار اور نظم و نسق تمام عرب اور عراق کے تاجروں اور جہازرانوں کے ہاتھوں میں

تھا جو یہاں پہلے سے آباد چلے آتے تھے - عربی و عراقی و عجمی مسلمانوں کی ہر طرف کثرت تھی اور ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور خانقاہیں آباد تھیں - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہہ شہر اپنی مسجدوں اور دوسری عمارتوں کے لحاظ سے بہترین شہر ہے اور اس کا سبب یہہ بتاتا ہے کہ یہاں کے اکثر باشندے بیرونی ملکوں سے تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدیں بناتے رہتے ہیں اور ان کے بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھہ جانے کا جذبہ پیدا ہے - عالیشان عمارتوں میں شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو میں عظیم‌الشان مسجد ہے اور ملک‌التجار گازرونی کا بھی بڑا مکان ہے اور اس کے ساتھہ بھی ایک مسجد ہے اور تاجر شمس‌الدین کلاہ‌دوز کا گھر بہت بڑا ہے - شہر میں حاجی ناصر کی خانقاہ ہے جو عراق کے شہر دیار بکر کے باشندہ تھے - دوسری خانقاہ خواجہ اسحاق کی ہے جہاں فقیروں کے لئے لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے (۱) -

گاوی اور گندھار

گاوی اور گندھار یہہ دونوں بھڑوچ کے ساتھہ کی بندرگاہ تھے - (آئین اکبری) - ابن بطوطہ کھمبایت سے چل کر پہلے

---

(۱) سفرنامہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ خیریہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ -

گاوي اور گاوی سے گندھار پہنچا - کہتا ہے یہہ دونوں ساحلی شہر راجہ جالینی کے قبضہ میں ہیں - مگر وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے ' یہاں اس کو مسلمان آباد ملتے ہیں جن میں بہت سے راجہ کے درباریوں اور افسروں میں داخل تھے - ان میں ایک خواجہ بہرہ نام تھا اور دوسرا ناخدا ابراہیم تھا جو چھہ جہازوں کا مالک تھا - ابن بطوطہ اسی گندھار میں ناخدا ابراہیم اور اس کے بھائی کے جہازوں میں سوار ہوا - ان جہازوں کے نام جاگیر اور منورت تھے - جہازوں میں پچاس تیرانداز اور پچاس حبشي سپاہی تھے -

بیرم

یہہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ہندوستان کے ساحل سے چار میل دور ہے (یہہ عدن کے قریب کا بیرم نہیں) - پہلے اس پر ہندو قابض تھے پھر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں ملک‌التجار گازرونی نے اس کو تعمیر کیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کیا -

گوگہ

یا گھوگہ (موجودہ بھاؤنگر کے پاس ہے) یہاں راجہ دنکول کی حکومت تھي - بہت بڑا شہر تھا - بڑے بڑے بازار تھے یہاں اس نے ایک مسجد دیکھی جو حضرت خضر کی طرف منسوب تھی (جن کو عام لوگ سمندر

میں ڈوبتوں کا سہارا سمجھتے ہیں) - یہاں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا -

چنداپور

یہاں سے ہمارا مسافر چنداپور پہنچا جس کو عرب صنداپور کہتے تھے اور جس کو اسی تشابہ کی وجہ سے میں نے کبھی سنگھاپور سمجھا تھا - لیکن وہ درحقیقت موجودہ گوا کے پاس تھا - ہمارا سیاح یہاں ایک مسلمان سلطان جمال الدین ہنوری کی ریاست پاتا ہے - اس سلطان جمال الدین کا باپ حسن ایک جہازراں تھا - سلطان جمال الدین راجہ ہریب (صحیح نام ہریر ہے اور یہہ بیجانگر کا راجہ تھا) کے ماتحت تھا - یہاں ایک ہندوؤں کا اور دوسرا مسلمانوں کا محلہ الگ الگ تھا - یہاں ایک عظیم الشان مسجد تھی ، ابن بطوطہ کی نگاہ میں بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی -

چندا پور کے پاس ہی ایک اور چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی جہاں ایک گرجا بھی تھا ، اور وہاں کے ایک بتخانہ میں ایک بظاہر جوگی لیکن در حقیقت مسلمان صوفی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو صرف اشاروں سے باتیں کرتا تھا -

ہنور

جس کو ہونور کہتے ہیں اور جو اب بھی احاطۂ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ہے - یہ سلطان

جمال الدین کا اصلی مرکز تھا - یہاں ابن بطوطہ کو شیخ محمد ناگوری نام ایک صاحب خانقاہ بزرگ ملے اور فقیہ اسماعیل سے جو قرآن پاک کے استاد تھے اور نورالدین علی قاضی سے اور ایک اور امام سے ملاقات ہوئی - اس شہر میں اس نے عجیب بات یہہ پائی کہ یہاں عورتوں، مردوں سب میں تعلیم کا برابر چرچا تھا - شہر میں ۱۳ مکتب لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے دیکھے - هنور کی مسلمان عورتیں بھی هندو عورتوں کی طرح ساری باندھتی تھیں - باشندوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھی - یہاں ابن بطوطہ کو اس مسلمان جوگی کا ایک پیام اور تحفہ ملا - باشندے امام شافعی کے پیرو تھے جس کے معنی یہہ ہیں کہ وہ عرب تھے یا ان کی اولاد تھے -

ملیبار

هنور سے ابن بطوطہ کا جہاز ملیبار کے سواحل پر آکر لگتا ہے - کہتا ہے کہ اس علاقہ کی حد چندا پور سے کولم تک دو مہینہ کا راستہ ہے - یہہ سیاہ مرچوں والا ملک ہے اس ملک میں چھوٹے بڑے بارہ هندو راجہ ہیں - بڑے راجاؤں کے پاس پچاس پچاس ہزار اور چھوٹوں کے پاس تین چار ہزار فوج ہے - ایک راجہ کا علاقہ ختم ہو کر جہاں دوسرے راجہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے

وہاں لکڑی کا ایک پھاٹک لگا ہے جس پر اس علاقہ کے راجہ کا نام لکھا ہے - ہندو حکومت ہونے کے باوجود ان علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے - چنداپور سے کولم تک ہر آدھ میل پر لکڑی کا ایک مکان بنا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہیں ہر مسافر خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو آرام کرتا ہے - ہر ایک مکان کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو سب کو پانی پلاتا ہے - ہندؤوں کو برتن میں اور مسلمانوں کو اوک سے - ہندو باشندے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں ان کو کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا اس برتن کو توڑ دیتے ہیں یا اسی مسلمان کو دے دیتے ہیں لیکن جہاں کہیں کوئی مسلمان نہ ہو وہاں وہ مسلمانوں کا کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھدیتے ہیں جو باقی بچتا ہے وہ چیل کوے اور کتے کو کھلا دیتے ہیں - اس پورے راستہ میں ہر منزل میں مسلمان آباد ہیں جن کے پاس مسافر جاکر ٹھہرتے ہیں اور وہ ان کے لئے ہر چیز خرید کر کھانا پکا دیتے ہیں یہاں اگر مسلمانوں کی آبادی جا بجا نہ ہوتی تو مسلمان مسافروں کا یہاں سفر کرنا مشکل تھا - راستہ میں بھی اگر ہندو کسی مسلمان راہ چلتے کو دیکھتے ہیں تو راستہ سے ہٹ جاتے ہیں -

ابی سرور

ملیبار کے جس شہر میں پہلے وہ داخل ہوتا ہے اس کا نام وہ ابی سرور بتاتا ہے - ابوالفدا نے اپنے جغرافیہ میں اس شہر کا نام یاسرور لکھا ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے یہہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کا سب سے بڑا آدمی یہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی سنہ کے نام سے مشہور ہے بڑا مخیر آدمی ہے اس نے اپنی دولت فقیروں اور محتاجوں کو بانٹ دی ہے یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں -

پاکنور

ابی سرور سے وہ پاکنور پہنچتا ہے (یہہ مدراس میں جنوبی کنڑی میں برکور کے نام سے اب مشہور ہے یہہ ابن بطوطہ کے زمانہ میں بیجانگر کے ماتحت تھا) کہتا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام باس‌دیو ہے اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں لیکن ان کا امیرالبحر مسلمان ہے جو اچھا نہ تھا - تاجروں کو لوٹتا تھا - جب یہاں کوئی جہاز آتا ہے تو راجہ "بندرگاہ کے حق" کے نام سے کچھہ وصول کرتا تھا - راجہ نے ابن بطوطہ کی بڑی خاطر کی - یہاں کا بڑا آدمی حسین سلاط ہے اور یہاں قاضی اور خطیب مقرر ہیں اور حسین سلاط کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے -

منگور

یہاں سے منگرور (منگلور) جاکر لنگر ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہہ ملیبار کا سب سے بڑا دریائی موقع ہے اور فارس اور یمن کے اکثر تاجر یہاں اترتے ہیں۔ اس کے راجہ کا نام رام دیو ہے۔ چار ہزار کے قریب مسلمان یہاں آباد ہیں ان کا محلہ الگ ہے۔ کبھی کبھی یہاں کے باشندوں سے ان کی لڑائی بھی ہوتی ہے مگر راجہ بیچ میں پڑکر دونوں میں صلح کرا دیتا ہے۔ یہاں ایک قاضی ہے جو نہایت لائق اور فیاض آدمی ہے جس کا نام بدرالدین ہے معبر (کارومنڈل) کا رہنے والا شافعی مذہب ہے۔ یہاں کے راجہ نے اپنے لڑکے کو جب ضمانت کے طور پر جہاز میں بھیجا تب ہم قاضی کے کہنے سے اترے تین دن تک ہماری ضیافت ان لوگوں نے کی۔

ہیلی

ہیلی نام گو اب کوئی بندر نہیں مگر کننانور سے سولہ میل شمال کی طرف پہاڑ کا ایک کونا سمندر میں نکلا ہے اس کو کوہ ہیلی (ایلی) کہتے ہیں۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ "یہہ بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بڑے بڑے جہازات آتے ہیں چین کے جہاز یہیں آکر ٹھہرتے ہیں۔ یہہ شہر ہندؤوں اور مسلمانوں دونوں کے نزدیک مقدس ہے کیونکہ یہاں ایک جامع

مسجد ہے جس کی نذر تمام جہاز والے مانتے ہیں اور دیتے ہیں اس کی نذر و نیاز کا ایک خزانہ ہے جس کا منتظم حسین نام وہاں کی مسجد کا امام ہے اور حسین وزان یہاں کے مسلمانوں کا سردار ہے - یہاں طالب علموں کی ایک جماعت ہے جس کو اسی جامع مسجد کے خزانہ سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی ہے جہاں سے مسافروں کو اور غریب مسلمانوں کو کھانا بٹتا ہے - یہاں مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہوتی ہے یہہ بزرگ هندوستان اور چین اور عرب کی سیاحت کر چکے تھے -

جرپٹن

یہہ ملیبار کے علاقہ میں شاید وہ مقام ہے جس کو اب سری کنداپورم کہتے ہیں - پہلی صدی ہجری میں ملیبار کے راجہ کے مسلمان ہونے پر ملیبار کے مختلف شہروں میں جو مسجدیں بنی تھیں ان میں ایک یہاں بھی بنی تھی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہاں کے راجہ کا نام کویل ہے یہہ ملیبار کا بڑا راجہ ہے اس کے جہازات فارس، یمن اور عمان جاتے ہیں" یہاں بغداد کے ایک عالم سے اس کی ملاقات ہوئی جن کا ایک بھائی یہاں کا بڑا سوداگر تھا اور جو بڑی دولت چھوڑ کر مرا تھا - هندو راجہ مسلمان میت کے ترکہ میں سے کچھہ

نہیں لیتا بلکہ وہ مسلمانوں کے سردار کے پاس امانت رکھتا ہے - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ جب میں چلا ہوں تو وہ عالم صاحب اپنے متوفی بھائی کا سب سامان لے کر بغداد کی روانگی کی تیاری کر رہے تھے -

دہ پٹن

یہہ بھی راجہ کویل کی عملداری میں ہے سمندر کے کنارے یہہ بڑا شہر ہے - باغات بکثرت ہیں ناریل، سیاہ مرچ، چھالیہ، پان اور اروی کی بہتات ہے - یہاں راجہ کویل کے بزرگوں میں سے کسی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت تالاب ہے جس میں تراشے ہوئے سرخ پتھر لگے ہیں اور جس کے چاروں کونوں پر چار گنبد ہیں اور اسی کے قریب راجہ کویل کے باپ دادوں میں سے کسی کی بنوائی ہوئی مسجد بھی ہے - مسلمان اس تالاب میں نہاتے اور وضو کرتے اور اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں - کہتے ہیں کہ وہ راجہ مسلمان تھا اس کے مسلمان ہونے کا قصہ ابن بطوطہ نے وہاں کے مسلمانوں کی زبانی یہہ سنا کہ جہاں مسجد ہے وہاں ایک ایسا درخت تھا! جس میں ہر خزاں کے موسم میں ایک ایسا پتا گرتا جس پر کلمہ لکھا ہوتا تھا جب یہہ پتا گرتا تھا تو آدھا مسلمان اور آدھا ہندو لے لیتے تھے - اس سے بیماروں کو شفا ہو جاتی تھی - اسی کرامت کو دیکھہ کر

وہ راجہ مسلمان ہوگیا تھا - وہ عربی خط پڑھ سکتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا مسلمان نہ ہوا اور اس نے اس درخت کو جڑ سے اُکھڑوا دیا مگر وہ پھر نکل آیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں اس مسجد کے پاس وہ درخت موجود تھا اس کے سامنے ایک محراب بنی تھی -

بدھ پٹن

دہ پٹن سے جہاز بدھ پٹن پہنچا یہاں یہی پہلی صدی ہجری والے نو مسلم راجہ کی ایک مسجد تھی - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہہ بھی سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے (یہہ شاید شہر چالیام تھا جو موجودہ شہر بے پور کے قریب واقع تھا) - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ‌تر برہمن آباد ہیں جو مسلمانوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور مسلمان آباد نہیں - شہر کے باہر سمندر کنارے ایک مسجد ہے ، مسلمان مسافر وہیں جاکر ٹھہرتے ہیں یہہ مسجد بھی اس لئے بچی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ کسی برہمن نے اس کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی اپنے گھر میں لگا لی تو اس کا گھر جل گیا جس میں وہ خود مع اپنے تمام خاندان اور اسباب کے جل کر مر گیا - اس وقت سے کوئی برہمن اس مسجد کو نہیں چھوتا بلکہ وہ اس مسجد کی خدمت اور حفاظت کرتے ہیں - آنے جانے والوں کے

پینے کے لئے پانی کا انتظام کیا ھے اور اس کے دروازہ پر جالی لگادی ھے تاکہ اس میں پرند نہ جائیں -

پنڈارانی

یہاں سے نکل کر ھمارا سیاح پنڈارانی پہنچا جس کو وہ قندرینہ کہتا ھے اور جو کالی کٹ سے سولہ میل اتر ھے - کہتا ھے کہ "یہہ بہت بڑا شہر ھے اس میں مسلمانوں کے تین محلے آباد ھیں ھر محلہ میں ایک مسجد ھے ، سمندر کے کنارہ سمندر کے رخ پر ایک پرفضا جامع مسجد ھے وھاں کا قاضی اور امام عمان کا رھنے والا ھے یہاں گرمیوں میں چین کے جہاز آکر ٹھرتے ھیں" -

کالی کٹ

اب ھمارا سیاح ملیبار کے مشہور بندر کالی کٹ میں پہنچتا ھے - کہتا ھے کہ یہہ ملیبار میں سب سے بڑا بندر ھے یہاں چین ، جاوا ، سیلون ، مالدیپ ، یمن ، اور فارس کے سوداگر بلکہ تمام دنیا کے سوداگر آتے ھیں - یہاں کا بندرگاہ دنیا کی بڑی بندرگاھوں میں سے ھے - یہاں کا راجہ ھندو ھے جس کا لقب زیمور (سامری) ھے - یہہ اسی طرح ڈاڑھی منڈاتا ھے جس طرح (رومی) فرنگی لوگ جن کو میں نے وھاں دیکھا ھے منڈاتے ھیں لیکن یہاں کے سوداگروں اور تاجروں کا سردار مسلمان ھے اس کا نام ابراھیم شاہ بندر

ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سخی داتا ہے - ہر طرف کے سوداگر اس کے دسترخوان پر آکر کھانا کھاتے ہیں - شہر کا قاضی فخرالدین عثمانی ہے اور خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے - چین اور ہندوستان میں جو لوگ ابواسحاق گازرونی کی نذر مانتے ہیں وہ اسی خانقاہ میں لاکر اپنی نذر پیش کرتے ہیں - ناخدا مثقال بھی یہیں رہتا ہے - یہہ شخص بہت مشہور اور مالدار دریائی تاجر ہے اس کے اپنے جہاز ہیں جو ہندوستان ، یمن ، چین اور فارس سے تجارت کا سامان لاتے اور لے جاتے ہیں - راجہ کے نائب اور شیخ شہاب الدین اور ابراہیم شاہ بندر نے ابن بطوطہ کا استقبال سلطان محمد تغلق کے سفیر کی حیثیت سے طبل و علم و نقارہ کے ساتھہ کیا - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کالی کٹ کا راجہ بڑا عادل ہے - ایک دفعہ راجہ کے نائب کے بھتیجے نے ایک مسلمان تاجر کی تلوار چھین لی ، تاجر نے اس کے چچا سے جاکر شکایت کی اس نے تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اسی تلوار سے اس کے بھتیجے کے دو ٹکڑے کردئے جائیں -

چین کے جہازات یہیں سے روانہ ہوتے تھے ، اچھے موسم کے انتظار میں ابن بطوطہ کو مہینوں قیام کرنا پڑا - اس کے جہاز کا وکیل ملک شام کا رہنے والا سلیمان صفدی نام تھا ، اس کی غلطی سے یہہ واقعہ پیش آیا کہ

ابن بطوطہ کا مال و اسباب تو جہاز پر چڑھہ گیا مگر وہ خود ساحل پر چھوٹ گیا اور آخر وہ خشکی کے راستہ سے کولم روانہ ہوا تاکہ وہاں وہ اس جہاز کو پاکر سوار ہو جائے -

کولم

کولم موجودہ تراونکور میں داخل ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "تمام ملیبار میں یہہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے ' بازار بھی اچھے ہیں ' سوداگر اتنے بڑے مالدار ہیں کہ پورے جہاز کے جہاز کا مال وہ ایک دفعہ خرید لیتے ہیں اور گودام میں رکھہ کر بیچتے ہیں - مسلمان سوداگر بھی یہاں بکثرت ہیں - ان میں سب سے بڑا شہر آوہ کا باشندہ علاءالدین ہے - یہاں عراقی خاصی تعداد میں آباد ہیں ' شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے - شہر میں سب سے دولت مند مسلمان محمد شاہ بندر ہے - اس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے ' یہاں کی جامع مسجد بھی اچھی اور خوبصورت ہے ' یہاں کے راجہ کا نام تروری (بناتے ڈیری اس زبان میں راجہ کو کہتے ہیں) ہے - یہہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور بہت منصف مزاج ہے ' یہاں کالی کٹ والے شیخ شہاب الدین گازرونی کے بیٹے شیخ فخرالدین کی خانقاہ ہے -

چالیات

ابن بطوطہ کو جہازوں کی تباھی کے سبب سے پھر اسی راستہ سے کالی کٹ کو واپس آنا پڑا - راستہ میں وہ چالیات میں ٹھہرا، جس کو عرب شالیات کہتے تھے اور اب اس کو شالیا کہتے ھیں - یہہ کالی کٹ کے قریب تھا، ابن بطوطہ یہاں کے کپڑوں کی صنعت کی تعریف کرتا ھے، وہ یہاں سے ھنور، اور وھاں سے چنداپور (گوا) پہنچتا ھے، تو معلوم ھوتا ھے کہ راجہ (شاید بیجانگر کا راجہ مراد ھے) نے لڑکر سلطان جمال الدین ھنوری کے ھاتھہ سے یہاں کی ریاست چھین لی - ابن بطوطہ یہاں سے سوار ھو کر مالدیپ چلا گیا -

مالدیپ

یہاں عرب مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی اور سلطانہ خدیجہ حکمراں تھی، اس کا پورا حال اوپر گذر چکا ھے -

سیلون

مالدیپ سے وہ سیلون آتا ھے، یہاں کا راجہ اس وقت اریا چکروتی نام تھا، اس کے پاس بہت سے جہازات تھے جو یمن تک جایا کرتے تھے - یہہ راجہ فارسی زبان سمجھتا تھا، نقش قدم کی وجہ سے یہاں عربی اور عجمی مسلمان فقیروں اور درویشوں کی آمد و رفت لگی تھی -

گالی

پھرتا پھراتا وہ سیلون کے بندر گالی (قالی) میں پہنچتا ہے، یہاں سے آج بھی یورپ اور اسٹریلیا کو جہازات جاتے ہیں، یہاں کے جہازوں کا مالک ناخدا ابراهیم نام تھا، وہ کلمبو اور بطالہ سے جہاز پر سوار ہو کر ناخدا ابراهیم کے جہاز پر معبر (کارومنڈل) ہندوستان کے ساحل پر دوبارہ آیا -

معبر (کارومنڈل)

ابن بطوطہ جس وقت کارومنڈل پہنچا ہے اس وقت وہاں غیاث الدین وامغانی بادشاہ تھا، یہہ وہی حکومت تھی جو علاؤالدین خلجی کے افسر ملک کافور کی فتح کے بعد یہاں قائم ہو گئی تھی - یہہ غالباً سنہ ۷۴۱ ھ (۱۳۴۱ع) تھا، اس صدی کے اخیر میں بیجانگر کے راجہ نے اس اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - شہر مدورا اس کا پایہ تخت تھا -

دوار سمندر

جہاں اب مسیور کی ریاست ہے - وہاں اس وقت ہوسیالا خاندان کا راج تھا - ان کے پایہ تخت کا نام دوار سمندر تھا - اس وقت جو راجہ حکمراں تھا اس کا نام بلال دیو تھا - ابن بطوطہ نے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے، اس میں ۲۰ ہزار کے قریب مسلمان تھے

جو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق سب بھاگے ہوئے مجرم اور پہلے چور اور ڈاکو تھے، مگر اتنے چور، ڈاکو اور مجرم کہاں سے آگئے تھے شاید یہہ ابن بطوطہ نے اس غصہ میں لکھہ دیا ہے کہ یہہ لوگ اس وقت کارومنڈل کے بادشاہ غیاث الدین سے جو ابن بطوطہ کا ساڑھو تھا برسر پرخاش تھے -

بیجانگر

دریاے کرشنا سے لیکر سمندر کے کنارے تک بیجانگر کی عظیم الشان ہندو حکومت قائم تھی - کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو خشکی میں بہمنیوں کی اسلامی سلطنت سے اس کی دائمی لڑائی برپا تھی اور دوسری طرف سمندر کے راستہ سے عرب و فارس کے مسلمان بادشاہوں سے اس کے تعلقات قائم تھے اور چنانچہ امیر تیمور کے بیٹے مرزاشاہرخ نے یہاں اپنی سفارت بھیجی تھی جس کے سروفد مولنا کمال الدین عبدالرزاق تھے انھوں نے واپس جاکر بیجانگر کی سلطنت کے جاہ و جلال اور ترقی و کمال کا جو حال لکھا ہے اسکو خاوندشاہ نے روضۃالصفا کے آخر میں اور حبیب السیر نے جغرافیہ کے حصہ میں منگلور، کالی کٹ اور بیجانگر کے ناموں کے نیچے نقل کیا ہے - بیجانگر کی فوج میں دس ہزار مسلمان موجود تھے اور بیجانگر کے راجہ ان کی فوجی قوت کی برتری کے سبب سے ان کی عزت کرتے تھے

مسجد بھی بنوادی تھی اور قرآن پاک کی تعظیم بھی کی جاتی تھی (۱) -

حاضرین ! ان دور دراز علاقوں میں پھرتے پھراتے اکتا گیے ہوں مگر آپ نے دیکھہ لیا کہ ان دورافتادہ علاقوں میں مسلمان اسلامی جنگی فتوحات سے پہلے بھی کہاں کہاں اور کس کس صورت میں پھیلے تھے اور ہندو ہمسایوں اور راجاؤں سے ان کے تعلقات کیسے تھے ؟ اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہہ منظر شمالی ہندوستان کے منظر سے کتنا مختلف ھے ؟ اب آئے تھوڑی دیر سندھہ کے ریگستان کا بھی لطف اٹھائیں -

چھٹا مرکز سندھہ

گذر چکا ھے کہ عربوں نے کس طرح دیبل (تھٹھہ) سے ملتان تک پہلی صدی ھجری کے آخر میں فتح کیا مگر واقعہ یہہ ھے کہ اس فتح بلکہ حملہ سے بھی پہلے سندھہ میں مسلمان آباد ھوچکے تھے چنانچہ پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر سندھہ کے راجہ داھر کے یہاں چلے آے تھے (۲) - محمد بن قاسم نے پہلی صدی ھجری کے آخر

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۳۳ نولکشور -

(۲) بلاذری فتوح سندھہ -

میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا ، اس کے بعد سے تقریباً سواسو برس تک یہہ ملک پہلے دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزء رہا - تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے بیچ میں معتصم باللہ کے بعد مرکز کی کمزوری کے سبب سے یہاں کے عرب گورنروں نے خود مختاری سی حاصل کرلی ، اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی کسی حصہ پر قبضہ کرلیا اور کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کرلیں - سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک ان میں سے بعض بعض مسلمان ریاستیں سندھ میں قائم تھیں ان میں سے دو نسبتاً ذرا بڑی تھیں - ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں اور دوسری سندھ کے خاتمہ پر ملتان میں - چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک جو عرب سیاح یہاں آتے گئے ہیں وہ ان دونوں اسلامی ریاستوں کا حال بیان کرتے آئے ہیں - ملتان ، منصورہ ، دیبل اور دوسرے شہروں سے سلطان محمود کے وجود سے پہلے بیسیوں مسلمان عالم اور محدث پیدا ہوئے جن میں سے ایک ابومعشرنجیح سندھی ہیں جو دوسری صدی میں تھے اور جو سیرت کے امام سمجھے جاتے تھے اور جن کی یہہ عزت تھی کہ جب انھوں نے انتقال کیا تو خلیفہ مہدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی - اسی زمانہ کا ایک مشہور سندھی عربی شاعر ابوعطا سندھی ہے جس کا تلفظ گو درست نہ تھا مگر اسکے عربی اشعار کو خالص عرب اہل زبان نے بھی

تسلیم کیا - اس درجہ اور رتبہ کے دوسرے بزرگوں کے نام یہاں گنائے جائیں تو ایک اور دفتر شروع ہو جائیگا اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں -

عربوں نے سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں - قریش ، کلب ، تمیم ، اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے اور تیسری صدی ھجری کے بیچ تک ان کی حکومت ملتان سے لے کر سمندر تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی لیکن آخرکار یمنی اور حجازی عربوں کی باھمی خانہ جنگی نے ان کو برباد کردیا اور بہت سے علاقے ان کے ھاتھوں سے نکل گئے - تاہم ملتان اور منصورہ (سندھ) دو ریاستیں ان کی ایسی تھیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک قائم رہیں - پہلے انہیں دونوں کا حال ذرا تفصیل سے بیان کرنا ھے -

ملتان

گذر چکا ھے کہ اس شہر پر عربوں نے پہلی صدی ھجری (ساتویں صدی عیسوی) میں قبضہ کیا - اس وقت سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک برابر اس پر عربوں کا ھی قبضہ رہا - تیسری اور چوتھی صدی ھجری کے ھر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ھے - سلطان محمود کے حملہ کے وقت اور اس کے بعد بھی برابر مسلمانوں کی

نوآبادی یہاں قائم رہی - شروع میں سندھہ کے دوسرے شہروں کے ساتھہ ملتان پر بھی دمشق کے اموی خاندان کا قبضہ رہا - تیس پینتیس برس کے بعد زمانہ نے کروٹ لی ' سنہ ۱۳۲ ھ میں اسلامی حکومت کی مسند پر بنوامیہ کی جگہ بنوعباس بیتھے اور حکومت کا مرکز دمشق سے ھت کر بغداد آگیا - اس کے بعد تقریباً تیسری صدی ھجری کے شروع تک یعنی معتصم تک ملتان عباسی حکومت کے مرکز سے وابستہ رہا ' اس کے بعد یہہ ھوا کہ اگر خلیفہ زبردست ھوا تو اس نے اس دور دراز شہر پر قبضہ رکھا اور اگر کمزور ھوا تو یہاں کے والی اور عامل خود مختار بن گئے - اس زمانہ میں ملتان سندھہ اور منصورہ کے والیوں کے پاس رہا مگر بعد کو ملتان سندھہ سے بھی الگ ھوکر ایک خود مختار اور مستقل حکومت بن گیا - اس استقلال اور خود مختاری کی تاریخ غالباً تیسری صدی ھجری کا وسط ھے -

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ ھے جو کبھی پوری ایک ریاست بلکہ سلطنت تھا - مصر کے وزیر مہلبی نے چوتھی صدی ھجری میں لکھا ھے کہ ”اس کے حدود وسیع ھیں ' پچھم طرف مکران اور دکھن میں منصورہ (سندھہ) تک اس کی وسعت ھے“ (۱) - دریاے سندھہ کے پاس جو قنوج تھا سنہ ۳۰۰ ھ

---

(۱) ابوالفدا کی تقویم البلدان ص ۳۵۰ (پیرس) -

میں وہ ملتان میں تھا (۱) - اس زمانہ میں ایک لاکھہ اور بیس گانوں شمار کے روسے ملتان کی اسلامی ریاست کے حدود میں تھے (۲) -

پرانی سلطنتوں میں یہہ اکثر قاعدہ رہا ہے اور ہونا بھی چاهئے کہ مذہب کے غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری اور سرحدی ملکوں میں جاکر پناہ لیتے ہیں - مجوسی ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ہوا ، چنانچہ پہلے آچکا ہے کہ قزدار میں خارجی مسلمانوں کی آبادي اور انهیں کی ریاست قائم تھي - اسی طرح ملتان بھی شیعوں کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی جاپناہ بن گیا تھا اور بعد کو وهاں ان کی حکومت قائم هوگئی تھی یہہ خالص عربی النسل تھے اور اپنے کو سامہ بن لوئی کی اولاد کہتے تھے -

بنوسامہ کون تھے

قریش کے اجداد میں اوپر ایک نام لوئی بن غالب ہے اس لوئی کی ایک اولاد کا نام سامہ تھا ، اسی خاندان کو

---

(۱) مسعودي جلد اول ص ۳۷۲ (پیرس) -

(۲) ایضاً ص ۳۷۵ -

بنو سامہ (۱) کہتے تھے - اسلام میں اس خاندان کا عروج معتضد کے زمانہ میں (سنہ ۲۷۹ ھ سنہ ۲۸۶ ھ) میں ہوا - اس کی صورت یہہ ہوئی کہ عرب کے صوبہ عمان میں خارجیوں کی کثرت تھی خلیفہ نے محمد بن قاسم کو ان کی سرکوبی کے لئے متعین کیا؛ اس نے خوارج کو شکست دی اور عمان میں اپنی ریاست قائم کی اور اہل سنت کے مذہب کو رائج کیا - یہہ اس خاندان کا پہلا امیر ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد اس ریاست پر برابر قابض رہی - سنہ ۳۰۵ ھ میں ان میں باہم خانہ جنگی ہوئی - قرامطہ جو بحرین میں اس وقت زور پکڑ رہے تھے، انہوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ھ میں ابوطاہر قرمطی نے عمان کو اس کے قبضہ سے نکال کر قرمطی حدود سلطنت میں داخل کرلیا - (۲)

عمان اور سندھ کی دریائی آمد و رفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور غالباً بنوسامہ کا تعلق سندھ سے بہت پرانا تھا، چنانچہ بنوسامہ کے غلام فضل بن ماہان اور فضل بن ماہان کے بعض اہل خاندان سندھ کے ایک مقام سندان پر مامون کے زمانہ سے

---

(۱) ابن خلدون نے اس کی بار بار تصریح کی ہے کہ بنوسامہ کا اس سامہ بن لوئي کے خاندان سے ہونا قریش کے اکثر نسب دان تسلیم نہیں کرتے دیکھو ابن خلدون ج ۱ ص ۳۲۴ و جلد ۴ ص ۹۳ -

(۲) ایضاً جلد ۴ ص ۹۳ (مصر) -

لے کر معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) تک حکومت کی اور پھر برادرانہ خانہ جنگی میں برباد ہوئی (۱) -

اس تعلق سے یہہ تعجب کی بات نہیں اگر عمان میں بنوسامہ کی ریاست تباہ ہونے کے بعد وہ قرامطہ سے بھاگ کر سندھہ اور سندھہ سے ملتان چلے آئے ہوں اور یہاں خدا نے ان کو پھر نئی سلطنت عطا کی ہو - بہر حال یہی بنوسامہ ملتان کے امراء تھے اور انھیں کو پچھلے مورخ کے لحاظ سے بنومنبہ بھی کہتے تھے اور تیسری صدی ھجری کے خاتمہ میں سب سے پہلے ان کی خود مختار ریاست کا نام ھم کو ملتا ھے -

بنومنبہ

سب سے پہلے ابن رستہ جسکا زمانہ سنہ ۲۹۰ ھ ھے، اپنی کتاب الاعلاق النفسیہ کے حصۂ جغرافیہ میں کہتا ھے :-

"ملتان میں ایک قوم رہتی ھے جو دعویٰ کرتی ھے کہ وہ سامہ بن لوی (۲) کے خاندان سے ھے، ان کو لوگ بنو

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

(۲) بعض مورخوں اور سیاحوں نے "سامہ" کے بجائے "آسامہ" کہیں کہیں لکھہ دیا ھے یہہ صحیح نہیں -

منبہ کہتے ہیں اور وہی وہاں بادشاہ ہیں اور وہ امیرالمؤمنین کا خطبہ پڑھتے ہیں - ہندوستان کے راجہ ان سے لڑنے آتے ہیں تو وہ بھی ملتان سے اپنی بڑی فوج لے کر نکلتے ہیں اور ان سے لڑتے ہیں اور اپنی دولت اور قوت کے سبب سے ان پر غالب آتے ہیں " (۱) -

اس کے دس برس کے بعد مسعودي سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد ہی ملتان پہنچتا ہے وہ لکھتا ہے :-

" ملتان کا امیر جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ سلطنت یہاں سامہ بن لوئي بن غالب کے ہاتھہ میں ہے ، اس کے پاس فوج اور قوت ہے اور ملتان اسلامي حکومت کی بڑی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے - ملتان کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھہ بیس گانوں ایسے ہیں جو شمار میں آئے ہیں اور یہیں وہ مشہور بت خانہ ہے ، ......امیر ملتان کی زیادہ‌تر آمدنی

---

(۱) الاعلاق النفسیہ ابن رستہ ص ۱۳۵ لیڈن سنہ ۱۸۹۲ء -

ان خوشبو لکڑیوں سے ہے جو دور دور
سے اس بت خانہ کے لئے بھیجی
جاتی ہیں ...... جب کبھی ہندو اس
پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمان اس
کے مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو وہ دھمکی
دیتے ہیں کہ ہم اس بت‌خانہ کو توڑ دیں گے
تو ہندو فوجیں واپس چلی جاتی
ہیں - میرا ملتان جانا سنہ ۳۰۰ کے
بعد ہوا اس وقت وہاں بادشاہ ابواللباب
منبہ بن اسد قرشی سالي تھا " (۱) -

مسعودی کے چالیس برس بعد سنہ ۳۴۰ میں اصطخري
ہندوستان وارد ہوا وہ کہتا ہے :-

" شہر مولتان منصورہ سے آدھا ہے ، یہاں
ایک بت‌خانہ ہے جس کے جاترے
کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں
اور اس بت خانہ اور اس کے پجاریوں
پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں -
یہہ بت‌خانہ بازار کے سب سے آباد
حصہ میں ہے........(بت کا حال ہے)

---

(۱) مروج الذہب مسعودی جلد اول ص ۳۷۵ و ۳۷۶ (پیرس) -

......اور جو کچھہ یہاں آتا ہے ملتان
کا امیر اس کو لے لیتا ہے، کچھہ
پجاریوں پر خرچ کرتا ہے اور کچھہ
اپنے لئے اٹھا رکھتا ہے اور جب کبھی
کوئی ہندو راجہ اس پر حملہ کرنا
چاہتا ہے تو وہ اس بت خانہ کے برباد
کردینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ
واپس چلے جاتے ہیں اگر یہہ نہ ہوتا
تو ہندو راجہ اس کو ویران کردیتے -
ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شہر
پناہ ہے، .... شہر کے باہر آدھے فرسنگ
پر بہت سی عمارتیں ہیں جن کا نام
"جندراون" ہے یہہ فوجی کیمپ ہے،
یہیں بادشاہ رہتا ہے وہ ملتان میں
صرف جمعہ کو جاتا ہے، ہاتھی پر سوار
ہوکر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا
ہے، وہ نسلاً قریشی ہے، سامہ بن لوئی کے
خاندان سے ہے - ملتان پر اس نے
قبضہ کرلیا ہے اور منصورہ (سندھہ) کے
امیر یا کسی اور کا وہ تابع نہیں
صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا ہے" - (۱)

---

(۱) اصطخری بحوالہ معجم البلدان یاقوت لفظ "مولتان" -

اصطخری کے ۲۷ برس بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل بغدادی ملتان آیا اس نے ملتان کا بہت کچھہ حال لکھا ھے مگر یہاں کے باطنیوں اور اسماعیلیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ھے حالانکہ یہہ نئی بات یقیناً ذکر کے قابل تھی - اب ابن حوقل کے آٹھہ برس بعد بشاری مقدسی ملتان میں قدم رکھتا ھے - وہ کہتا ھے :-

"ملتان والے شیعہ ھیں ' اذان میں حی علی خیر العمل کہتے ھیں اور اقامت میں دو دفعہ تکبیر کہتے ھیں" - (۱)

"ملتان میں خطبہ مصر کے فاطمی خلیفہ کا پڑھتے ھیں اور اسی کے حکم سے یہاں کا بندوبست ھوتا ھے اور یہاں سے برابر تحفے تحائف مصر کو بھیجے جاتے ھیں" - (۲)

ان بیانات سے دوسرے واقعات کے علاوہ یہہ ثابت ھوتا ھے کہ ابن رستہ کے زمانے میں یعنی سنہ ۲۹۰ ھ میں پھر مسعودی کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ خاموش ھے اور اصطخری کے زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ میں

---

(۱) احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۱ -

(۲) ایضاً ص ۴۸۵ -

یہاں کي حکومت سنیوں کے ھاتھہ میں تھی اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - سنہ ۳۶۷ ھ تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ھوئی لیکن سنہ ۳۷۵ ھ میں یہہ اسماعیلیوں کے ھاتھوں میں نظر آتا ھے اور مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفہ کے زیر اثر اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ ملتان کے شاھی خاندان کا یہہ مذھبی انقلاب سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور سنہ ۳۷۵ ھ کے بیچ میں ھوا -

اس قیاسی تاریخ کی تائید اُس سے ھوتی ھے کہ مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی سلطنت بھی اسی زمانہ میں یعني سنہ ۳۵۸ ھ میں قائم ھوئی اور سنہ ۳۶۱ ھ میں ان کا پایہ تخت افریقہ سے مصر کو منتقل ھوا - اس وقت دنیاے اسلام دو حصوں میں منقسم ھو رھی تھی - سنی بغداد کے خلافت عباسیہ کو اور شیعہ مصر کی خلافت فاطمیہ کو مانتے تھے - یہہ دونوں خلافتیں اپنے اپنے اثر اور اقتدار کو مختلف اسلامی ملکوں میں بڑھانے کے لئے رقیبانہ کوششوں میں مصروف تھیں، یہاں تک کہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی یہہ رقیبانہ کارشیں قائم تھیں اور جب کوئي نئی اسلامی ریاست قائم ھوتي تو دونوں کے داعی اور مبلغ اپنا کام شروع کر دیتے - گو یہہ بغداد کی خلافت کے انحطاط کا اور مصر کے

اوج ترقی کا زمانہ تھا کہ عباسیہ سلطنت بوڑھی ہوچکی تھی اور فاطمی حکومت کا عہد شباب تھا مگر اس کی تلافی اس سے ہو رہی تھی کہ مشرق میں جو نئی ترکی سلطنتیں قائم ہوتی تھیں وہ عباسیہ کو اپنا مقتدا تسلیم کرلیتی تھیں، بخارا کے سامانیہ ان کے زیر اثر تھے - چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں غزنویوں کا ظہور ہوا اور اس کے چالیس پچاس برس کے بعد سلجوقیوں کا پرچم لہرایا اور ان سب نے اپنی پوری فوجی قوت اور زور کے باوجود خلفاے عباسیہ کے سامنے سر جھکایا -

سلطان محمود غزنوی کی شہرت کے آغاز کے ساتھہ ہی خلیفۂ بغداد نے سب سے پہلے سنہ ۳۸۷ اور سنہ ۳۹۰ کے بیچ میں اس کو خلعت فاخرہ بھیجا اور امین الملتہ یمین الدولہ (مذہب کا امین اور سلطنت کا دست راست) کا خطاب اسکو دیا اور اسکے بعد سنہ ۳۹۶ھ میں سلطان نے ملتان کے اسماعیلیوں کے خلاف فوج کشی کی اور سنہ ۴۰۱ میں وہاں کے قرمطی امیر کو گرفتار کر لیا، غالباً انہیں حالات کو دیکھہ کر سنہ ۴۰۳ میں مصری فاطیموں نے بھی محمود کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر سلطان نے اس کو باطنی سمجھہ کر راستہ ہی میں پکڑوا لیا اور مشہور سید حسین

بن طاھر بن مسلم علوی کے سپرد کردیا (۱) جنھوں نے اس کو مروا ڈالا -

ملتان کے قرامطہ

اب سوال یہہ ھے کہ عرب جغرافیہ نویس سنہ ۳۴۰ تک جس عرب سنی خاندان بنومنبہ کو ملتان کا بادشاہ لکھتے ھیں اس کے بعد کا اسماعیلی خاندان وھی عرب بنومنبہ تھے جو سنی سے اسماعیلی بن گئے تھے یا یہہ کوئی دوسرا خاندان تھا ؟ کتابوں کے پیش نظر ذخیرہ سے اس کا کوئی جواب ھم کو نہیں ملتا لیکن ابوریحان بیرونی کتاب الھند میں جس کو اس نے سنہ ۴۲۴ ھ میں لکھا ھے ، ملتان کے بت خانہ کی تاریخ بیان کرتے ھوے کہتا ھے :-

> " جب قرمطی (اسماعیلیہ) مولتان پر قابض ھوے تو جلم بن شیبان نے جس نے یہاں غلبہ حاصل کرلیا تھا محمد بن قاسم کی جامع مسجد کو ایک اموی یادگار سمجھکر بند کر دیا اور اس بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنا لیا " - (۲)

---

(۱) اس فاطمی سفارت کا واقعہ زین الاخبار میں ھے ص ۷۱ (برلن) -

(۲) کتاب الھند ص ۵۰۱ (لندن) -

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہہ قرمطی خاندان جو چوتھی صدی کے آخر میں غالب ھوگیا تھا وہ کوئی دوسرا خاندان تھا اور اس کے بانی اول کا نام جلم بن شیبان تھا اور جیسا کہ یہہ نام ظاھر کرتے ھیں وہ بھی عرب تھا - اس کے بعد بیرونی کہتا ھے کہ "ان قرامطہ کا زمانہ ھم سے تقریباً ایک سو سال پہلے تھا" (۱) - کتاب الہند سنہ ۴۲۴ھ میں لکھی گئی ھے - اس سے سو سال پہلے سنہ ۳۲۴ ھ ھوگا مگر ھم کو معلوم ھوچکا ھے کہ سنہ ۳۴۰ ھ تک یقینی طور سے یہاں بنومنبہ سنی عرب خاندان کی حکومت تھی اس لئے یہہ سنہ ۳۲۴ ھ ملتان پر قرامطہ کے قبضہ کا سال نہیں ھے بلکہ عراق اور خلیج فارس کے سواحل پر ان کے ظہور کا زمانہ ھے -

اصل یہہ ھے کہ اس موقع پر تین اسلامی فرقوں کے نام گڈمڈ ھوگئے ھیں - قرامطہ ، اسماعیلیہ اور ملاحدہ کو یہہ تینوں اسماعیلی شیعیت ھی کی قسمیں ھیں مگر ان تینوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ھے اور ان کی پیدائش کی تاریخ بھی الگ الگ ھے - سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر میں قرمطی بحرین اور خلیج فارس اور آخر عراق میں رونما ھوئے اسماعیلیہ افریقہ میں سنہ ۲۹۶ ھ میں ظاھر ھوئے مگر یہہ مصر میں سنہ ۳۵۶ ھ میں آئے اور ملاحدہ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۶ (لندن) -

جن کا دوسرا نام باطینه هے اور جو حسن صباح کا گروه تھا وه سنه ۴۸۳ ھ (سنه ۱۰۹۱ ع) کے بعد خراسان میں ظاهر هوا -

مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفة الحاکم بامرالله نے شام میں ایک اور فرقه پیدا کیا تھا جس کا مشهور نام دروز هے - سوال یهه هے که ملتان میں جو فرقه برسرحکومت آگیا تھا وه اسماعیلي شیعه تو یقینی تھا مگر ان میں سے کس فرقه کا تھا - میرے نزدیک وه فاطمی اسماعیلی شیعه تھے جن کا مرکز مصر تھا - باقی جن مورخوں نے ان کو قرامطه اور ملاحده کہا هے وه اس اشتباه کے سبب سے کهدیا هے جو ان فرقوں میں باهم هے اور اس کي دلیل یهه هے که جس زمانه میں یعني سنه ۳۴۰ ھ کے بعد یهه ملتان میں قوت پاتے هیں وه زمانه هرجگه قرامطه کے انحطاط اور زوال کا تھا - دوسرے یهه که قرامطه مصر کے فاطمی خلفاء کی سرداری کو براے نام تسلیم کرتے تھے اور ملتان والے مصر هی کے فاطمی خلفاء کو مانتے تھے - تیسرے یهه که بشاری مقدسی جو ایک مذهبي عالم تھا وه ان تمامتر قرامطه میں بلکه شیعه لکھتا هے اور فاطمیه کے زیر اثر - پھر اذاں حی علی خیر العمل جمعه اور خطبه وغیره کے شعائر قرامطه میں نه تھے جن کا وجود ملتان کے اسماعیلیوں میں مقدسی کے بیاں سے ثابت هے دروزی سنه ۳۸۶ ھ سے سنه ۴۱۱ ھ کی پیداوار هیں جو

بہت بعد کا زمانہ ہے اور باطینہ یا ملاحدہ یعنی حسن بن صباح کا فرقہ تو اس کے سو برس بعد پیدا ہوا ہے اس لئے بعض مورخین کا ان کو ملاحدہ کہنا سراسر غلط ہے -

یہہ ممکن ہے کہ خلیج فارس، بحرین عمان کے قرامطیوں کے ذریعہ پہلے قرامطہ ہی کی حیثیت سے یہہ لوگ پیدا ہوئے ہوں اور بعد کو قرامطہ کے زوال کے بعد انہوں نے فاطمی اسماعیلی رنگ اختیار کرلیا ہو کیونکہ قرامطہ بھی گویا نیم اسماعیلی ہی تھے -

سلطان محمود کے حملہ کے وقت ملتان میں جو اسماعیلی خاندان حکمراں تھا فارسی تاریخوں کے رو سے اس کے مورث کا نام شیخ حمید تھا - فرشتہ نے خدا جانے کس ماخذ سے لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آگئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جاسکے اور انہوں نے کوہستان خیبر کے پٹھانوں میں شادی بیاہ شروع کر دیا - اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے - شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا - یہہ تمام داستان قبائل کی اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ہے - لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھہ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ہوتے تھے بلکہ اس زمانہ میں ان کا اسلام بھی مشکل سے تسلیم ہوسکتا ہے - حقیقت یہہ

ھے کہ فارسی مورخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاھي نہیں تھی اس لئے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلباً وہ جلم بن شیبان کی نسل سے تھے جس کا ذکر بیرونی کے حوالہ سے ابھی گذرا ھے - مزید تفصیل آگے آتي ھے -

فرشتہ میں ھے کہ الپ تگین نے اور اس کے جانشین سبکتگین نے جب سرحد کے افغانوں پر حملے شروع کئے تو اُنھوں نے لاھور کے راجہ جےپال سے مدد مانگی - راجہ جےپال نے بھاتیہ کے راجہ سے مشورہ کیا اور یہہ طے کیا کہ چونکہ ھندوستان کي فوج جاڑوں میں سرحد کی سردی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے پٹھانوں کو یہاں - لاکر آباد کرنا چاھئے اور اس طرح شیخ حمید لودھي کو لمغان اور ملتان کی جاگیر دی - شیخ حمید نے اپنے حاکم مقرر کئے اور اس کے عوض اس نے الپ تگین سنہ ۳۵۱ ھ سنہ ۳۶۵ ھ کے حملوں سے ھندوستان کو بچانے کی خدمت ادا کی (۱) - اس واقعہ میں پٹھانوں کو لاکر آباد کرنا اور شیخ حمید کو لودھی بتانا افسانہ ھے -

الپ تگین کے بعد جب سنہ ۳۶۵ میں سبکتگین بادشاہ ھوا تو شیخ حمید نے غزنین کی بڑھتي ھوئی

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۱۷ و ۱۸ نولکشور میں ھے -

قوت کو دیکھکر امیر سبکتگین سے صلح کرلی اور خود کو امیر کے باجگذاروں میں داخل کر لیا لیکن سنہ ۳۹۰ ھ میں سلطان محمود نے جب غزنین کے تخت پر قدم رکھا اور پھر سنہ ۳۹۵ ھ میں جب وہ بھاتیہ کے راجہ بجراؤ پر حملہ کر رہا تھا تو ملتان کی ریاست شیخ حمید کے پوتے ابوالفتح داؤد بن نصیر بن شیخ حمید کے ہاتھہ میں تھی اور فارسی تاریخوں میں اسی کو ملحد اور قرمطی (اسماعیلی) کہا گیا ہے ابوالفتح داؤد نے شاید سلطان محمود کے بڑھتے ہوے حوصلہ کو دیکھہ کر یہہ چاہا کہ ہندو راجاؤں کے ساتھہ ملکر اپنے کو بچائے چنانچہ بھاتیہ کے حملہ کے وقت ابوالفتح نے محمود کے خلاف بجراؤ کی مدد کی - (۱)

سلطان اس دفعہ تو خاموش رہا مگر آئندہ سال سنہ ۳۹۶ ھ میں اس نے ابوالفتح کو سزادینے کا رادہ کیا اور یہہ چاہا کہ ملتان کے اوپر سے براہ راست (یعنی گویا ڈیرہ غازی خاں سے) آنے کے بجائے پشاور سے پنجاب ہو کر ملتان جائے تا کہ ابوالفتح کو خبر نہ ہونے پائے ، اس خیال سے س نے پنجاب کے راجہ انندپال سے راستہ مانگا کہ اس کے ملک سے ہو کر وہ سلطان کی فوج کو ملتان جانے دے

---

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۲۴ و ۲۵ نولکشور میں ہے -

دوسرے مورخین کی روایت یہہ ھے کہ خود ابوالفتح نے سلطان کے ارادہ کا حال سن کر راجہ انندپال سے مدد مانگی، راجہ نے لاھور سے پشاور جاکر سلطان کو روکا مگر سلطان کی فوج انندپال کو شکست دے کر اوسی کے ملک سے ھوکر ملتان پہنچی ابوالفتح قلعہ بند ھوگیا اور آخر اھل شہر نے بیچ میں پڑکر اس بات پر صلح کرلی کہ ملتان سے مقررہ خراج غزنین پہنچتا رھے گا - ابوالفتح نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ اپنے ملک میں اسماعیلیت کے بجاے اھل سنت کے احکام کو جاری کر لے گا - اس کے چند سال کے بعد (سنہ ۴۰۲ ھ سے پہلے) سلطان نے پھر ملتان پر حملہ کیا اور اسماعیلیہ کا قلع و قمع کیا اور داؤد بن نصیر کو پکڑ کر غزنین لے گیا اور غور کے قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ مر گیا - (۱)

یہہ فرشتہ کا خلاصہ تھا مگر گرویزی جس کی تاریخ زین الاخبار سنہ ۴۴۱ ھ. کے قریب خاص غزنویوں کے عہد میں اور پایہ تخت میں لکھی گئی ھے اس میں ھے کہ " اور غزنیں سے سلطان نے ملتان کا قصد کیا اور سونچا کہ یہاں سے اگر

---

(۱) تاریخ فرشتہ ص ۲۵ ص ۲۷ نولکشور -

سیدھے ملتان جاتا ہے تو شاید داؤد بن نصر (نصیر نہیں) کو جو ملتان کا امیر تھا خبر ہو جاے ور بچاؤ کا سامان کر لے، اسلیے دوسرے راستہ سے چلا، انند پال راستہ میں پڑتا تھا اس سے راستہ مانگا ندیا، لڑا، انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا۔ سلطان ملتان پہنچا اور سات روز تک شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر اہل شہر نے اس بات پر صلح کرلی کہ ۲۰ ہزار درم خراج ادا کیا کریں، سلطان واپس گیا یہہ سنہ ۳۹۶ ھ میں ہوا............پھر جب سنہ ۴۰۱ ھ میں آیا، غزنین سے ملتان گیا اور ملتان کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی فتح کرلیا اور قرامطہ (اسماعیلیہ) جو وہاں تھے ان میں سے اکثر کو گرفتار کرلیا بعضوں کو مار ڈالا، بعضوں کے ہاتھہ کاتے اور سخت سزادی..........اور اسی سال داؤد بن نصر کو گرفتار کرلیا اور قلعہ غور میں قید کر دیا۔ (۱)

عربی کی مستند تاریخوں میں اس کے متعلق بہت مختصر بیان ہے اور بعض باتوں میں کسي قدر اختلاف بھی ہے؛ مگر پھر بھی واقعہ کے بعض اہم اجزا ان میں یکساں ہیں۔ ابن اثیر (سنہ ۵۵۵ ھ۔ سنہ ۶۳۰ ھ) میں ہے۔

---

(۱) زین الاخبار گرویزی ص ۶۷ و ۶۸ (برلن)۔

"امسال (سنہ ۳۹۶ ھ) میں سلطان محمود نے ملتان پر حملہ کیا اور اس کی وجہ یہہ تھی کہ سلطان کو ملتان کے والی ابوالفتوح کی بداعتقادی اور الحاد (اسماعیلیت) کے الزام کی خبر معلوم ہوئی اور یہہ حال بھی معلوم ہوا کہ اس نے اپنی رعایا کو بھی اس بد مذہبی کی دعوت دی اور انہوں نے قبول کرلی ہے - یہہ سن کر سلطان نے مناسب سمجھا کہ اس پر جہاد کرے اور جس حال پر وہ ہے اس سے وہ اس کو نیچے اتار دے تو وہ غزنین سے اس کی طرف چلا تو اسکو راستہ میں دریا اور ندیاں بکثرت ملیں اور ان میں پانی بڑے زور سے بہ رہا تھا خاص کر سیحون کو عبور کرنا سخت مشکل تھا اس لیے سلطان نے انندپال کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک ہوکر ملتان جانے کا راستہ دے ' اس نے اس کو قبول نہیں کیا تو سلطان نے پہلے اسی پر حملہ کیا........انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا اور جب ابوالفتوح نے سلطان کی آمد کا حال سنا تو اس

کے مقابلہ اور اس کی نافرمانی کی
قوت نہ پاکر اپنی دولت سراندیپ میں
بھجوادی اور ملتان خالی کر دیا
جب سلطان وھاں پہنچا تو وھاں کے
لوگوں کو ضلالت اور گمراھي میں اندھا
پایا تو ان کا محاصرہ کیا اور لڑکر
قبضہ کیا اور ان پر ۲۰ ھزار درھم
جرمانہ کیا - (۱)

ابن خلدون نے بھي اپنی تاریخ میں انھیں واقعات کا اعادہ کیا ھے - (۲)

اس اقتباس سے ایک تو نام کی صحت ھوتی ھے کہ ابوالفتح کے بجاے ابوالفتوح تھا دوسرے یہہ معلوم ھوتا ھے کہ غزنین سے براہ راست ملتان کا راستہ چھوڑ کر پنجاب کے راستہ سے ملتان جانے کی کیا وجہ تھی، باقی ابوالفتوح کا اپنے خزانہ کو سراندیپ منتقل کردینا بے اصل ھے شاید اس زمانہ کے مورخ کو معلوم نہ ھو کہ ملتان اور سراندیپ میں کتنا فصل ھے، ممکن ھے کہ اصل نسخہ میں کسي اور شہر کا نام ھو اور غلطی سے سراندیپ چھپ گیا ھو - اسی کے بعد سنہ ۴۰۳ ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے سلطان محمود سے تعلق پیدا

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۲ (لیڈن) -

(۲) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۶۶ (مصر) -

کرنا چاہا مگر سلطان نے قبول نہ کیا اور سفیر مارا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا -

اس سلسلہ میں نہایت اہم چیز دروزیوں کی مقدس کتاب کا ایک ٹکڑا ہے مصر کے اسماعیلی خلیفۃ الحاکم بامراللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - سنہ ۴۱۱ ھ) نے مصر و شام میں جو اپنا خاص فرقہ پیدا کیا تھا اسی کا نام دروزی ہے اور جو آج بھی شام و لبنان میں آباد ہے بہر حال دروز کی اس کتاب میں ایک تحریر ہے جو سنہ ۴۲۳ ھ کی ہے اس کے بعض فقرے یہہ ہیں - (۱)

"ملتان اور ہندوستان کے اہل توحید
کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر
راجہ پال کے نام خصوصاً"

سنہ ۴۲۳ ھ سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ کے جانشین بیٹے سلطان مسعود کا زمانہ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزنویوں کے ملتان فتح کرلینے کے بعد بھی ملتان ان لوگوں کا مرکز تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں کی کمزوری کے بعد ملتان پر پھر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا تھا ؟ کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہم پھر ملتان پر اسماعیلیوں کو حکمراں پاتے ہیں چنانچہ سنہ ۵۷۲ ھ میں سلطان کو قرامطہ

---

(۱) ضمیمہ الیٹ ج ا س ۴۹۱ -

(اسماعیلیہ) کے ہاتھوں سے پھر ملتان کو نکالنا پڑا (۱) اور آخر دہلی کی حکومت کا وہ ایک جزء ہوگیا -

فرمانروایان ملتان کا سلسلہ

اوپر کے بیان سے فرمانروایان ملتان کے تین مختلف سلسلے ظاہر ہوتے ہیں -

۱ - منبہ بن اسد جو اسامہ بن لوی کے خاندان قریش میں سے تھا اور جس کے خاندان کو بنو منبہ کہتے تھے اور جس کا پتہ سنہ ۲۹۰ھ سے سنہ ۳۴۰ھ تک (ابن رستہ سے اصطخری تک) یقینی طور سے لگتا ہے -

۲ - جلم بن شیبان جو بیرونی کے بیان کے مطابق وہ شخص ہے جو پہلا قرمطی یا اسماعیلی تھا جس نے ملتان پر قبضہ کیا تھا اس کا زمانہ سنہ ۳۴۰ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ھ اور ۳۷۵ھ کے درمیان ہے یعنی اصطخری بلکہ ابن حوقل اور بشاری کے بیچ میں کیونکہ بشاری پہلا عرب سیاح ہے جو ملتان اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان تعلق کا ذکر کرتا ہے -

۳ - شیخ حمید اور اس کا بیٹا نصیر یا نصر اور اس کا بیٹا ابوالفتح یا ابوالفتوح داؤد قرمطی، شیخ حمید الپتگین اور سبکتگین کا معاصر تھا یعنی سنہ ۳۵۱ھ سے

(۱) فرشتہ ج ۱ ص ۵۶ و جلد دوم ص ۳۲۴ نولکشور -

سنہ ۳۹۰ھ تک شیخ حمید اور اس کے بیٹے نصر کا (گروہ بھی فرماں روا ہوا ہو) زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور سلطان محمود کا معاصر ابوالفتح داؤد تھا اس لئے اس کی فرماں روائی کا عہد سنہ ۳۹۰ھ سے سنہ ۳۹۶ھ تک (ملتان کی پہلی فتح کا سنہ) بلکہ سنہ ۴۰۱ھ (ملتان کی دوسری فتح اور داؤد کی گرفتاری) تک ہوگا۔

پہلے اور دوسرے خاندانوں سے فارسی، مورخین واقف نہیں ہیں بہر حال وہ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق خالص عرب تھے تیسرے سلسلہ سے سلطان محمود کے تعلق سے فارسی مورخین کی واقفیت ہے ۔ اس سلسلہ میں یہہ تصحیح کرلیجئے کہ جس کو وہ ابوالفتح کہتے ہیں، اس کی عربی کنیت ابوالفتوح تھی اور جس کو وہ نصیر لکھتے ہیں وہ گردیزی کی، سب سے پرانی سند کے مطابق نصر تھا ۔ یہہ لفظی تصحیح اس لئے اہم ہے کہ فرشتہ وغیرہ نے ان کو لودھی اور پٹھانوں کے خاندان سے منسوب کیا ہے مگر یہہ نام شیخ حمید، نصر، داؤد خالص عربی قسم کے نام ہیں اور نصیر کے بجائے اور زیادہ نصر خالص عربی الواضح ہے ۔ اسی طرح کنیت (ابوالفتح یا (ابوالفتوح) خاص عربوں کی نشانی ہے اور خصوصاً ابوالفتوح جمع کی صورت میں) اور اس کے بعد لفظ "شیخ" کا اعزازی لقب خالص عربی ہے اور اسماعیلی باطنیوں میں لفظ "شیخ" خاص طور سے "امیر" کے معنی میں

استعمال ھوتا تھا کیونکہ اس کی شان سیاسی سے زیادہ مذھبی ھوتی تھی اسی لئے خود حسن بن صباح کو شیخ الجبال (پہاڑی علاقوں کا شیخ) کہتے تھے ان وجوہ سے ان کو لودھی اور پٹھان بنانے کی داستان فرضی معلوم ھوتی ھے - اس زمانہ میں تو پٹھانوں میں اسلام کا رواج بھی بمشکل تسلیم کیا جاسکتا ھے - اس بنا پر میری راے یہی ھے کہ شیخ حمید، شیخ نصر اور ابوالفتوح داؤد وغیرہ نسباً عرب اور نسلاً جلم بن شیبان ھی کی اولاد ھوں گے - ھندوستان کے ایک مشہور مصنف (۱) نے یہہ بالکل بے ثبوت بات لکھدی ھے کہ یہہ ابوالفتوح داؤد وھی تھا جو سندھہ کی تاریخ میں سومرہ کے نام سے مشہور ھے - سومرہ اس کو ھندو اور ابوالفتح اس کا اسلامی نام تھا - یہہ غلطی اس لئے سرزد ھوئی کہ وہ سمجھے کہ ملتان اور منصورہ دونوں میں ایک ھی خاندان کی حکومت تھی اس لئے جب ملتان کے سلسلے میں اس کا نام ابوالفتح تھا اور سندھہ کے سلسلہ میں سومرہ کو ھونا چاھئے تو درحقیقت یہہ دونوں نام ایک ھی شخص کے ھوں گے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ھے -

---

(۱) مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے اپنی تاریخ سندھہ کے جلد دوم صفحہ ۹ میں اور پھر صفحہ ۱۲ میں یہہ لکھا ھے - شاید مولانا کو الفاظ الیت کے (جلد اول صفحہ ۲۹۱) سے کچھہ غلط فہمی ھوئی ھو -

کتاب الدروز کے خط کے ان ابتدائی فقروں سے "ملتان اور هندوستان کے عام سرحدوں اور خاص کر شیخ ابن سومر راجه بل کے نام" یهه استدلال نهیں کیا جاسکتا که ابن سومری ملتان کا بادشاه تها - ملتان کے سلسله میں سومر کا نام نه کسی مؤرخ نے لیا هے اور نه اور کسی سند سے ثابت هے - سومریوں کا تعلق صرف سندهه سے تها جو مدت سے ملتان سے بالکل الگ اور مستقل ریاست تهی جیسا که عرب سیاحوں کے متفقه بیان سے بلا اشتباه ثابت هے - یهه البته اس خط سے ثابت هوتا هے که ابوالفتح داؤد امیر ملتان اور سومر ایک هی مذهب کے پیرو تهے اور غالباً ابوالفتح کے زوال اور قید کے بعد یهه سومر سندهه کے قرامطه کا مذهبی شیخ و امام مقرر هوا هو -

شیخ حمید وغیره کے پٹهان هونے کے متعلق ایک بات یهه هو سکتی هے که اسماعیلیوں کا یهه قاعده رها هے که وه اکثر قوموں میں تبلیغ کی آسانی کی خاطر یهه کرتے تهے که وه اپنے کو ان سے قریب کرنے کے لئے ان سے نسلی اور مذهبی قرب اختیار کرلیتے تهے - اس طرح شیخ حمید وغیره نے پٹهانوں کو اپنے ساتهه ملانے کے لئے اپنے کو پٹهان مشهور کر دیا هو مگر هندو اصل و نسل سے ان کا هرگز کوئی تعلق نهیں اور نه ان کے نام کے ساتهه کبهی کوئي هندی لفظ استعمال هوا هے -

ملتان کا ہندی اسلامی تمدن

ملتان میں عربی و ہندی تمدن و معاشرت کی خوشگوار آمیزش پیدا ہو گئی تھی - شہر گو چھوٹا لیکن خوبصورت تھا، بازار بھی ہر پیشہ والوں کے الگ الگ تھے - شہر کے چاروں طرف فصیل تھی - ملتان سے باہر امیر کا جو فوجی معسکر تھا وہاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں - بیرونی نے بتایا ہے کہ شہر میں محمد بن قاسم کی بنوائی ہوئی جامع مسجد تھی (سنہ ۳۴۰ھ اور سنہ ۳۷۵ھ کے بیچ میں غالباً) - جلم بن شیبان اسماعیلی قرامطی نے اس کو بند کر دیا کہ وہ بنو امیہ کی یادگار تھی اور سورج دیوتا والے مشہور بت‌خانہ کو توڑ کر جامع مسجد بنوایا - سلطان محمود نے (سنہ ۳۹۶ھ یا سنہ ۴۰۳ھ) جب ملتان فتح کیا تو پھر پہلی جامع مسجد کو کھول دیا اور دوسری کو بے مرمت چھوڑ دیا - بیرونی کے زمانہ تصنیف کے وقت (سنہ ۴۲۴ھ میں) وہ گرکر میدان ہوگیا تھا جس میں مہندی کے درخت لگے تھے -

اصطخری نے (سنہ ۳۴۰ھ) لکھا ہے کہ ملتان کا امیر ہاتھی پر سوار ہوکر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جاتا ہے - یہہ خالص ہندو راجاؤں کی پرشان و شکوہ سواری گویا عرب امیروں کو پسند آچکی تھی - پھر کہتا ہے کہ ملتان کے لوگ پاجامہ پہنتے ہیں اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں، غرض

ہندؤوں اور مسلمانوں میں لباس اور زبان کی یکسانی بھی پیدا ہو چکی تھی -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) نے یہاں کے طرز لباس اور زبان کے متعلق اسی قسم کا بیان دیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں مسلمانوں اور ہندؤوں کا لباس ایک ہی طرح کا ہے اور بالوں کے چھوڑ نے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے اور اسی طرح ملتان والوں کی وضع ہے - اور منصورہ اور ملتان اور اس کے اطراف میں عربی اور سندھی بولی جاتی ہے اور مکران والوں کی بولی فارسی اور مکرانی ہے اور کرتوں کا لباس نمایاں ہے مگر تاجر لوگ قمیص اور چادر استعمال کرتے ہیں جس طرح عراق اور فارس کے لوگ" - (۱)

سنہ ۳۷۵ ھ میں بشاری آیا - اس نے یہاں کے اخلاق اور تمدن کا بہت کچھہ اچھا نقشہ کھینچا ہے - کہتا ہے : -

"ملتان منصورہ سے چھوٹا ہے مگر اس سے زیادہ آباد ہے پھل گو زیادہ نہیں مگر سستے ہیں......اور (عراق

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ص ۲۳۲ (لیڈن) -

کی بندرگاہ) سیراف کی طرح سال کی لکڑي کے کئی کئي منزل کے مکانات ہیں - یہاں بدکاری اور شرابخواری نہیں - اور جو اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے یا کوئی سخت سزا دی جاتي ہے - خرید و فروخت میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں - مسافروں کی خاطر کرتے ہیں - اکثر باشندے عرب ہیں، نہر کا پانی پیتے ہیں، سر سبزی اور دولت ہے بیوپار کی حالت بھي اچھی ہے تکلف و تنعم نمایاں ہے - حکومت منصفانہ ہے - بازار میں کوئی عورت بناؤ سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے راستہ میں علانیہ بات کرتا ہے - پانی اچھا، زندگی عیش و مسرت کی اور خوش دلی اور مروت ہے - فارسی زبان سمجھی جاتی ہے، تجارت کا نفع خاصہ ہے - جسم میں تندرستی ہے لیکن شہر میلا ہے، مکانات تنگ ہیں، ہوا خشک اور گرم ہے، رنگ گندمگوں اور سیاہ ہے" - (۱)

---

(۱) احسن التقاسیم بشاري ص ۴۸۰ (لیڈن) -

"ملتان کا سکہ مصر کے فاطمی سکہ کے
مطابق بنایا گیا ہے لیکن زیادہ تر
"قنہریات" وہاں چلتے ہیں" - (۱)

منصورہ

عربوں میں سندھ کا سب سے بڑا شہر برہمن آباد مشہور ہے جس کا اصلی ہندی نام جیسا کہ بیرونی نے بتایا ہے بہمنوا ہے - اہل ایران اس کو برہمن آباد کہتے تھے - یہی نام مسلمانوں میں رائج ہوا - اس کے بعد بعض فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے سندھ میں عربوں کو خود اپنے شہر بسانے پڑے جن میں محفوظہ، بیضاء اور منصورہ زیادہ مشہور ہوے -

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں اہل عرب کی قوت جب کمزور ہوئی اور سندھیوں نے ان کو سواحل کی طرف ڈھکیلنا شروع کیا، اس وقت کے عرب والی حکم بن عوانہ کلبی نے سب عربوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کیا اور دریا پار ایک شہر بسایا جس کا نام محفوظہ رکھا -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۲ - قنہری کوئی معمولی سکہ معلوم ہوتا ہے - الیٹ نے خدا جانے اس کو قندھاریات کرکے لکھ دیا ہے کہ یہ قندھار میں مضروب ہوتے تھے مگر یہ بے ثبوت بات ہے اور لفظ کی تحریف ہے -

حکم کے ساتھہ محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو بھي تھا جو نہایت بہادر اور مدبر تھا - حکم کے تمام کام وھی انجام دیتا تھا - اس نے سمندر کے ساحل پر برھمن آباد سے دو فرسخ پر منصورہ آباد کیا - (۱)

عباسیوں کے زمانہ میں معتصم باللہ کے عہد میں (تیسري صدی ھجری کا وسط) برمکي خاندان کا ایک رکن عمران بن موسی بن یحیی بن خالد جب سندھہ کا والی مقرر ھوا تو اس نے بیضاء نام شہر آباد کیا -

مگر ان سب میں سے قدرت کی طرف سے شہرت اور بقا منصورہ کے حصہ میں آئی -

منصورہ کا بانی

شہر منصورہ کا نام منصورہ کیوں پڑا ؟ بعض لوگوں نے غلطی سے یہہ سمجھا کہ یہہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں بنا ، اس کی نسبت سے یہہ منصورہ کہلاتا ھے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ھے کیونکہ یہہ شہر تو بنو امیہ کے زمانہ ھی میں بن چکا تھا - اسی طرح مسعودی نے اس کو منصور بن جمہور کی طرف منسوب کیا ھے (۲) جو بنو امیہ کے اختلال اور عباسیہ کے آغاز قیام کے زمانہ

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ (لیڈن) -

(۲) مروج الذھب ج ۱ ص ۳۷۹ -

میں سندھ کا حکمراں بن بیٹھا تھا - مگر یہہ بھی صحیح نہیں ، اصل یہہ ھے کہ نام کا دھوکا نہیں کھانا چاھئے - اس کا بانی جیسا کہ ھمارے قدیم‌ترین ماخذ بلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ کا بیان ھے محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو تھا ، اس لئے منصورہ (مدد دیا گیا) کو ایسا نام سمجھنا چاھئے جو محفوظہ کی طرح محض خوش فالی کے لئے رکھا گیا تھا -

بنا کا زمانہ

حکم جس کے زمانہ میں عمرو نے اس شہر کو بسایا وہ عراق کے امیر خالد بن عبداللہ قسری کا فرستادہ تھا - خالد سنہ ۱۰۵ ھ میں عراق کا امیر بنا اور سنہ ۱۲۰ ھ میں معزول ھوا - حکم خالد کا بھیجا ھوا سندھ کا دوسرا والی تھا ، اس لئے غالباً سنہ ۱۱۰ ھ سے اس کا زمانہ شروع ھوا ھوگا - اس قیاس سے منصورہ کی بنا کی تاریخ سنہ ۱۱۰ ھ سے سنہ ۱۲۰ ھ تک متعین کرنی چاھئے -

جاے وقوع

سب سے پہلے ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) منصورہ کی جگہ دریاے سندھ کے کنارے بتاتا ھے (۱) - پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ) کہتا ھے کہ "وہ دریا کے ادھر ھی بسایا

---

(۱) المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۱۷۳ -

گیا تھا" (۱) - ابن حوقل اور اصطخری دونوں نے لکھا ھے
کہ "یہہ دریاے مہران (سندھہ) کے کنارہ ایک ایسی
جگہ پر آباد کیا گیا ھے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل
کر اس کو جزیرہ کی طرح بنا دیا ھے" - بعض عرب
جغرافیہ‌نوسیوں نے اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ
اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ بتایا ھے (۲) - خوش
قسمتی سے ھمارے سامنے ابن حوقل کا وہ نقشہ ھے جو
اس نے اپنے زمانہ میں سندھہ کا تیار کیا تھا - اس کے
دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ دریاے سندھہ جو پنجاب
کی طرف سے چل کر آخر کار بحر ھند (سمندر) میں جاکر
گر جاتا ھے ، اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے خشکی کی
سمت میں ایک جگہ دریا کی ایک نئی شاخ نکلتی
ھے اور جو فوراً ھی پھر گھوم‌کر اسی دریا میں مل
جاتی ھے ، اور اس طرح بیچ میں دریا کے کنارے اس
شاخ کے احاطہ سے ایک تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت
میں بن گئی ھے اسی جزیرہ کی شکل میں یہہ
شہر آباد ھوا تھا جو ھر طرف سے پانی سے گھرکر
ناگھانی حملہ آوروں سے محفوظ تھا - یہہ اسی قسم کا مقام
تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے
سرنگاپٹم کا مقام نکل آیا ھے اور اس قسم کا

---

(۱) ص ۳۲۴ (لیڈن)

(۲) معجم البلدان یاقوت لفظ منصورۃ -

ایک دوسرا مقام ترچناپلی (احاطہ مدراس) میں بھی ہے پرانے زمانہ کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے -

ابوالفضل نے آئین اکبری میں تمام مشکلات حل کردی ہیں - اس نے بتایا ہے کہ سندھ کے مشہور شہر بھکر کا پرانا نام منصورہ تھا ' (۱) اور حقیقت یہہ ہے کہ اس پر منصورہ کی پوری جغرافی تعریف صادق آتی ہے - ابوالفضل کہتا ہے "یہاں آکر چھوؤں دریا ملکر ایک ہو جاتے ہیں اور دو حصوں میں بٹ کر اس کے نیچے سے گذرتے ہیں - ایک حصہ دکھن اور ایک حصہ اتر ہوکر" - بھکر کا نام ہندوستانی تاریخوں میں بہت مانوس ہے اور اب بھی روشناس ہے -

منصورہ پایہ تخت

منصورہ اپنی جاےوقوع کے لحاظ سے محفوظ بھی تھا اور ساتھہ ہی دریا کے ساحل پر اور سمندر کے قریب واقع تھا - اور اس لحاظ سے عراق اور ملک عرب سے آمد و رفت اور وقت پڑنے پر یہاں سے نکل جانے کے لئے بھی مناسب تھا - اس لئے بہت جلد سندھ میں عربوں کا پایہ تخت بن گیا - تیسری صدی میں ہم اس کا نام پایہ تخت کی حیثیت سے سنتے ہیں - بلاذری (المتوفی

---

(۱) آئین اکبری جلد دوم ص ۱۶۰ نولکشور -

سنہ ۲۷۹ ھ) منصورہ کے ذکر میں کہتا ھے "یہہ وھی شہر ھے جہاں آج کل حکام جاکر ٹھہرتے ھیں" (۱) - اس کے بعد کے تمام عرب سیاح اس کا اسی حیثیت سے نام لیتے ھیں اور آخر میں وہ ایک قریشی عرب ریاست کا دارالامارت بن جاتا ھے -

سندھہ دور خلافت عباسیہ میں

سندھہ کا علاقہ خلیفہ المامون (سنہ ۲۱۸ ھ) تک بغداد کے مرکز سے وابستہ رھا، بلکہ اسی کے اخیر زمانہ میں عرب امراء خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ بنی سامہ کے غلام فضل بن ماھان نے سندان نام ایک شہر کو فتح کرکے براہ راست خلیفہ المامون سے اپنی امارت کی سند حاصل کی اور وھاں ایک جامع مسجد بنوائی جس میں نماز جمعہ ادا ھوتی تھی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اس کے بعد اس کا بھائی محمد بن فضل بن ماھان حاکم ھوا اور یہہ زمانہ معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) کا تھا - اس نے ستر جہازوں کے بیڑے کے ساتھہ سیدیوں پر حملہ کیا - اس کی غیرحاضری میں اس کے بھائی ماھان نے ریاست پر قبضہ کر لیا اور غالباً اسی خانہ جنگی میں ریاست مسلمانوں کے ھاتھہ سے نکل گئی (۲) - معتصم باللہ زمانہ میں قندابیل میں محمد بن

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ -

(۲) بلاذری ص ۴۴۶ -

خلیل نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا مگر معتصم کے عہدہ دار عمران برمکی والی سندھ نے وہاں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قصدار (قزدار) بھیج دیا - (۱)

عمران برمکی ہی کے زمانہ میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں یمنی (قحطانی) اور حجازی (نزاری) میں بعینہ وہی خانہ جنگی شروع ہوئی جس خانہ جنگی نے بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا تھا - عمران نے یمنیوں کی طرفداری کی - اس وقت حجازیوں کا سرگروہ ایک قریشی سرداری عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا ، اس نے موقع پاکر عمران کو قتل کر دیا (۲) -

سندھ کا ہباری قریشی خاندان

قریش کے خاندان بنو اسد میں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ہبار بن اسود ایک شخص تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا - آخر وہ فتح مکہ کے زمانہ میں سنہ ۸ ھ میں مسلمان ہوا - اس کی اولاد میں سے ایک شخص حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ کی معیت میں سندھ وارد ہوا تھا - اسی شخص کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا (۳) - اس کا نسب نامہ

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۲) ایضاً ص ۴۴۶ -

(۳) ایضاً -

یہہ ہے : عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمان بن ہبار بن اسود - یہہ خاندان امویوں اور عباسیوں دونوں کے عہد میں سلطنت کے کاروبار میں دخل رکھتا تھا (۱) - اس نے حجازیوں کا سردار بن کر عمران کو قتل کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کو سندھہ کے حجازی عربوں کی ریاست حاصل ہو گئی ہوگی - سنہ ۲۴۰ ھ میں خلیفہ متوکل کے زمانہ میں سندھہ کے والی ہارون بن ولي خالد نے جب انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے دربار خلافت میں ایک عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ سندھہ کی ولایت اس کے سپرد کی جاے - خلیفہ نے اس کی درخواست بہر حال منظور کی - یعقوبی (المتوفی سنہ ۲۷۸ ھ) جس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۲۵۹ ھ ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "سندھہ کے والی ہارون بن خالد نے سنہ ۲۴۰ ھ میں انتقال کیا" - اور عمر بن عبدالعزیز سامی نے جو سامہ بن لوی کی طرف منسوب ہے اور جو سندھہ پر قابض ہو چکا تھا ، لکھا کہ وہ ملک کا بہت اچھا انتظام کر رہا ہے تو متوکل نے اس کی درخواست قبول کی اور متوکل کے پورے زمانۂ خلافت میں وہ مستقل رہا (۲) -

---

(۱) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ -

(۲) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۵۹۹ (لیڈن) -

یعقوبی کا عمر بن عبدالعزیز کو سامہ بن لوی کی نسل سے بتانا صحیح نہیں ہے - عمر بن عبدالعزیز ہبار بن اسود کی اولاد سے تھا جو کعب بن لوی کی نسل سے تھا - (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر) - غالباً یعقوبی کو ملتان کے امیروں کا دھوکا ہوا جو بنو سامہ تھے -

بہر حال عمر بن عبدالغزیز ہباری کی امارت کے بعد بھی عباسی تعلق قائم رہا - چنانچہ معتمد کے زمانہ میں (سنہ ۲۵۶ - ۲۷۹ ھ) بغداد کے انتظامات ملکی میں سندھہ کا نام بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس عہد میں خراسان کے صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث کو سنہ ۲۵۷ ھ میں ترکستان، ھجستان، کرمان کے ساتھہ سندھہ کا علاقہ بھی سپرد ہوتا ہے (۱) اور سنہ ۲۶۱ ھ میں معتمد اپنے اولوالعزم بھائی موفق کو تمام دیگر مشرقی ممالک کے ساتھہ سندھہ کی ولایت بھی عطا کرتا ہے اور اسی زمانہ میں ادھر خلیج فارس کے عربی اور عراقی کناروں پر قرمطیوں (قرامطہ) کی بغاوت شروع ہوتی ہے اور ادھر مغرب میں اسماعیلی فاطمیوں کی تحریک اُٹھتی ہے جو بالاخر مصر تک چھا جاتی ہے -

غالباً یہی وہ موزوں زمانہ ہے جب سندھہ کا یہہ برائے نام رشتہ بھی بغداد سے کٹ جاتا ہے - بلاذری جو سنہ ۲۷۹ ھ میں مرا ہے وہ لکھتا ہے کہ "بنو کندہ کا آزادکردہ

---

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ (مصر) -

غلام ابوالصمہ جو تیسری صدی کے شروع کے ایک عباسی والی عمر بن حفص بن ھزار مرد کے ساتھہ سندھہ گیا تھا - اس کا بیٹا صمہ آج کل سندھہ میں زبردستی خودمختار بن بیٹھا ھے" (۱) -

مگر معلوم ھوتا ھے کہ عمر بن عبدالعزیز ھباري کی اولاد نچلی نہیں بیٹھی' خود عمر بن عبدالعزیز ھباری سندھہ کے شہر یا بنیا یا بانیہ میں رھتا تھا (۲) - مگر اس کی اولاد نے مستقل طور سے سندھہ زیرین کے علاقہ پر قبضہ کرکے منصورہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا - سنہ ۲۷۰ ھ میں عمر بن عبدالعزیز ھباری کا بیٹا عبداللہ منصورہ کا فرمانروا تھا - اسی کے زمانہ کا واقعہ ھے کہ الرا (الور واقع سندھہ) کے ھندو راجہ نے اس سے ایک ایسے مسلمان مبلغ اور عالم کی فرمایش کی تھی جو اس کو دین اسلام سے آگاہ کر سکے (۳) - سنہ ۳۰۳ ھ میں جب مسعودی آتا ھے تو وہ اس عبداللہ کے بیٹے عمر کو منصورہ کا فرمانروا پاتا ھے اور ساتھہ ھی بہت سے عرب سردار وھاں اس کو ملتے ھیں' سادات اور علوی خاندان کے لوگ بھی وھاں نظر آتے ھیں' بادشاہ کا نام عمر بن عبداللہ' وزیر کا نام

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۲) ابن حوقل ذکرالسند -

(۳) عجائب الھند' بزرگ بن شہریار ص ۳ (لیڈن) -

ریاح اور قاضی ال ابی الشوارب تھے - مسعودی کی اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

"میرے منصورہ پہنچنے کے زمانہ میں ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بادشاہ تھا، اور وھیں اس کے وزیر ریاح اور اس کے دونوں بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا، اور ایک اور عرب سردار کو جو وھاں کے بادشاھوں میں سے ایک بادشاہ تھا، جس کا نام حمزہ تھا (۲) اور حضرت علی بن ابی طالب کی بہت سی اولاد کرام! وھاں نظر آئی جو عمر بن علی اور محمد بن علی کی نسل سے تھی - منصورہ کے بادشاھوں اور وھاں کے قاضی کے خاندان ال ابی الشوارب میں قرابت تھی، اور منصورہ کے یہہ بادشاہ ھبار بن اسود کی اولاد ھیں، جو بنو عمر بن عبدالعزیز کہلاتے ھیں" -

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلداول ص ۳۷۷ -

(۲) ڈاکٹر برڈ (Bird) جن کا حوالہ الیٹ نے دیا ھے، (ج ۱ ص ۴۸۸) انھوں نے اس فقرہ کا مطلب بالکل غلط سمجھا ھے کہ "یہاں حمزہ سید الشہداء کی اولاد آکر بسی تھی" - حمزہ کے نام سے ان کو شبہہ ھوا، یہہ حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ نہیں بلکہ کوئی حمزہ نام دوسرا عرب سردار تھا، اور مسعودی خود حمزہ کا ذکر کر رھا ھے اور اس کی اولاد کا نہیں - حضرت حمزہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور نہ ان کی نسل پھیلی -

مسعودی کے بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل آیا، اس وقت تک یہی خاندان یہاں حکمواں تھا، اور گو خلافت عباسیہ سے کوئی سیاسی و انتظامی تعلق باقی نہیں رہا تھا مگر مذہبی رشتہ باقی تھا، چنانچہ عباسی ھی خلفاء کے نام کا وہ خطبہ پڑھتے تھے - اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

> "ملک کا بادشاہ ایک قریشی ھے جس کی نسبت کہا جاتا ھے کہ وہ ھبار بن اسود کی نسل سے ھے - اس کے باپ دادا اس ملک پر حکمران تھے، اور اب وہ ھے مگر خطبہ خلیفۂ بغداد ھي کے نام کا پڑھا جاتا ھے" -

سنہ ۳۷۵ ھ میں مقدسی جب آیا تو اسی خاندان کو اسی طرح حکمران پایا لیکن اس درمیان میں دیلمیوں کا شیعی خاندان جو فارس پر حکومت کر رہا تھا اس کا اثر بھی بلوچستان کے راستے سے سندھ تک پہنچ رہا تھا - تاھم خلیفہ بغداد کا نام بھی باقی تھا - بشاری کہتا ھے :- (۲)

> "منصورہ پر ایک سلطان کی حکومت ھے جو قریش کے خاندان سے ھے، لیکن وہ خطبہ خلیفہ عباسی کا پڑھتے ھیں اور کبھی عضدالدولہ (دیلمي) کا خطبہ

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ذکرالسند -

(۲) احسن التقاسیم بشاری ص ۴۸۵ -

پڑھتے تھے - جس زمانہ میں ہم شیراز میں تھے اس وقت یہاں سے ایک سفیر شیراز عضدالدولہ کے بیٹے کے پاس گیا تھا" -

شہر منصورہ کی آبادی اور وسعت

ابن حوقل کا بیان ہے کہ منصورہ ایک میل لمبا اور ایک ہی میل چوڑا تھا، اور چاروں طرف دریا سے گھرا ہوا تھا، یہاں کے باشندے مسلمان تھے - بشاری کہتا ہے کہ "منصورہ سندھ کا مرکزی شہر اور ملک کا دارالحکومت ہے، دمشق کی طرح ہے، مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہے اور بڑی ہے، اور عمان کی جامع مسجد کی طرح سال کی لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے،.........بیچ بازار میں واقع ہے......شہر میں چار دروازے ایک کا نام باب البحر (دریا کا دروازہ) دوسرے کا طوران دروازہ، تیسرے کا نام سندان دروازہ ہے، چوتھے کا نام ملتان دروازہ" - (۱)

مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزی

اس عرب حکومت کی وسعت میں سندھ کے متعدد شہر تھے - بشاری کہتا ہے کہ سندھ کا دارالحکومت منصورہ ہے اور اس کے شہروں میں سے دیبل، زندریج، کدار، مایل

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

بتلی ہے - اصطخری نے اور بعض شہر بھی اس میں گنائے ہیں ، جیسے بانیہ ، سدوسان ، الور ، سوبارہ ، صیمور - مسعودی کا بیان ہے کہ "منصورہ کے دائرۂ حکومت میں جو گاؤں اور آبادیاں ہیں ان کا شمار تین لاکھ کا ہے - اس سے اندازہ ہوگا کہ منصورہ کی حکومت خاصی بڑی تھی -" پھر مسعودی کہتا ہے کہ "تمام کھیت ہیں ، درخت ہیں ، اور آبادیاں ملی ملی ہیں" (۱) - اس سے اس کی سرسبزی اور آبادی کا قیاس ہو سکتا ہے -

بادشاہ کی جنگی قوت

مسعودی کہتا ہے کہ :-

"منصورہ والوں کی میدیوں کے ساتھہ جو سندھہ کی ایک قوم ہے برابر لڑائیاں رہتی ہیں - بادشاہ کے پاس ۸۰ جنگی ہاتھی ہیں ، اور قاعدہ یہہ ہے کہ ایک جنگی ہاتھی کے ساتھہ پانچ سو پیادہ فوج ہوتی ہے - ان میں سے دو ہاتھی نہایت مشہور بہادر اور لڑنے والے تھے ان میں سے ایک کا نام منصر قلس اور دوسرے کا نام حیدرہ تھا ، اور یہہ سدھائے ہوئے تھے" - (۲)

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۸ -

(۲) ایضاً -

مسعودی نے گویا ہم کو منصورہ کی پوری فوجی قوت بتادی ، ایک ہاتھی کے ساتھہ پانچ سو آدمی ہوتے ہیں ، تو اسی ہاتھیوں کے ساتھہ چالیس ہزار فوج ہوگی -

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

اس کے متعلق سب سے بہتر بیان بشاری نے اپنے سفر نامہ میں قلمبند کیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں ، ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے ، اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں ، ان میں ذہانت و ذکاوت ہے ، اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں" - (۱)

"اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں ، مسلمانوں میں واعظوں کا وجود نہیں ، مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں - میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا ، اور ان کی تصنیفیں ہیں ، ان کی بہت سی اچھی تصیفات ہیں ،

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۹ - احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

...... بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں مالکی وار حنبلی نہیں، اور نہ معتزلی ہیں، سیدھے اور صحیح مسلک پر ہیں، اور نیکی اور پاکدامنی ہے" - (۱)

اس قدیم عہد میں یہاں اہل حدیث کا ہونا بڑی حیرت انگیز بات ہے - داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوہرے نہیں بلکہ امام داؤد ظاہری کے پیرو مراد ہیں، جو ایک قسم کے اہل حدیث ہی تھے -

زبان

مسعودی کہتا ہے کہ "سندھ کی زبان خاص ہے، ہندوستان سے الگ" - بشاری منصورہ کی بندرگاہ دیبل کے متعلق کہتا ہے کہ یہاں کل کے کل تاجر بستے ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے" (۲) - اس سے یہہ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہاں کی زبان پر عربی کا کتنا گہرا اثر پڑا ہوگا جس کا ثبوت آج بھی موجود ہے، کہ ان کی سندھی زبان میں عربی کے الفاظ اسی طرح ملے ہوے ہیں جس طرح ہماری اردو میں، اور سب سے بڑا اثر یہہ ہے کہ سندھی کا خط آج بھی بعینہ عربی ہے -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۱ -

(۲) مروج الذہب جلد اول ص ۲۸۱ -

منصورہ کا خاتمہ

منصورہ کی عربی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا اس کے متعلق کوئی تصریحی بات نہیں ملتی - بشاری کے زمانہ یعنی سنہ ۳۷۵ ھ تک وہ یقیناً قائم تھی - اس کے پندرہ برس کے بعد محمد کے حملے شروع ہوتے ہیں - سنہ ۴۱۶ ھ میں جب سلطان محمود نے سومنات پر اپنا مشہور حملہ کیا ہے تو وہاں سے واپسی میں اس نے سندھ کا راستہ اختیار کیا، گجرات سے سندھ، اور سندھ سے دریاے سندھ کے کنارے کنارے ملتان، اور ملتان سے غزنین - اس راستہ میں مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ وہ منصورہ ہوکر گزرا، (۱) لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اسی سال کے واقعات کے ضمن میں ایک اہم فقرہ لکھا ہے :- (۲)

> "اور سلطان نے منصورہ کا قصد کیا، یہاں کا والی اسلام سے پھر گیا تھا، تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو شہر سے نکل گیا، اپنے آدمیوں کو لے کر جھاڑیوں میں چھپ گیا - سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا، بہت سے آدمی مارے گئے، اور بہت سے دریا میں

---

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۸۷ (برلن) -

(۲) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۴۳ (لیڈن) -

ڈوب کر مر گئے تھوڑے بچ گئے، وہاں سے
سلطان بھاتیہ ہو کر غزنین چلا گیا" (۱) -

سوال یہہ ہے کہ "اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہو جانے" کے کیا معنی؟ اگر اس حملہ کو مسلمانوں کے نزدیک بجا ثابت کرنے کے لئے والی منصورہ کو مرتد مشہور نہ کیا گیا ہو تو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق اس کے یہہ معنی قرار دئے جائیں گے کہ ملتان کی طرح منصورہ کا بادشاہ بھی شاید اسماعیلی قرمطی مذہب میں داخل ہو گیا ہو، ورنہ اس حملہ سے ۴۱ برس پہلے بشاری کی شہادت اہل منصورہ کے سنی بلکہ اہل حدیث ہونے کی تمامتر شہادت موجود ہے - بہر حال اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ منصورہ کی اس ہباری حکومت کا سنہ ۴۱۶ ھ میں سلطان محمود کے ہاتھہ سے خاتمہ ہوا - مشہور محقق ابن خلدون ایک موقع پر ہبار بن اسود کے خاندانی تذکرہ میں لکھتا ہے :-

"انہیں ہبار بن اسود کی نسل سے
عمر بن عبدالعزیز تھا جو خلیفہ متوکل
کے قتل کے بعد شروع ہنگامہ میں سندھ

---

(۱) الیٹ نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ "سلطان محمود نے ایک مسلمان کو منصورہ کا بادشاہ بنایا" (جلد اول) مگر ابن اثیر میں یہہ فقرہ نہیں بلکہ وہ بیان ہے جو میں نے لکھا ہے - اس سے یہہ غلطی شائد کسی یوروپین ترجمہ پر اعتماد کرنے سے ہوئی ہے -

پر قابض ہو گیا تھا اس کی اولاد نے
سندھ پر یکے بعد دیگرے حکومت کی
یہاں تک کہ غزنین کے سلطان محمود کے
ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا - ان کا پایہ
تخت منصورہ تھا" (۱) -

کیا منصورہ والے بھی قرمطی اسماعیلی تھے ؟

اوپر کی سطروں میں بشاری نے جو خود ایک فقیہہ
و عالم تھا جس دھوم دھام سے سنہ ۳۷۵ ھ میں اہل
منصورہ کے دیندار اہل سنت ہونے کی شہادت دی ہے '
اس کو پیش نظر رکھتے ہوے سنہ ۴۱۶ ھ میں ان کا قرمطی
ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - ابن خلدون کے بیان سے ثابت
ہے کہ محمود نے ہباری امیر کے ہاتھہ سے سندھہ کی
ریاست چھینی اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے
کہ جس امیر کے ہاتھہ سے اس نے سلطنت چھینی
اس کے متعلق سلطان کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ مرتد
ہو گیا ہے ' جس کے دوسرے معنی یہہ ہیں کہ وہ
قرمطی اسماعیلی ہو گیا تھا -

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل منصورہ کے قرمطی
اسماعیلی ہو جانے کی شہرت منصورہ کی اسلامی ریاست پر
سلطان کے حملہ کے جواز کے لئے نہیں دی گئی ' تو

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۲۷ (مصر) -

ابن اثیر کے بیان سے یہی ہوسکتے ہیں کہ سنہ ۳۷۵ ھ کے بعد ہباری مسنی خاندان کا خاتمہ قرمطیوں نے کیا ۔ یا ملطان کے ان کے ھاتھہ سے نکل جانے کے بعد انھوں نے سندھہ میں اپنی ریاست قائم کرلی ' اور اسی قرمطی ریاست کا سلطان محمود نے سنہ ۴۱۶ ھ میں خاتمہ کیا ۔

دروزی خط

جس دروزی خط کا اقتباس پہلے گذر چکا ھے اس کی حیثیت اس مسئلہ میں بھی نہایت اھم ھے ۔ اس دروزی خط میں جو شام کے اسماعیلی دروزیوں کے مذھبی امام کی طرف سے بھیجا گیا ھے یہہ لکھا ھے :-

> " ملتان اور ھندوستان کے موحدوں کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام خصوصاً " ۔

اس خط میں ابن سومر راجہ بل کو جائز وارث بھوتروا اور ھوؤدل ھیلا کا لکھا ھے ۔ اسی خط میں اس خاندان کے اور بہت سے ارکان کے نام لکھے ھیں جن میں بعض عربی اور بعض ھندی نام ھیں ' اور ان کو غیرت دلاکر لکھا ھے کہ :-

> " اے معزز راجہ بل ' اپنے خاندان کو اُٹھا ' موحدین کو اور داؤد اصغر

(چھوٹے داؤد) کو سچے دین میں
واپس لا کہ مسعود نے جو اُسے
حال ہی میں قید اور غلامی سے آزاد
کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس
فرض کو انجام دے سکے جو تجھہ کو
اس کے بھانجے عبداللہ اور ملتان کے
تمام باشندوں کے برخلاف انجام دینے
کے لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تقدیس (۱)
اور توحید کے ماننے والے جہالت، ضد،
اور سرکشی و بغاوت والی جماعت سے
ممتاز ہو جائیں" ۔ (۲)

اس خط سے نہایت اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں ۔

۱ ۔ سومر جو سندھ کے باشندہ تھے اور جو اس کے بعد سومری خاندان کے بانی ہوئے وہ اسماعیلی مذہب کے تھے ۔

۲ ۔ ان کے نام ہندوانہ اور عربی قسم کے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ یہہ خاندان عربی ہندی آمیز تھا ۔

---

(۱) اسماعیلیوں کا بار بار توحید و تقدیس کا دعوی اس بنا پر ہے کہ وہ خدا میں صفات کا ماننا جیسا عام اہل سنت مانتے ہیں شرک سمجھتے تھے ۔ وہ نفی صفات کے قائل تھے جس کا نام ان کے ہاں توحید و تقدیس تھا ۔ معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، اسی لئے وہ بھی اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے تھے ۔

(۲) الیٹ جلد اول ص ۴۹۱ ۔

۳ - ملتان کے بادشاہ ابوالفتح داؤد وغیرہ اور سندھ کے یہہ سومری ایک ھی مذھب کے پیرو تھے -

۴ - سومر غالباً سندھ کے اسماعیلیوں کا "شیخ" اور امام تھا کیونکہ شیخ خاص طور سے اسماعیلی اپنے مذھبی سردار کے لئے استعمال کرتے تھے -

۵ - معلوم ھوتا ھے کہ ابوالفتح داؤد کے بعد اس کا کوئي بیٹا تھا جو چھوتے داؤد کے نام سے مشہور تھا اور جس کو سلطان مسعود نے اسماعیلی مذھب سے توبہ کر لینے پر قید سے آزاد کر دیا تھا -

۶ - عبداللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ اور داؤد اصغر کا بھانجہ تھا جس کو ملتان کے لوگ اپنا امیر بنا لینا چاھتے تھے -

۷ - اس خط کا منشا یہہ ھے کہ ابن سومر راجہ بل کو سلطان مسعود اور عبداللہ اور اھل ملتان کے خلاف اپنے قبیلہ کو جنگ کے لئے اُبھارے اور قرمطی اسماعیلیوں کی جو طاقت زائل ھو گئی تھي اس کو پھر واپس لاے، چنانچہ ملتان میں یہہ کوشش بار بار کی گئی اور ناکام و کامیاب ھوتی رھی -

۸ - اور آخری اھم بات اس خط سے سومر کی شخصیت کے متعلق معلوم ھوتی ھے کہ یہہ کوئی طاقتور اور پرزور شخص تھا - سومر کا بیٹا جب سلطان مسعود کا معاصر تھا

تو کہنا چاہئے کہ سومر سلطان محمود (المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ) کا معاصر تھا -

۹ - یہی سومری ہیں جو اس خط کی تاریخ کے بیس برس بعد سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی (المتوفي سنہ ۴۴۴ ھ) کی کمزور حکومت کے زمانہ میں غزنویوں کے بجائے سندھ کے مالک ہوگئے -

هباری خاندان کی ایک زندہ جاوید یادگار

هباری سلاطین کی گو ظاہری یادگار ہمیشہ کے لئے مٹ گئی مگر اس کی ایک روحانی یادگار ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئی اور وہ ان کا وہ خاندان ہے جو غزنویوں کے زیر سایہ یہاں سے ملتان جاکر آباد ہوا - شیخ الاسلام زکریا ملتانی سنہ ۵۷۸ ھ میں پیدا ہوئے اور بقول فرشتہ سنہ ۶۶۶ ھ میں اور بقول اخبار الاخیار سنہ ۶۶۱ ھ میں وفات پائی - شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کو "اسدی" لکھا ہے، (۱) جو معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت هبار کا قبیلہ تھا - شیخ عین الدین بیجاپوری نے ان کا نسب حضرت (هبار) بن اسود بن مطلب بن اسد تک پہنچایا ہے (۲) - پیرزادہ محمد حسین صاحب نے ابن بطوطہ کے اپنے اردو ترجمہ (جلد دوم ص ۸) میں

---

(۱) اخبارالاخیار ص ۲۶ مطبع هاشمي میرٹھ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۰۴ نولکشور -

شیخ کے موجودہ خاندان کے ذخیرہ میں سے ایک پرانی کتاب خلاصة العارفین کا ایک عربی اقتباس نقل کیا ھے جو ملفوظات سید جلال بخاری سے منقول ھے - اس میں جو نسب نامہ لکھا ھے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ھے - اس طرح شیخ الاسلام کے خاندان کے ہندوستان آنے کی جو دو تاریخیں ملتی ھیں یعنی ایک یہہ کہ وہ پہلی صدی ہجری میں عرب فاتحین ہند کے ساتھہ آیا جیسا کہ ابن بطوطہ میں ھے اور دوسری یہہ کہ وہ گویا پانچویں صدی ہجری میں عرب سے آئے - یہہ دونوں مل جاتی ھیں اور وہ اس طرح کہ سندھہ میں اس خاندان کا ورود پہلی تاریخ کے مطابق ہوا یعنی دوسری صدی ہجری میں اور ملتان میں منصورہ کی تباھی کے بعد پانچویں صدی میں غزنوی سلطنت کے زیر سایہ آکر آباد ہوئے - البتہ خوارزم ہوکر یہاں آنے کا بیان صحیح نہ ہوگا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں ھے - لیکن اس سے زیادہ اھم بیان تاریخ طاھری کے مصنف کا ھے جس نے تفصیل کے ساتھہ یہہ بتایا ھے کہ شیخ بہاؤالدین سندھی تھے اور سمہ قوم نے پہلے محمد تور کے تباہ ہونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں جو محمد تور نے آباد کیا تھا وہ وھیں کے رھنے والے تھے (۱) -

---

(۱) تاریخ طاھری الیٹ ص ۲۵٦ -

سندھ غزنویوں اور غوریوں اور سلاطین دہلی کے ہاتھ میں

سندھ کا غزنویوں کے ہاتھوں میں سنہ ۴۴۴ ھ تک رہنا اس سے ثابت ہے کہ سلطان عبدالرشید غزنوی (سنہ ۴۴۴ ھ) تک سندھ سے خراج کا آنا ثابت ہوتا ہے - ان کے بعد ہی غزنوی سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا گو برائے نام آخر تک (سنہ ۵۷۸ ھ) تک وہ پنجاب اور سندھ کے مالک کہلاتے رہے - سنہ ۵۷۸ ھ میں غزنویوں کے بجائے غوریوں کا عمل دخل شروع ہو گیا اور شہاب الدین کے ایک سپہ سالار ناصرالدین قباچہ نے سندھ پر اور ایلتمش نے دہلی پر قبضہ کیا اور بالآخر ایلتمش نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ سے اس کو نکال دیا - اس وقت سے وہ گو دہلی سے برائے نام وابستہ رہا لیکن درحقیقت وہ خودمختار ہی رہا - محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۵۲ ھ میں) سندھ ایک مقامی حکمراں خاندان سے نکل کر دوسرے مقامی حکمراں کے ہاتھ میں گیا - سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۶۲ ھ میں اس پر مصالحانہ قبضہ کیا اور آخر انہیں مقامی حکمرانوں کے سپرد کیا جن کے ہاتھ میں وہ سنہ ۹۲۷ ھ تک رہا - ان سے ایک تاتاری امیر ارغون نے اس کو فتح کیا اور آخر سنہ ۱۰۰۰ ھ کے خاتمہ پر وہ اکبری مقبوضات میں داخل ہو گیا -

سومری

اوپر کی پوری تاریخ سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے - ہم کو گذشتہ تاریخ کے صرف دو خودمختار قبیلوں کی اصلیت پر غور کرنا ہے جن میں سے ایک سومری اور دوسرے سما کہلاتے ہیں - غزنویوں کی کمزوری کے عہد میں جس مقامی قبیلہ نے سندھ پر قبضہ کیا وہ سومری کہلاتے ہیں - پھر محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۵۲ ھ میں جو دوسرا مقامی قبیلہ برسر حکومت آیا اور جو سنہ ۹۲۷ ھ (۱۵۲۱ ع) تک قائم رہا وہ سمہ کہلاتا ہے - ان دونوں قبیلوں کی اصلیت کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے اور خصوصاً سومری خاندان کی قومیت بہت کچھ بحث طلب ہے اور اسی طرح ان کا مذہب بھی -

اوپر جس دروزی خط کا حوالہ گذرا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ سنہ ۴۲۲ ھ (سلطان مسعود کے زمانہ میں) شیخ ابن سومر راجہ بل موجود تھا اور وہ اسماعیلی مذہب تھا اور اس کو دروزیوں کے امام نے ملتان اور سندھ کے اسماعیلیوں کی دوبارہ حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی غیرت دلائی تھی - اس لئے عجب نہیں کہ غزنویوں کے زور ٹوٹنے پر سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۴۰ ھ) کے زمانہ میں سومریوں نے سندھ میں اپنی سلطنت قائم کر لی -

ان کی یہہ سلطنت سنہ ۴۴۴ ھ سے لے کر سنہ ۷۳۴ ھ کے چند سال بعد تک کسی نہ کسی طرح قائم تھی - چنانچہ اس سلسلہ میں ابن بطوطہ کی شہادت سب سے زیادہ اہم ہے - وہ ہندوستان میں سندھہ کے راستہ سے سنہ ۷۳۴ ھ میں اس وقت ہندوستان آیا تھا جب سومری قوم سلاطین دہلی کے ماتحت حکمراں تھی اور ابن بطوطہ نے ان کو دیکھا تھا - وہ کہتا ہے :-

ا - اس کے بعد هم خبانی (ا) پہونچے جو دریاے سندھہ کے کنارے ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے اور جس میں خوش نما بازار ہیں - سیاحوں کے باشندے وہ لوگ ہیں جن کو سامرہ کہتے ہیں جو یہاں اس وقت بسے اور ان کے بزرگ یہاں آباد ہوے جب حجاج کے زمانہ میں سندھہ فتح ہوا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے........یہہ لوگ جو سامرہ کہلاتے ہیں یہہ کسی کے ساتھہ کھاتے نہیں اور نہ کھاتے وقت ان کو کوئی دیکھہ سکتا ہے، اور نہ وہ اوروں سے اور نہ اور لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں

(ا) یہہ شہر بے نشان ہے - معلوم ہوتا ہے کہ دریا برد ہو گیا - ابوالفضل نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے -

اس زمانہ میں جو ان کا امیر ہے
اس کا نام دنار ہے جس کا ذکر ہم
آگے کریں گے -

چنانچہ آگے چل کر وہ سیوستان (سیہوان) کے ذکر میں
کہتا ہے - (سیوان اب کراچی کے ضلع میں ہے) -

۲ - اسي شہر میں سامري امیر دنار جس کا
ذکر اوپر گذرا اور امیر قیصر رومی رہتے
ہیں اور یہہ دونوں سلطان (دہلی) کی
ماتحتی میں ہیں ' اور ان دونون کے
ساتھہ اتھارہ سو سوار تھے ' اور یہاں ایک
ہندو رہتا تھا جس کا نام رتن تھا
جو حساب و کتاب میں بڑا ماہر تھا -
وہ بعض امراء کے ساتھہ سلطان کے دربار
میں گیا ' سلطان نے اس کو پسند کیا
اور اس کو "سندھہ کا راجہ" خطاب اور
راجگي کے ماهی مراتب دے کر سیوستان
بھیجا اور اس کو وہ جاگیر میں دے دیا -
جب وہاں پہنچا تو دنار اور قیصر کو
یہہ برا معلوم ہوا کہ ایک کافر کو
ان پر فوقیت دی جاے تو باہم مشورہ
کر کے اس کو قتل کر دیا .... اور
خزانہ لوت لیا اور سب نے مل کر اونار کو

> ملک فیروز کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ بنا لیا .... پھر دنار یہہ سمجھہ کر کہ وہ اس وقت اپنے قبیلہ سے دور ھے ڈرا ، اور اپنے قبیلہ میں چلا گیا ....لشکریوں نے قیصری کو امیر بنا لیا .....جب ملتان کے نائب کو خبر لگی تو اس نے اس کی سزا کے لئے فوج بھیجی اور سخت سزا دی (۱) (باختصار) -

ابن بطوطہ اسي وقت پہنچا تھا ، ایک مدرسہ میں تھہرا تھا - لاشوں کی بدبو سے اس کو نیند نہیں آتی تھي - ان دونوں اقتباسوں سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں -

۱ - سامری لوگ اپنے بزرگوں کی آبادی کو حجاج بن یوسف ثقفي کی آمد سے متعلق کرتے تھے -

۲ - وہ مذھباً ھندو نہ تھے اور نہ ھندؤوں کی ماتحتی پسند کرتے تھے ، ساتھہ ھي ان میں بعض باتیں ایسي بھی پائی جاتی تھیں جو عام مسلمانوں سے ان کو الگ کرتي تھیں -

۳ - اس وقت سندھہ سلطان دھلی کے ماتحت اُس طرح تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک امیر یا ریزیڈنٹ سومریوں کے ساتھہ رھتا تھا -

---

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۴ و ۶ (مصر) -

۴ - سندھ انتظام ملکی میں ملتان کے ماتحت ہوکر دہلی کا ماتحت تھا -

سومرہ کا مذہب

دروزوالے خط سے سومرہ کا اسماعیلی ہونا تو ثابت ہی ہو چکا ہے مگر چند مزید باتیں ابن بطوطہ سے بھی معلوم ہوتی ہیں - ابن بطوطہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سومری لوگ عرب فاتحین ہند کے ساتھہ آکر بسے تھے - ظاہر ہے کہ یہہ راجپوت نہیں ہو سکتے لیکن اسی کے ساتھہ یہہ بھی ظاہر ہے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے بعض خاص غیر اسلامی، مراسم بھی ان میں تھے ' مگر ابا ایں ہمہ وہ اپنے کو ہندو یا کافر نہیں بلکہ موحد اور مسلمان ہی سمجھتے تھے اور اسلامی لقب ملک فیروز ختیار کرتے تھے اور کافر کی اطاعت کو اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے تھے ' اس لیے وہ ہندو قطعاً نہیں تھے - ایسا مخلوط مذہب قرمطیوں اور اسماعیلیوں ہی کا تھا جو اسلام کے ساتھہ کچھہ ہر جگہ کے ملکی مراسم اور اعتقادات کو شامل کر لیتے تھے ' چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں حضرت علی کو وشنو کا اوتار بنایا تھا اور اسی قسم کی باتیں وہ مخلوط کر لیتے تھے - اس سے ان کو ہر ملک میں مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہوتی تھی اور پرانے زمانہ میں اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے سندھہ میں مبلغین

کا آنا تاریخوں سے ثابت ھے (۱) - اور یہہ عقائد کے اخفا کا مسلک بھی انھیں میں تھا - وہ نام بھی ھندؤوں کے اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ آج بھی بمبئی کے خوجہ قوم میں ان باتوں کی مثالیں مل سکتی ھیں - اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید در مرید مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (سنہ ۷۰۷ - ۸۰۰ ھ) کے حالات کے ضمن میں ملتا ھے - یہہ ان کا ذکر آگے کسی موقع پر آئے گا - یہہ سندھہ کے شہر اوچ میں سکونت پذیر اور مرجع خلائق تھے - لکھا ھے کہ اوچ کا والی "سومرہ" ان کی خدمت میں ایک دفعہ آیا ، درویشوں کا ھجوم تھا - سومرہ نے ان میں سے کسی کو حضرت کی اجازت کے بغیر "مسجد" سے باھر نکال دیا - اس وقت مخدوم کی زبان سے نکلا کہ "سومرہ مگر دیوانہ شدۂ" اسی وقت وہ پاگل ہو گیا - شہر میں غل ھو گیا ، آخر اس کی ماں نے آکر بڑی منت کی ، قصور معاف ھوا ، وہ ھوش میں آیا اور "مسجد" میں آکر پاؤں چومے ، مرید ھوا اور مقبول بارگاہ ھوا (۲) - کیا اس واقعہ سے یہہ سمجھا جاے کہ وہ اسماعیلیت سے تائب ھو کر سنی ھو گیا ؟

اسماعیلی مذھب کی مصروالی فاطمی سلطنت کا خاتمہ سنہ ۵۶۷ ھ میں سلطان صلاح الدین کے ھاتھوں سے

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) ڈاکٹر آرنلڈ ص ۲۹۳ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۱۶ ، (نولکشور) -

ھو گیا - اس کے بعد حسن بن صباح والی اسماعیلی نزاری سلطنت قلعہ الموت کی قائم رھی جو سنہ ۴۸۳ ھ (۱۰۹۱ع) سے شروع ھوکر سنہ ۶۵۴ ھ (۱۲۵۶ع) میں ھلاکو کی تلوار سے برباد ھوئی - ظاھر ھے کہ سندھہ کی اسماعیلی جماعت پر اصل مرکز کی بربادی کا کیا اثر پڑا ھوگا - اس لئے ان سومریوں کا یا ان میں سے بعض کا یہہ جلال بخاری کے ھاتھہ پر سنی ھو جانا بالکل ممکن ھے -

سومرہ کی قومیت

سومرہ لوگوں کي قومیت کے مسئلہ کے حل کرنے کے لیے سب سے پہلے ھم کو اپنے پرانے مؤرخوں کے بیانات سننے چاھئیں - ابن بطوطہ کا سب سے پہلا بیان سن چکے کہ یہہ اپنے اسلاف کا سندھہ میں حجاج بن یوسف کے زمانہ فتح سندھہ میں آباد ھونا بیان کرتے تھے - اس کے بعد تاریخ معصومی کے مصنف میر محمد معصوم کا بیان ھے - وہ اپنی تاریخ کے دوسرے باب میں کہتا ھے کہ

> "سلطان محمود نے ملتان اور سندھہ فتح کر لیا - سلطان عبدالرشید بن محمود کے زمانہ میں (سنہ ۴۴۱ - ۴۴۴ ھ) جب سلطنت اس کی عیاشی اور آرام طلبی کے سبب سے کمزور ھوئی تو انھوں نے غزنویوں کا جوا اپنے کندھے سے اتار دیا اور سومرہ کے قبیلہ نے تھری کے

مقام میں جمع ہوکر سومرہ نام ایک شخص کو تخت پر بیٹھایا - انھیں اطراف میں سعد نام ایک طاقتور زمیندار تھا، سومرہ نے اس سے تعلق پیدا کیا اور اس کی لڑکی سے شادی کر لی - اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھونگر رکھا، اور باپ کے مرنے پر وہی بادشاہ ہوا " (۱) -

(اس کے بعد میر معصوم نے اس کی اولاد در اولاد کے حالات لکھے ہیں جن میں سے بعض کے عربی نام جیسے خفیف اور عمر اور بعضوں کے ہندی جیسے دودا لکھے ہیں) -

تاریخ طاہری کے مصنف نے زیادہ تر افسانے اور قصے لکھے ہیں جن کا آغاز اس نے "عمر سومرہ" اور ایک ہندو خاتون کے عشق و محبت سے کیا ہے - اسی کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ "یہہ قبیلہ ہندو تھا اور ہندو مذہب کا پابند تھا، سنہ ۷۰۰ ھ سے سنہ ۸۴۳ ھ تک سلطنت کی، الور کے قریب ان کا مقام تھا اور محمد تور ان کا دارالسلطنت تھا" - (۲)

---

(۱) تاریخ معصومی از الیٹ جلد اول ص ۲۱۵ -

(۲) تاریخ طاہری (الیٹ) ص ۲٦۰ و ۲۸۴ -

بیگ لار نامہ میں صرف اسی قدر ھے کہ سندھہ کی اسلامی فتح کے بعد عرب قبیلہ تمیم نے حکومت کی، تھوڑے دنوں کے بعد سومرہ لوگوں نے قبضہ کیا، پانچ سو برس قابض رھے، ان کے پایۂ تخت کا نام مہاتم تور تھا -

کس قدر عجیب بات ھے کہ ان کے اشخاص کے عربی ھندی ناموں کی طرح ان کے پایہ تخت کا نام بھی عربی ھندی ھے یعنی وھی کبھی محمد تور ھے اور کبھی مہاتم تور - کہا جاتا ھے کہ مہاتم محمد ھي کی تعریف ھے، ممکن ھے کہ ایسا ھی ھو - یہہ دیرگ کے پرگنہ میں جو موجودہ پرگنہ چاچ گم اور بادبن کی جگہ تھا جو پار کر اور ڈنگا بازار کے بیچ میں ھے -

تحفۃالکرام کے مصنف نے منتخب التواریخ (بدایوني نہیں) سے جو محمد یوسف کی تصنیف ھے یہہ اقتباس نقل کیا ھے :-

"جب سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کی حکومت ھوئی تو سندھہ کے لوگوں نے اس کو کمزور پایا - سنہ ۴۴۵ ھ (سنہ ۱۰۵۳ ع) میں سومرہ قبیلہ والوں نے تھري میں جمع ھو کر سومرہ نام ایک شخص کو بادشاہ بنایا اور اس کے ایک لڑکا بھنگر نام ایک زمیندار سعد نام کی لڑکی کے بطن سے پیدا ھوا -

بھنگر نے ۵ برس حکومت کرکے سنہ ۴٦١ھ میں وفات پائی (۱) - (خلاصہ)

خود تحفة الکرام کا مصنف لکھتا ہے کہ

"سومرہ قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی ہے جو سندھ میں دوسری صدی ہجری میں قبیلہ تمیم کے ساتھ آئی - تمیم عباسیہ کے زمانہ میں سندھ کے گورنر مقرر ہوے تھے" -

پھر وہ کہتا ہے کہ

"سندھ میں دلورائے راجہ تھا، اس نے اپنے بھائی چھوٹا امرانی پر ظلم کیا، وہ خلیفہ بغداد کے پاس گیا، خلیفہ نے سامرہ کے سو عرب اور سادات اس کے ساتھ کر دئے - سید نے آکر سندھ میں سکونت اختیار کر لی، اور دلورائے نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی - (۲)

تاریخ طاہری کے مصنف نے دلورائے اور چھوٹا امرانی دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہہ لکھی ہے کہ چھوٹا بچپن سے اسلام کی طرف مائل

---

(۱) تحفة الکرام الیت جلد اول ص ۳۴۴ -

(۲) تحفة الکرام الیت جلد اول ص ۳۴۳ -

تھا ، اس نے قرآن پڑھا تھا اور دل میں مسلمان ہو گیا تھا - وہ چھپ کر حج کے لئے چلا ، راستہ میں ایک عجیب طریقہ سے فاطمہ نام ایک لڑکی سے شادی کی ، حج سے لوٹ کر جب وہ سندھ کے مقام سیوستان میں پہنچا اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور اس کا مزار مرجع خلائق ہے - (۱)

عربی، ہندی مخلوط تھے

الغرض یہ تمام اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ یہ قبایہ عربی اور ہندی مخلوط نسل تھا - جن لوگوں نے اس کو عرب بتایا ہے وہ اس کی ایک حیثیت کا اور جو ہندو بتاتے ہیں وہ دوسری حیثیت کا ذکر کرتے ہیں - سومر نام جیسا کہ دروز کے خط سے ظاہر اور فارسی تاریخوں میں مذکور ہے اس حکومت کا بانی تھا ، اس لئے ان لوگوں کو سومری ، سامرہ وغیرہ کہنے لگے - عراق کے شہر سامرہ سے کوئی تعلق نہیں - شہر سامرہ کا اصلی نام سر من رای تھا جو استعمال کی کثرت سے عوام کی زبان میں سامرہ ہو گیا ، اس کو خلیفہ معتصم باللہ عباسی (سنہ ۲۲۷ ھ) نے بسایا تھا -

---

(۱) تاریخ طاہری الیٹ ص ۲۵۸ -

خالص راجپوت نہ تھے

یورپین مؤرخوں نے اس قبیلہ کو "نو مسلم راجپوت" بتایا ہے جیسا کہ انسایکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار سندھہ نے بھی لکھا ہے (۱) - الیٹ صاحب بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی صاحب کوئی دلیل نہیں پیش کرتے - فارسی مؤرخین کے ملے جلے بیانوں سے یہہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے کہ وہ خالص ہندی بھی نہ تھے تو خالص راجپوت کیونکر ہوں گے -

یہودی نہ تھے

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ یہہ لوگ "نومسلم یہودی" تھے - مولوی صاحب کو شاید اس لیے اشتباہ ہوا کہ یہودیوں کے ایک فرقہ کا نام سامری تھا جو شام کے کوہ شمرون کی طرف منسوب تھے - اس اشتباہ کی دوسری وجہ بشاری مقدسی کی ایک عبارت ہے جس کو مرحوم نے عجیب طریقہ سے اپنے مدعا کے مطابق کیا ہے - واقعہ یہہ ہے کہ بشاری نے اپنے مقدمہ میں جن قوموں اور فرقوں کا ذکر کیا ہے ان میں چار عدد کی خصوصیت دکھائی ہے اور لکھا ہے کہ "اہل ذمہ بھی جن سے جزیہ لیا جا سکتا ہے چار ہیں، یہود نصاری

---

(۱) گیارھواں اڈیشن جلد ۲۵ ص ۱۴۳ -

مجوس اور صابئی، پھر اعتراض کیا ہے کہ "سامرہ" بھی تو اہل ذمہ ہیں - اس طرح چار کے بجائے پانچ قومیں ہو جاتی ہیں - اس کا جواب دیا ہے کہ "سامرہ در اصل یہود کی ایک قسم ہیں - دیکھو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام ہی کو پیغمبر مانتے ہیں" - یہہ تو اصل نسخہ کی عبارت ہے - حاشیہ میں اڈیٹر نے ایک اور نسخہ کی عبارت بھی نقل کی ہے جس میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ "سندھہ کے بت پرست بھی تو اسلامی ملک میں رہتے ہیں - پھر اہل ذمہ چار سے زیادہ ہو جاتے ہیں" - بشاری اس کے جواب میں کہتا ہے کہ "سندھہ کے بت پرست اہل ذمہ نہیں ہیں کیونکہ وہ جزیہ نہیں ادا کرتے (۱) - اس لئے بالاخر اہل ذمہ وہی چار رہے" -

مرحوم نے "سامرہ" اور "سندھہ" کو اوپر نیچے دیکھہ کر باہم مربوط کرکے ایک دعویٰ پیدا کرلیا ہے جو سراسر بے بنیاد ہے - بشاري کی احسن التقاسیم موجود ہے جس کو دیکھہ کر ہر شخص واقعہ کی حقیقت کو جان سکتا ہے -

سومری بادشاہ

تحفۃ الکرام میں سومرہ کے حسب ذیل بادشاہوں کے نام اور سلطنت کے ایام لکھے ہیں :-

---

(۱) احسن التقاسیم بشاري ص ۴۲ (لیڈن) -

	زمانۂ دراز تک
۱ - سومرہ	
۲ - بھونگر بن سومرہ اول	۱۵ سال سنہ ۴۶۱ ھ میں مرا -
۳ - دودا اول بن بھونگر	۲۴ سال سنہ ۴۸۵ ھ میں مرا -
۴ - سنگھر	۱۵ سال
۵ - حفیف یا (خفیف)	۳۳ سال
۶ - عمر (۱)	۴۰ سال
۷ - دودا دوم	۱۴ سال
۸ - پاتھو	۳۳ سال
۹ - گنہرا اول	۱۶ سال
۱۰ - محمد تور (؟)	۱۵ سال
۱۱ - گنہرا دوم	چند سال
۱۲ - دودا سوم	۱۴ سال
۱۳ - تائی	۱۵
۱۴ - چینسر	۱۸ سال
۱۵ - بھونگر - دوم	۱۵ سال
۱۶ - حفیف (یاخفیف) دوم	۱۸ سال
۱۷ - دودا چہارم	۲۵ سال
۱۸ - عمر سومرا	۳۵ سال
۱۹ - بھونگر سوم	۱۰ سال
۲۰ - ھمیر (امیر)	آخری بادشاہ
	۳۶۱

---

(۱) یہہ عمر نام شیعہ اسماعیلیوں میں عجیب معلوم ہوتا ھے - یہہ شائد اصل میں أنر هو جیسا که سراج عنیف میں ھے اور جس کا دوسرا تلفظ اونار یا دنار یا أنار ھے جیسا که ابن بطوطه اور سندھه کي بعض فارسی تاریخوں میں ھے -

گیارهویں بادشاہ کے چند مبہم سال اور آخری بادشاہ کا زمانہ اس میں شامل نہیں - اگر چند سال یہہ بھی بڑھا لئے جائیں تو کم از کم ان کا زمانہ ۳۷۵ سال هوتا هے اور اگر ان کا آغاز سلطان عبدالرشید کے بعد سے یعنی سنہ ۴۴۴ ھ سے کیا جاے تو ان کے خاتمہ کا سال سنہ ۸۱۹ ھ هوتا هے - لیکن گذر چکا هے کہ ان کا خاتمہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں سنہ ۷۵۲ ھ میں هوا ' اس لئے سرسٹھہ برس کا زمانہ ان بادشاهوں کی بیان کردہ مدت سلطنت میں زیادہ معلوم هوتا هے -

سومریوں کا خاتمہ

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں سلطان دهلی اور سومریوں کی باهمی آویزش شروع هوتی هے - محمد شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں طغي نام ایک مغل گجرات میں باغی هوتا هے اور بادشاہ کے گجرات پہنچے پر وہ بھاگ کر ٹھٹھہ (سندھہ) کے سومریوں کے پاس پناہ لیتا هے ' بادشاہ اس کے تعاقب میں ٹھٹھہ جاتا هے اور مغلوں اور سومریوں سے متعدد مقابلہ پیش آتا هے لیکن یکایک بادشاہ کا مزاج منحرف هو جاتا هے اور وهیں وفات پا جاتا هے ' بے بادشاہ کی فوج مغلوں اور سومریوں کے هاتھوں سے سخت تکلیف اٹھاتي هے اور آخر فیروز شاہ تغلق کو اپنا بادشاہ بنا کر اس دوطرفہ مشکل سے نجات

پاتی ھے اور دلی واپس آتی ھے - یہہ سنہ ۷۵۲ ھ کا واقعہ ھے - (۱)

لیکن چند سال کے بعد جب فیروز شاہ سنہ ۷۶۲ ھ میں یہاں آتا ھے تو جاموں کی سلطنت یہاں ملتی ھے - جام انر اور اس کا بھتیجا بانھبنہ حکمراں ھوتے ھیں - یہہ جام کا لقب سمہ کے بادشاھوں کا تھا - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہی زمانہ سومرہ کے خاتمہ اور سمہ لوگوں کے آغاز کا ھے - تحفۃالکرام میں سنہ ۷۵۲ ھ میں سمہ قوم کا آفاز لکھا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ اسی محمد شاہ تغلق کے حملہ کے بعد ھی یہہ انقلاب پیش آیا اور بقول فرشتہ اس انقلاب میں مسلمانوں کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا - معلوم ھوتا ھے کہ اسماعیلی یا ھندو نما سومریوں کی بغاوت کے بعد عام مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سومریوں کو یہیں کی ایک نو مسلم دیسی قوم کے ذریعہ سے متا دیا جاے - چنانچہ سمہ قوم کے ایک سردار اونر نام نے سومریوں کے آخری بادشاہ ھمیر (امیر) کو جس کی دوسری لفظی تحریف ارمائیل ھے قتل کرکے اپنی سلطنت قائم کر لی -

---

(۱) فیررز شاھی ضیاے برنی ص ۵۲۳ - ۵۲۵ (کلکتہ) -

نئی تحقیقات کی ضرورت

سومری بادشاهوں کی فہرست اور ان کے زمانے کی تعین تنقیدی نظر سے بہت کچھه محتاج تحقیق هے اور اس پر همارے هندوستانی مؤرخین کو تهوڑی محنت کرنی هے، مثلاً سنه ۶۲۰ھ سے ایک دو سال پہلے جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بهاگ کر سندهه آیا اور ٹهٹهه پہنچا تو جلسی نام سومري بادشاہ نے بهاگ کر کشتیوں میں اپنے ساز و ساماں کو لاد کر کسي جزیرہ میں پناہ لی (۱) - یہه جلسي نام فہرست میں نہیں نولکشوری نسخه پر اعتبار نہیں - ممکن هے کہ یہه جلسی نام چنیسر کي خرابی هو جو هماری فہرست میں چودهویں نمبر پر هے - اسی طرح سنه ۷۳۴ھ میں ابن بطوطه کے ورود سندهه کے زمانه میں اونار بادشاہ تها - یہه نام بهی اس فہرست میں نہیں مگر ممکن هے کہ یہه وهي هو جس کا نام عمر کي صورت میں اٹهارهویں نمبر پر ملتا هے -

سمه

سومریوں کے بعد سمه قبیله کے جو لوگ سندهه پر قابض هوئے ان کی راجدهانی ٹهٹهه تهی جس کو عرب دیبل کہتے هیں -

---

(۱) فرشته جلد دوم ص ۳۱۶ (نولکشور) -

سمہ کو فارسی مؤرخین جمع کی صورت میں سمگان لکھتے ھیں جس طرح انگریزا مصنفین S کے ساتھہ جمع بناکر سماس (Sammas) لکھتے ھیں - اس سے دھوکا کھاکر بعض لوگوں نے ان کا نام سماس لکھا ھے - یہہ مذھباً مسلمان تھے گو اس میں اختلاف ھے کہ یہہ شروع ھی سے مسلمان تھے یا بعد کو مسلمان ھو گئے - ان کا صدر مقام ٹھٹھہ تھا ، سرکاری لقب جام تھا اور نام ھندی عربی ملا ھوتا تھا مثلاً مشہور سمہ بادشاہ کا نام جام نندا نظام الدین تھا - یہہ لوگ اس قدر طاقتور تھے کہ مدت تک یہہ سلاطین دھلی کا پرزور مقابلہ کرتے رھے - سنہ ۷۵۲ ھ (سنہ ۱۳۵۱ع) سے سنہ ۹۲۷ ھ تک یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) برس سندھہ پر فرمانروائی کرتے رھے -

اس قبیلہ کی اصلیت کی نسبت بھی مؤرخین میں سخت اختلاف ھے - سندھہ کے بعض مؤرخوں نے ان کو عربی النسل تسلیم کیا ھے - ان کو ابوجھل کی اولاد کہا ھے - بعد کے فارسی مؤرخین فرشتہ اور ابوالفضل (آئین اکبری) نے ان کو "جام" کے لقب کی وجہ سے ایرانی بادشاہ جمشید کی اولاد کہا ھے جس کی بنیاد صرف لفظ "جم" اور جام کے تشابہ پر ھے جو سراسر غلط ھے - یورپین مؤرخین الیٹ (۱) اور انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (۲)

---

(۱) تاریخ ھند جلد اول ص ۴۹۷ -

(۲) مضمون سندھہ جلد ۲۵ ص ۱۴۳ (طبع ۱۱) -

اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام (۱) کے مضمون نگار ان کو نومسلم راجپوت کہتے ہیں مگر اخیر کے سوا کسی نے کوئی دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی ہے - آخرالذکر کی دلیل کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ "جام" کچھہ اور نوانگر کے راجپوت راجاؤں کا لقب ہے لیکن حقیقت یہہ ہے کہ بعض پرانے مؤرخین کے بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے چنانچہ تاریخ معصومی میں ہے کہ سمہ لوگ کچھہ سے سندھہ آئے تھے (۲) - چچ نامہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمہ قبیلہ کے لوگ سندھہ میں محمد قاسم کے زمانہ (سنہ ۹۶ ھ) سے پہلے ہی آباد تھے، چنانچہ جب محمد قاسم ان کی آبادی میں پہنچا تو ان لوگوں نے راگ اور باجے سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے - محمد قاسم نے ایک عرب سردار کو جس کا نام خریم (؟) اور اس کے باپ کا نام "عمر" بتایا گیا ہے ان کا سردار مقرر کیا (۳) - تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ "اس طرح وہ ملک جو سمندر کے کنارے ہے سمہ قوم کے ماتحت ہو گیا جہاں اس کی نسل اب تک آباد ہے - راے بھارا اور جام سہتا اور چھوتے اور کچھہ کے راجہ اسی قوم سے ہیں (۴) -

---

(۱) مضمون سمہ (Samma) انگریزی اڈیشن -

(۲) معصومی (الیٹ) ص ۲۲۳ -

(۳) چچ نامہ (الیٹ) ص ۱۹۱ -

(۴) طاہری الیٹ ص ۲۶۸ -

لیکن تاریخ بلاذری میں جو سنہ ۲۹۷ ھ کی تصنیف ہے مجھے ایک فقرہ ملتا ہے جس کا ترجمہ یہہ ہے :

"پھر سندھہ کا والی داؤد بن یزید بن حاتم مقرر ہوا - اسی کے ساتھہ صمہ کا باپ (ابوالصمۃ المتغلب الیوم) گیا تھا جو آج کل سندھہ پر قابض ہے وہ قبیلہ کندہ کا آزاد کردہ غلام ہے" - (۱)

کیا یہہ سمجھا جاے کہ اسی "صمہ" کی اولاد تھی جو بعد کو قبیلہ "سمہ" کے نام سے موسوم ہوئی اور جو ممکن ہے کہ کچھہ میں جا رہی ہو اور پھر وہاں سے سنہ ۷۵۲ ھ میں آکر اس نے سومرہ لوگوں سے سندھہ چھین لیا ہو -

سمہ بادشاہ

سمہ لوگوں کا زمانہ بہت بعد کا ہے یعنی جب دلی میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم تھی - اس لئے سمہ بادشاہوں کے نام اور لقب اور زمانہ زیادہ احتیاط سے محفوظ ہیں - فرشتہ کے بیان کے مطابق ان بادشاہوں کی تفصیل یہہ ہے :-

"شاہ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سومریوں کے ہاتھوں سے

---

(۱) بلاذري ص ۴۴۵ (لیڈن)

نکل کر سندھ کی حکومت سمہ لوگوں کے ہاتھوں میں آئی - اس قبیلہ کے اکثر سردار اسلام کی دولت سے بہرہ مند تھے اور اکثر اوقات یہہ بادشاہ دھلی کے مطیع اور باج گذار رھے - البتہ کبھی کبھی بغاوت اور سرکشی بھی کر بیٹھتے تھے - اسلام کے کے زمانہ میں سب سے پہلا شخص جو ان کا بادشاہ بنا وہ جام افزا (انار یا دنار) (۱) تھا - وہ بہت عقلمند تھا اس نے ساڑھے تین سال حکومت کی، اس کے بعد اس کا بھائی جام جونا بادشاہ ھوا جو بہت انصاف پسند تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا جام مانی ھوا جس نے سلطان دھلی سے مخالفت کی اور سنہ ۷۶۲ ھ میں سلطان فیروز شاہ نے اس پر چڑھائی کی، پہلے ناکام رھا، پھر گجرات سے واپس آکر سلطان نے اس کا مقابلہ کیا آخر جام مانی نے صلح کر لی" (۲) -

---

(۱) فرشتہ کے مطبوعۂ نولکشور نسخہ میں اس جام کا نام انزا لکھا ھے مگر یہہ کاتب یا نسخہ کی غلطی ھے - اصل لفظ انار یا دنار یا اونر ھے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سراج عفیف میں ھے -

(۲) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۷ نولکشور -

اس لڑائی اور صلح کا حال فیروز شاہ کے عہد کے چشم‌دید مؤرخ سراج عفیف نے پوری تفصیل سے لکھا ہے - لیکن اس زمانہ کے جام کا نام اس نے اونر لکھا ہے اور اس کے ساتھہ اس کے بھتیجے کو جس کا نام بانھبنہ بتایا ہے شریک کیا ہے - سمہ لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس سے ہو گا کہ جام نے چالیس ہزار پیادہ اور بیس ہزار سوار فوج سے فیروز شاہ سلطان دھلی کا مقابلہ کیا - رسد اور گھاس کی قلت کے سبب سے سلطان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ سندھہ چھوڑ کر گجرات چلا گیا - دوسرے ہی سال وہاں سے واپس آکر اس نے پھر حملہ کیا - جام ناچار صلح پر آمادہ ہوا - یہہ سنہ ۷۶۲ ھ (سنہ ۱۳۶۱ ع) کا واقعہ ہے -

یہہ صلح کس طرح ہوئی ؟

سید جلال الدین حسین بخاری جو اس عہد کے مشہور باخدا بزرگ تھے اور جن کا نام سومرہ کے مذہبی باب میں آچکا ہے وہ اوچ میں مقیم تھے - جام نے مشورہ کرکے ان کی خدمت میں اپنے قاصد بھیجے کہ وہ یہاں تشریف لا کر سلطان سے میرا قصور معاف کرا دیں - سید جلال الدین بخاری تشریف لائے اور بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھہ خیر مقدم کیا - سید علیہ‌الرحمہ نے فریقین کو دلاسا دیا ، جام اور جام کے شریک حکومت بانھبنہ کو خود

لے جاکر فیروز شاہ سے ملایا اور صلح کے شرائط طے ہو گئے - (۱)

سمہ بادشاہوں کے نام

میر معصوم اور فرشتہ نے سمہ بادشاہوں کے نام اور زمانے لکھے ہیں - شروع کے بعض ناموں میں ان دونوں میں کچھہ اختلاف ہے ، مثلاً خیرالدین کا نام فرشتہ میں نہیں اس کی جگہ جام مانی لکھا ہے - ممکن ہے کہ مانی اور خیر الدین ایک ہی شخص ہوا - آخر کے ناموں میں بھی کچھہ اختلاف ہے -

۱ - جام اونار یا دنار یا اونر	۳ سال ۶ مہینے
۲ - جام جونا برادر جام اونار بن بانہبنہ -	۱۴ سال معاصر علاؤالدین خلجی -
۳ - جام تماجی	۱۵ سال ایضاً
۴ - جام خیرالدین	۱۶ سال ایضاً
۵ - جام بانہبنہ	...
۶ - جام تماجی	...
۷ - جام صلاح الدین	۱۱ سال
۸ - جام نظام الدین بن صلاح الدین	۲ سال چند مہینے

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھو فیروز شاہی شمس سراج عفیف ص ۲۴۰ و ۲۴۱ (کلکتہ) -

۹ - جام علی شیر بن نظام الدین ۶ سال چند مہینے -

۱۰ - جام کرن بن جام تماجی ڈیڑھ دن -

جام اونر کا خاندان ختم ہو کر اسی سمہ قبیلہ کا ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا، اس کے پہلے بادشاہ کا نام فتح خاں تھا -

۱۱ - فتح خاں بن سکندر ۱۵ سال

۱۲ - جام تغلق بن سکندر برادر فتح خاں - ۲۸ سال

۱۳ - جام مبارک (جام تغلق کا ایک عزیز قریب) - ۳ روز

۱۴ - جام سکندر بن جام فتح خاں بن جام سکندر - ۱ سال ۶ مہینے

۱۵ - جام راے ودن (مسلمان تھا) - سنہ ۸۵۸ ھ میں کچھہ سے آیا

۱۶ - جام سنجر (سمہ قوم کا ایک سردار) - ۸ برس چند مہینے -

۱۷ - جام نندا نظام الدین ۶۲ برس

۱۸ - جام فیروز بن جام نندا آخری بادشاہ

جام نندا کے زمانہ میں سنہ ۸۹۰ ھ میں شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے آکر سندھہ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا - جام نندا کے بعد اس کے بیٹے جام فیروز اور اس کے ایک مدعی عزیز جام صلاح الدین میں باہم حصول تخت کے لئے لڑائی ہوئی -' جام صلاح الدین گجرات کے سلطان مظفر کی

بیگم کا چچازاد بھائی تھا - اس لئے جام صلاح الدین کی مدد کے لئے سلطان مظفر گجراتی اُٹھا - یہہ دیکھہ کر جام فیروز نے شاہ بیگ ارغون قندھاری سے مدد مانگی - شاہ بیگ ارغون نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر سنہ ۹۲۷ ھ میں سندھہ پر قبضہ کر لیا اور سمہ قوم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا - (۱)

اوپر بادشاہوں کے جو ایام حکومت لکھے ہیں ان کا مجموعہ ۱۹۲ ہوتا ہے - حالانکہ سنہ ۷۵۲ ھ سے سنہ ۹۲۷ ھ تک کل ایک سو پچھتر برس ہوتے ہیں - غالباً جام نندا کا زمانہ زیادہ بتایا گیا ہے - ناموں کے بڑھنے کی ایک وجہ یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خاندان کے دو دو شخص ایک ساتھہ حکومت کرتے تھے جیسا کہ سراج عفیف سے معلوم ہوتا ہے - (۲)

سمہ قوم کا مذہب

سمہ قوم مسلمان تو تھي مگر یہہ کہ وہ کب مسلمان ہوئی اور مسلمانوں کے کس فرقہ سے اس کا تعلق تھا اب تک تاریخ کا ایک راز ہے جس کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب اُٹھانے کی اب تک کوشش نہیں کی گئی ہے - مؤرخوں نے ان کے ہندي اور عربی ناموں کے ذریعہ سے

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۲۰ نولکشور -

(۲) فیروز شاہی ص ۱۹۹ و ۲۳۷ (کلکتہ) -

ان کے مذھبی انقلاب کی تاریخ مقرر کی ھے، مثلاً فرشتہ نے انھیں ناموں کے قیاس سے چار پہلے بادشاھوں کو جن کے نام بترتیب جام اونر، جام جونا، جام مانی اور جام تماجی لکھے ھیں ھندو سمجھا ھے اور پانچویں بادشاہ جام صلاح الدین سے مسلمان بادشاھوں کا سلسلہ شروع کیا ھے، چنانچہ لکھتا ھے

"و از نام جماعت مذکور خصوص از نام تماجی چنین ظاھر می شود کہ انھا زناردار بودند" - (ج ۲ ص ۳۱۸ نولکشور) -

لیکن حقیقت یہہ ھے کہ اس قوم کے ناموں کی طرز و وضع سے دھوکا نہ کھانا چاھئے - سب سے پہلا ھی نام جو جام اونر ھے ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ھو چکا ھے کہ اونار (اونر) جس سامری کا نام اس کے زمانہ میں تھا وہ ھندو نہ تھا وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا تھا اور ھندو کی ماتحتی سے اس قدر بے زار ھوا تھا کہ سلطان دھلی کے خلاف اس نے بغاوت کردی تھی اور ملک فیروز اپنا بادشاھی لقب اختیار کر لیا تھا - تاریخ طاھری میں جس جام کا زمانہ اسلام کی اشاعت کے لئے خاص طور سے سراھا گیا ھے اس کا نام جام نندا اور اس کے باپ کا نام بانھبنہ بتایا ھے (۱) - جام رائے ودن بالکل ھندو نام ھے مگر جب کچھہ سے آکر تھتھہ پر اس نے قبضہ کیا ھے

---

(۱) تاریخ طاھری (الیٹ) ص ۲۷۳ -

تو اعلان کیا کہ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ "مسلمانوں" کے ملک کی حفاظت کروں (۱) -

معلوم ہوتا ہے کہ وہ شروع میں اپنا اصلی قومی نام رکھتے تھے بعد کو سلاطین دہلی کی پیروی میں صلاح‌الدین وغیرہ عربی القاب اختیار کرنے لگے، چنانچہ جس جام نے خیرالدین اپنا لقب اختیار کیا ہے وہ بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ مدتوں دہلی کے دربار میں رہا تھا (۲) - آخری بادشاہ جام نندا نظام‌الدین کو دیکھو کہ اس کے ہندی اور عربی دونوں نام ہیں - نندا قومی نام معلوم ہوتا ہے اور نظام‌الدین عربی شاہی لقب - اسی طرح سلطان فیروز شاہ کی لڑائی جس جام سے ہوئی تھی اس کا نام شمس سراج نے رائے اونر لکھا ہے (۳) جو ہندو نام ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ وہ مذہباً ہندو ہونے کے بجائے مسلمان تھا اور ظاہر ہے کہ اگر یہہ رائے صحیح ہو کہ یہہ عرب تھے تو وہ شروع ہی سے مسلمان ہوں گے اور اگر ہندو تھے تو میرا قیاس ہے کہ سلطنت پانے کے بعد نہیں بلکہ یہہ لوگ شروع ہی سے یعنی سلطنت پانے سے پہلے ہی مسلمان تھے بلکہ اہل سنت تھے - اپنے قرائن کے پیش کرنے سے پہلے ہم اس بزرگ اور اس کے سلسلہ کا ذکر

---

(۱) تاریخ معصومی (الیٹ) ص ۲۳۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۵ -

(۳) تاریخ فیروزشاہی شمس سراج عفیف ص ۱۹۹ (کلکتہ) -

کرنا چاہتے ہیں جس کی کوشش سے میرے خیال میں یہہ قوم حلقہ اسلام میں داخل ہوئی ہوگی - آرنلڈ صاحب نے محض قیاس سے یہہ لکھہ دیا ہے کہ اس قوم کو عرب تاجروں کے ذریعہ سے اسلام کی دولت ہاتھہ آئی (۱)، مگر میری راے میں تجارت کے بجاے تصوف اس کا ذریعہ تھا -

شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا اور
سید جلال الدین بخاری

اوپر گذر چکا ہے کہ سندھہ پر جو ہباری خاندان حکمراں تھا اس کی سلطنت کے مٹنے کے بعد اس خاندان کے بعض لوگ ملتان چلے گئے، ان میں وہ زندہ جاوید شخصیت بھی تھی جو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے مشہور ہے - ان کا زمانہ سنہ ۵۷۸ ھ سے لے کر سنہ ۶۶۶ ھ تک ہے - تمام بڑے بڑے اسلامی ملکوں کا انہوں نے سفر کیا تھا اور ان کی ذات سے ملتان علم و تصوف کا مرکز بن گیا تھا - سید جلال بخاری جو تصوف و سیادت کی ایک مشہور ہستی ہیں وہ بخارا سے ملتان آکر انہیں شیخ بہاء الدین سے بیعت کی تھی، ان سید جلال بخاری کے پوتے مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری تھے جن کا نام دو بار اس سے پہلے گذر

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) اردو ص ۲۹۲ سنہ ۱۹۰۷ء -

چکا ہے ' (ولادت سنہ ۷۰۷ ھ وفات سنہ ۸۰۰ ھ) - اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے با استعداد مریدوں کو تربیت کر کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کی رہنمائی اور خدمت کے لئے مقرر کرتے تھے - شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے اسی طور سے سید جلال بخاری اول کو سندھ کے شہر اوچ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا - اس وقت سندھ میں سومرہ قوم کی حکومت کا آخری زمانہ تھا ' اور سن چکے ہو کہ سومرہ والی اوچ کس طرح سید موصوف کا معتقد اور مرید بنا -

تاریخ طاہری سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مخدوم زکریا ملتانی کو نہ صرف سندھ سے بلکہ سمہ قوم (طاہری نے سمہ کے بجائے سومرہ لکھا ہے مگر جو زمانہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے سومرہ کے بجائے سمہ چاہئے) سے بہت کچھ تعلقات تھے اور غالباً ان کے اپنے ایک سب سے بڑے مرید کو اس علاقہ میں متعین کرنے کا یہی راز تھا - تاریخ طاہری کی عبارت کا لفظی خلاصہ یہ ہے :-

"سنہ ۷۰۰ ھ (سنہ ۱۳۰۰ ع) سے سنہ ۸۴۳ ھ (سنہ ۱۴۳۹ ع) تک ۱۴۳ سال سومرہ (سمہ) نام ایک ہندو قبیلہ سندھ پر حکومت کرتا رہا ' اس کا پایہ تخت محمد تور تھا ' اس کا ویرانہ نہ صرف میں نے بلکہ بہت سے لوگوں نے ویرک کے پرگنہ میں دیکھا ہے ' اس کی ویرانی کے بعد

وهاں کے بہت سے باشندے سکورا (سکھر؟) کے پرگنه میں آکر بسے جو سمه کے جام کے زمانه میں آباد هوا تھا ' اور یہیں انھوں نے ایک گاؤں بسایا تھا اس کا بھي نام وهی محمد تور رکھا - اس گاؤں میں شیخ الشیوخ مخدوم بہاء الدین (زکریا) ملا خلفیه سندهی جو هندوستان میں بہت مشہور هیں بہت بڑے بڑے لوگ اور زمیندار جو ان کے مرید تھے وه یہیں رهتے تھے " - (۱)

دوسرا واقعه پہلے گذر چکا هے که مخدوم شیخ بہاء الدین کے مرید سید جلال بخاري جن کو مخدوم نے سندهه کی ولایت مرحمت فرمائي تھی ' ان کے پوتے سید جلال الدین حسین بخاری جن کا زمانه سنه ۷۰۷ ه سے سنه ۸۰۰ ه تک هے اور جو اوچ (سندهه) میں قیام پذیر تھے ان کے هاتھه پر اوچ کے سومره والی نے بیعت کی اور بقول فرشته :-

" بمسجد رفت وپاے سید بوسیده از درویشاں معذرت خواست و مرید گشته ازمقبولان گردید " - (۲)

---

(۱) تاریخ طاهري الیت ص ۲۵۷ -

(۲) فرشته ج ۲ ص ۴۱۶ نولکشور -

سید بخاری اوچ میں ہمیشہ وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے جس کو سن کر بڑے بڑے لوگ متاثر ہوتے تھے - (۱)

سید رحمۃاللہ علیہ کے سوانح کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سومری والی کے مرید ہونے کا واقعہ سنہ ۷۵۰ ھ کے گرد و پیش کا ہے جس کے تقریباً چند سال بعد سومرہ کی جگہ سمہ قوم برسر حکومت آئی - اس لئے قرین قیاس ہے کہ بعد کی حکمراں قوم (سمہ) بھی سید موصوف سے خاص عقیدت رکھتی ہوگی -

سمہ قوم کے دارالسلطنۃ ٹھٹھہ پر پہلے سنہ ۷۵۲ ھ میں محمد شاہ تغلق نے جب حملہ کیا تو اس کو وہیں ناگہانی موت آ گئی اور جب سنہ ۷۶۲ ھ میں فیروز شاہ تغلق نے پہلی دفعہ حملہ کیا تو ناکام رہا اور وہاں سے گجرات چلاگیا - اس واقعہ کو یہہ لوگ "شیخ" کی کرامت سمجھتے تھے اور اپنی زبان میں سندھی فقرہ بنایا -

"برکت شیخ تھیا ، ایک موا ، ایک تھا" (۲)

یعنی یہہ شیخ کی برکت ہے ایک مر گیا اور ایک ناکام بھاگا - اس فقرہ میں شیخ سے مراد شیخ بہاءالدین

---

(۱) فرشتہ ج ۲ ص ۴۱۶ (نولکشور) -

(۲) فیروز شاہی شمس سراج عفیف ص ۲۳۱ (کلکتہ) -

زکریا ملتانی کی ذات ہے یا سید جلال بخاری کی -

دوسرے سال جب فیروز شاہ نے گجرات سے واپس آکر دوبارہ تھتھہ پر حملہ کیا تو جام اونر اور بانھبنہ نے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک قاصد کو سید جلال‌الدین حسین بخاری کے پاس اوچ بھیجیں اور ان کو تکلیف دیں کہ وہ آکر سلطان سے مصالحت کرا دیں، چنانچہ سید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فریقین میں مناسب شرائط پر صلح کرا دی اور سلطان سے فرمایا کہ (سمہ لوگوں کے پایہ‌تخت) تھتھہ میں ایک ولیہ خاتون تھی اسی کی دعا کی برکت سے یہہ شہر فتح نہیں ہوتا تھا پرسوں اس کا انتقال ہوگیا - (۱)

یہہ واقعات پوری طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سمہ کے جاموں کو شیخ بہاءالدین زکریا اور سید جلال‌الدین حسین بخاری سے کتنی گہری عقیدت تھی - ان واقعات سے ان جاموں کا نہ صرف مسلمان ہونا بلکہ اہل سنت ہونا ظاہر ہوتا ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا یہی سہروردی خانوادہ ان کی ہدایت کا باعث ہوا ہے -

ان واقعات کا تعلق سمہ قوم کے آخری زمانہ سے نہیں بلکہ باکل ابتدائی زمانہ سے ہے - اس سے میری اس

---

(۱) فیروز شاہی ص ۲۴۱ (کلکتہ) -

دعوت کی شہادت ملتی ھے کہ سمہ قوم بعد کو نہیں بلکہ شروع ھی سے مسلمان تھی - خصوصاً جب اس صورت حال کو اس واقعہ کے ساتھہ ملا کر دیکھا جاے کہ سمہ قوم کو برسر حکومت لانے میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا ھاتھہ تھا - فرشتہ کے الفاظ ھیں :-

"در آخر عہد شاہ محمد تغلق شاہ بسعی و امداد مسلمانان دولت از خاندان طبقہ سومرگان بفرقۂ سمگان منتقل شد و اکثر حکام ایشان بدولت اسلام اختصاص داشتند" - (۱)

ظاھر ھے کہ اگر یہہ سمہ شروع ھی سے مسلمان نہ ھوتے تو مسلمانوں کو ان سے کیا ھمدردی ھو سکتی تھی ؟

سندھہ اور اطراف سندھہ کے دوسرے شہر

ملتان اور منصورہ کے علاوہ سندھہ میں اور اس کے اطراف میں عربوں کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور نوآبادیاں بھی تھیں جن کا سراغ چوتھی صدی کے آخر میں محمود غزنوی سے پہلے تک ملتا ھے ' جن میں سے بعض کو سلطان کے باپ سبکتگین نے اور اکثر کو خود سلطان نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا -

---

(۱) فرشتہ دوم صفحہ ۳۱۷ (نولکشور) -

ان شہروں میں حسب ذیل مقامات کے نام خصوصیت کے ساتھہ چوتھی صدی کے عرب سیاحوں کے بیانات میں ملتے ھیں :-

دیبل یا تھتھہ

یہہ مشہور بندرگاہ تھی اور جیسا کہ ھم نے پہلے کہا ھے عرب اس کو دیبل اور فارسی مؤرخین تھتھہ کہتے ھیں (۱) - یہی وہ شہر تھا جو سمہ لوگوں کا پایہ تخت تھا اور جس پر فیروز شاہ سلطان دھلی نے حملہ کیا مگر نا کام رھا - آخر حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید کے جانشین حضرت شیخ جلال الدین کی وساطت سے فریقین نے صلح کر لی (۲) - دیبل میں بڑے علما اور محدثین گذرے ھیں جن کا ذکر علامہ سمعانی المتوفی سنہ ۵٦۲ ھ نے کتاب الانساب میں کیا ھے (۳) - یہہ بندرگاہ ھونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا - اس کی آبادی کا اندازہ اس سے لگانا چاھئے کہ سنہ ۲۸۰ ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانہ میں یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس میں بہت سی عمارتیں گر گئی تھیں - اس سانحہ میں جو آدمی مکانات کے نیچے دب کر مر گئے ان کی

---

(۱) آئین اکبری (سندھ) -

(۲) تاریخ فیروز شاھی شمس سراج عفیف (کلکتہ) ص ۲۳۱ -

(۳) کتاب الانساب طبع فوٹوگرات لفظ "دیبلی" -

تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی (۱) - بشاوی (سنہ ۳۷۵ ھ) نے لکھا ہے کہ "اس کے آس پاس ایک سو گاؤں ھیں، تعداد زیادہ ہندوؤں کی ہے، سب لوگ بیوپاری اور سوداگر ھیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے - یہاں کی آمدنی بہت ہے" -

عسیفان

بلاذری نے اس کا مقام ملتان کشمیر اور کابل کے بیچ میں بتایا ہے جو شاید زیادہ صحیح نہ ہو، البتہ سندھ میں اس کے مماثل نام ملتے ھیں -

ڈاکٹر آرنلڈ کو بھی دعوت اسلام لکھتے وقت اس کا پتہ نہ مل سکا (۲) اور مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات بھی کی (۳) لیکن میرا قیاس ہے کہ اس نام کی اصلیت "اسیوان" ہے جس کو سیوان بھی کہہ سکتے ھیں - اس نام کے شہر دہلی اور سندھ کے بیچ میں ھیں - فارسی تاریخوں میں بھی یہہ نام آیا ہے (۴) - سیہوان کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے، اور اب یہہ کراچی کے ضلع میں ہے - بعضوں نے سیوستان اور سیوان

---

(۱) تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۳۸۰ -

(۲) دعوت اسلام ص ۲۹۱ -

(۳) مکاتیب شبلی جلد دوم ص ۱۷ -

(۴) خزائن الفتوح امیر خسرو -

کو ایک قرار دیا ھے - بہر حال تیسری صدی ھجری کے شروع میں (معتصم المتوفی سنہ ۲۲۷ ھ کے عہد میں) یہاں مسلمان سوداگروں کي آبادی تھی (۱) -

تنبلی

تنبلی نام بھی سندھہ میں ایک مقام تھا، سنہ ۳۷۵ ھ میں یہاں بھی کچھہ مسلمان آباد تھے (۲) -

بوقان

بلاذری نے سندھہ کے ایک مقام بوقان (یا بوکن) کا ذکر کیا ھے اور لکھا ھے کہ ھمارے زمانہ میں یہاں کے باشندے سب مسلمان ھیں (۳) - اس کا زمانہ تیسری صدی ھجری کا اخیر ھے -

قصدار

بعض لوگوں نے اس کا نام قذدار بھی لکھا ھے - سبکتگین غزنوی کے فتوحات میں اس شہر کا نام ملتان ھے (۴) - یہہ هندوستاني افغانی سرحد کے پاس واقع تھا، یہاں خارجی مسلمانوں کی آبادي تھی اور انھیں کی

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ -

(۲) بشاري ص ۴۸۰ -

(۳) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۴) طبقات ناصري ص ۷ (کلکتہ) -

ریاست بھی تھی - شاید چوتھی صدی کے وسط میں ایک معتزلی متکلم اور مناظر ابوالحسن علی بن لطیف جب یہاں پہنچے تو اس کو خارجیوں کی آبادی اور ریاست پایا - وہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں اس قدر امن و امان ہے کہ چوری کا نام و نشان بھی نہیں ہے، لوگ گھروں میں قفل بھی نہیں لگاتے، مسجد میں کوئی مسافر یوں ہی اپنا اسباب چھوڑ دے تو کوئی اس کا چھونے والا نہیں - یہاں ان کی ملاقات ایک مسلمان درزی سے ہوئی - شہر میں مسجد بھی تھی (۱) - بشاری نے اس کا موقع یہہ بتایا ہے کہ وہ بلوچستان کی بندرگاہ تیز سے ساحل پر مکران کی لمبائی میں ۱۲ منزل پر واقع ہے (۲) - ایک اور عرب جغرافیہ نویس کہتا ہے کہ "وہ ملتان سے تقریباً ۲۰ منزل ہے" (۳) -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) کہتا ہے قزدار ایک شہر ہے جس کے ساتھہ چند قصبے اور دیہات ہیں اور یہاں کے حاکم کا نام معین بن احمد ہے لیکن خطبہ خلیفہ (بغداد) کے نام کا پڑھا جاتا ہے، اور اس کا محل باکزنان میں واقع تھا - بشاری مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ادھر آیا تھا کہتا ہے :-

---

(۱) معجم البلدان یاقوت رمی ج ۷ ص ۷۸ (مصر) -

(۲) احسن التقاسیم ص ۳۸۵ -

(۳) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

"قزدار طوران کا پایہ تخت ھے - یہہ ایک صحرا میں واقع ھے - اس کے دو حصے ھیں، دونوں کے بیچ میں ایک ترائی ھے جس میں پل نہیں، ایک میں سلطان کا محل ھے اور اسی میں قلعہ ھے - دوسرے حصہ کا نام بودین ھے، اس میں سوداگروں کے مکانات ھیں، اور یہہ حصہ نہایت صاف ستھرا ھے، شہر چھوٹا ھے مگر فائدہ مند ھے - خراسان، فارس، کرمان اور ادھر سے ھندوستان کے شہروں سے لوگ یہاں آیا کرتے ھیں، لیکن یہاں کا پانی اچھا نہیں......پانی نہر سے پیا جاتا ھے" (۱) -

غرض یہہ ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی - سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین نے ھندوستان سے پہلے سرحدی ریاستوں کو مٹانا ضروری سمجھا، چنانچہ سنہ ۳۷۵ ھ اور سنہ ۳۸۷ ھ (جو سبکتگین کی تاریخ وفات ھے) کے بیچ کے کسی سنہ میں اس شہر پر قبضہ کیا اور وھاں کے مسلمان حاکم کو اپنا باجگذار بنایا (۲) -

---

(۱) بشاری کی احسن التقاسیم ص ۴۷۸ (لیڈن) -

(۲) تاریخ فرشتہ نولکشور جلد ۱ ص ۱۹ -

طوران

ابن حوقل کے زمانہ میں (سنہ ۳۶۳ ھ) یہہ ایک مستقل ریاست تھی ، چنانچہ وہ کہتا ھے کہ مغربی سندھہ میں طوران ھے جس پر بصرہ کا ایک باشندہ ابوالقاسم حکمراں ھے جو خود ھی حاکم قاضی سپہ سالار سب کچھہ ھے حالانکہ وہ تین اور دس میں فرق نہیں جانتا -

ویہند

یہہ ہندوستان کا مشہور پرانا شہر ھے - غزنوی فتوحات کے سلسلہ میں اس کا بھی نام آتا ھے - سنہ ۳۹۳ ھ میں پشاور کے بعد محمود نے اس پر قبضہ کیا (۱) - اس شہر میں بھی محمود سے پہلے ھي مسلمانوں کی آبادی تھی - بیرونی نے قانون مسعودی میں اس کے ذکر میں لکھا ھے کہ " یہہ گندھار کا پایہ تخت ھے اور یہہ وادی سندھہ میں واقع ھے " (۲) - ونسنٹ اے اسمتھہ صاحب " دی ارلی ھسٹری آف انڈیا " میں اوھند نام دارالسلطنت کو دریاے سندھہ پر جگہ دیتے ھیں اور لکھتے ھیں کہ مسلمانوں کے سنہ ۲۵۶ ھ میں کابل فتح کر لینے کے بعد وھاں کا دارالسلطنت اوھند کو منتقل

---

(۱) زین الاخبار گردیزی (مطبوعہ برلن) ص ٦٦ -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۷ (پیرس سنہ ۱۸۴۰ ع) -

ہوگیا جو دریاے سندھ پر واقع تھا اور ہندو شاہیہ خاندان کا پایہ تخت تھا - (۱)

چوتھی صدی کے آخر میں (سنہ ۳۷۵ ھ یعنی محمود کے حملہ سے پندرہ سولہ برس پہلے) بشاری مقدسی بیان کرتا ہے کہ "میں نے ابوالہیثم نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ایک سے اور شیراز کے ایک عالم سے جو اس ملک کی اچھی طرح سیاحت کرچکے تھے تحقیق کی تو معلوم ہو کہ ویہند وپایہ تخت کا نام ہے اور اس کے ماتحت شہر ودھان ، بتیر ، نوج لوار ، اور سمان کوج وغیرہ ہیں" (۲) -

ویہند کے علاقہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی یہاں تک کہ ان کی ریاست قائم تھی - ہندوؤں کا راجہ الگ تھا اور مسلمانوں کا امیر الگ - باشندوں کی غالب تعداد ہندو تھی - (۳)

قنوج

ہندوستان کے مشہور قنوج کو چھوڑ کر سندھ اور پنجاب کی سرحد کے پاس بھی اس نام سے ایک علاقہ آباد تھا جس کا عرب سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے - یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی تھی - سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد

---

(۱) The Early History of India, Vol. I. p. 345.

(۲) احسن التقاسیم ص ۴۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۴۸۵ مع حاشیہ -

یہہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا، چنانچہ مسعودي نے (سنہ ۳۰۳ ھ میں) جب اس کو دیکھا ہے تو وہ ملتان سے ملحق تھا اور اسلامی حکومت میں داخل تھا (۱) - بشاری اس کے ستر پچہتر برس کے بعد آیا ہے، اس وقت اس کی حیثیت خود مختار ریاست کی تھی، کہتا ہے کہ یہہ بڑا شہر ہے، اس کی چاروں طرف فصیل ہے، یہاں گوشت کثرت سے بکتا ہے، باغ بہت ہیں، پانی اچھا ہے، تجارت وسیع ہے، لوگ حسین ہیں، شہر پناہ کے اندر جامع مسجد ہے، مسلمانوں کی غذا گیہوں ہے، یہاں بڑے بڑے معززین اور علما رہتے ہیں (۲) - آگے چل کر کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کی گو غالب تعداد ہندو ہے لیکن مسلمانوں کا سلطان الگ ہے - (۳)

اودھہ کے قنوج سے بھی عرب کے سیاح اور جغرافیہ نویس واقف تھے - مصر کا وزیر مہلبی (تقریباً سنہ ۳۸۶ ھ) اپنے جغرافیہ کی کتاب عزیزی میں بیان کرتا ہے کہ "قنوج ہندوستان کے دورتریں شہروں میں ہے، ملتان کے پورب ہے، ملتان اور قنوج کے بیچ میں دو سو بیاسی فرسنگ کی مسافت ہے اور وہ ہندوستان کا پایہ تخت اور سب سے

---

(۱) مسعودی جلد ۱ ص ۳۷۲ (پیرس) -

(۲) احسن التقاسیم بشاري ص ۴۸۰ -

(۳) بشاري ج ۱ ص ۴۸۵ -

بڑا شہر ھے - لوگوں نے اس کا حال بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا ھے - کہتے ھیں اس میں صرف جوھریوں کے تین سو بازار ھیں اور اس کے راجہ کے قبضہ میں ڈھائی ھزار ھاتھی ھیں، اس میں سونے کی کانیں بھی ھیں" -

ادریسی جس نے سسلی (اٹلی) میں بیٹھ کر سنہ ۵۴۸ھ میں اپنا جغرافیہ لکھا ھے کہتا ھے کہ "یہ بہت خوبصورت شہر ھے، تجارت کی منڈی ھے؛ اسی شہر کے نام سے یہاں کے راجہ کو بھی قنوج کہتے ھیں" - ادریسی نے قنوج کی وسعت پنجاب بلکہ کشمیر تک بتائی ھے، مراکو کا جغرافیہ نویس ابن سعید مغربی (سنہ ۵۸۵ھ) لکھتا ھے "یہ شہر گنگا کے دونوں بازووں پر واقع ھے" - (۱)

نیرون

سندھ کے ساحلی شہروں میں ایک شہر نیرون نام تھا، بعضوں نے غلطی سے اس کو بیرون پڑھا ھے اور ابوریحان بیرونی کو یہیں کا رھنے والا بتایا ھے (۲) - یہ دیبل اور منصورہ کے بیچ میں تھا اور منصورہ سے ۱۵ فرسنگ

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۳۶۰ (پیرس) -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ بحوالہ ابن سعید مغربی و تاریخ الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ ص ۲۰ (مصر) -

دور تھا - مصر کا وزیر مہلبی چوتھی صدی میں اپنے جغرافیہ میں لکھتا ھے کہ "یہاں کے باشندے مسلمان ھیں" (۱) - الفنسٹن صاحب نے تاریخ ھند میں بتایا ھے کہ موجودہ شہر حیدرآباد (سندھ) ھی کا پرانا نام نیرون ھے - (۲)

مکران

یہہ سندھ کی سرحد پر واقع ھے - ابن حوقل کے زمانہ میں یہاں کا عرب حاکم عیسیٰ بن معدان تھا، اس کی دارالامارۃ کا نام کنیر تھا جس کی وسعت ملتان سے آدھی تھی -

مشکی

اسی کے قریب ایک اور عرب ریاست تھی جس کا نام مشکی تھا اور جہاں کا حاکم ابن حوقل کے زمانہ میں مظاھر بن رجاء نام تھا - یہہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اس کی مسافت طے ھوتی تھی اور یہاں خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا تھا -

سندھ کے ریگستانوں میں چلتے چلتے ھم اور آپ دونوں گھبرا گئے، تھوڑی دیر آئے ملک "جنت نظیر" کی سیر کریں کہ دماغ تر و تازہ ھو -

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۲) تاریخ ھند الفنسٹن جلد دوم ص ۴۹۳ سنہ ۱۸۶۷ع (علی گڈھہ) -

کشمیر

یہہ وہ ملک ھے جس کی نسبت یہہ کہنا بجا ھے کہ اس کو مسلمان بادشاھوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا - عرب جغرافیہ نویس اور سیاح اس کے پاس تک آے مگر اس کے اندر نہیں گئے ' انھوں نے اس کے راستہ کی دشواریوں کا ذکر کیا ھے ' وہ سمندر سے لے کر کشمیر کے سلسلہ کوھستان تک سب کو سندھہ ھی کہتے تھے - عربوں کے بعد سلطان محمود نے بھی اس کی چٹانوں سے سر ٹکرایا مگر کامیابی نہیں ھوئي - لیکن اسي زمانہ میں ھم یہاں مسلمان سوداگروں اور تاجروں کو آتے جاتے دیکھتے ھیں - سلطان محمود کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۴۲۴ ھ میں سلطان مسعود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اھل شہر قلعہ‌بند ھو گئے تو اس وقت جو مسلمان تاجر وھاں تھے وہ بھی قلعہ میں مقید تھے - (۱)

تاریخ ھند کی اس مختصر خیالی سیر و سیاحت کے بعد ھم ناظرین سے رخصت ھوتے ھیں -

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۴۱ (نولکشور) -

خاتمہ

ان گذشتہ اوراق میں کوشش کی ھے کہ ھم اپنے ھمسفروں کو عرب و ھند اور اسلام و ھندوستان کے باھمی تعلقات کے وہ مناظر دکھائیں جو خیبر سے آنےوالے مسلمان فاتحین سے پہلے یہاں جلوہگر تھے - ان سے اندازہ ھوگا کہ ان فتوحات سے پہلے بھی اس ملک میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کے تعلقات ھندؤوں کے ساتھہ کیسے چند در چند اور گہرے تھے اور اسلام کا تعلق ھندوستان سے کتنا پرانا اور قدیم ھے -

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز "حکایت مہر و وفا" مپرس

ضمیمہ

کتاب کے ختم ہونے کے بعد بعض اور مفید باتیں ملیں جن کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے -

۱ — سوپارہ

گجرات کے ایک مشہور پرانے شہر کا نام عربوں نے سو بارہ لکھا ہے، اصطخری (سنہ ۳۴۰ھ) ہندوستان کے مشہور شہروں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے؛ اور اس کے بعد بیت المقدس کے سیاح بشاری (سنہ ۳۷۰ھ) نے چوتھی صدی ھجری کے آخر (دسویں صدی عیسوی کے آخر) میں اس کا نام لیا ہے، اور اس کی جگہ کھمبایت کے قریب بتائی ہے، اور دونوں میں چار مرحلوں کا فصل بتایا ہے، اور کہتا ہے کہ "سوپارہ سمندر سے ایک فرسنگ (۸ میل) کی دوری پر ہے" - (احسن التقاسیم بشاری ص ۴۷۷ و ۴۸۶، لیڈن)

پچھلے سالوں میں گجرات میں جو پرانی یادگاروں کی تحقیقات ہوئی ہے، ان میں ایک سوبارہ نام کے شہر کا بھی پتہ چلتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ وہی شہر ہے جس کا عرب سیاحوں نے اپنے زمانہ میں ذکر کیا ہے -

۲ فروری سنہ ۱۹۳۰ع کے سنڈے بمبئی کرانیکل میں (ص ۳۱ و ۳۲) سوپارہ کی اثری تحقیق پر ایک مضمون نکلا ھے ' جس کا خلاصہ یہہ ھے :-

" آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ھوتا ھے کہ اس شہر کا پتہ مگدھہ دیس (بہار) کے مشہور راجہ اشوک کے زمانہ سے چلتا ھے - یہاں راجہ اشوک کا ایک یادگاری پتھر سنہ ۱۸۸۱ع میں ھمارے اثری محققوں کو ملا ھے - سوپارہ اب بھی بی ' بی ' سی ' آئی ریلوے کے ایک غیر معروف استیشن کا نام ھے جو اپنے قریب کے اسی نام کے ایک گاؤں کے سبب سے رکھا گیا ھے - پنڈت بھگوان لال اندر جی (آنجہانی) نے یہاں اشوک کے سنگی کتبہ کا پتہ لگایا تھا - اب یہہ مقام بمبئی کے علاقہ میں بسین سے جو سمندر ھی کے کنارے ھے تین چار میل اُتر ' اور خاص شہر بمبئی سے تیس میل ھے -

سنہ ۲۵۰ ق م میں یہہ مقام ھندوستان کے مشہور و پر رونق شہروں سے تھا ' جس کے سبب سے یہہ اُن چند خوش قسمت شہروں میں منتخب ھوا جہاں راجہ اشوک نے اپنے یادگاری پتھر لگائے - سوپارہ والا پتھر یہاں سے اُتھہ کر پرنس آف ویلز میوزیم (مغربی ھند) میں رکھا گیا ھے - اس میں دس سطریں ھیں ' پہلی چار سطریں مٹ گئی

ہیں ، اس کا خط وہ خط ہے جو دیوناگری اور دوسرے ہندی حروف کی اصل ہے ، اور جس کے متعلق یوروپین محقق بوشلر کی راے ہے کہ یہہ تجارتی آمد و رفت کی راہ سے ، مسیح سے سات آٹھہ سو برس پیشتر عراق سے ہندوستان آیا تھا - (دیکھو کتاب میں) -

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ بمبئی میں تھانہ کے ضلع میں سوپارہ مشہور بندرگاہ تھا ، جس کا نام مہابھارت میں سورپارکا ہے اور بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں اس کا نام سوپارہ لکھا ہے - یہہ ایک مقدس مقام اور اپارنتا کا دارالحکومت تھا -

موجودہ سوپارہ گاؤں اُسی نام کے قدیم مشہور شہر کے موقع پر آباد ہے - یہہ ایک خلیج کے بائیں کنارہ پر واقع ہے جو خلیج بسین کے ریلوے پل اور دریاے وترنا کے درمیان گھومتی نظر آتی ہے - پرانے سوپارہ میں اب بھی پرانے عمارات اور مکانات کے نشانات باقی ہیں - یہاں ایک رام کنڈ بھی ہے جو اُس کے تیرتھہ ہونے کی دلیل ہے -

سنہ ۱۸۸۱ع میں جب سوپارہ کے یادگاری پتھر کا پتہ لگا ہے اس گاؤں میں بمشکل چھہ سو گھر تھے ، جن میں تقریباً دو ہزار آدمی رہتے تھے - ان میں برہمن ، ہندوستانی ،

عیسائی اور مسلمان باشندے ہیں - مسلمانوں میں عرب اور ایرانی ہیں جو سات صدی، پیشتر سے تجارتی تعلق سے یہاں آباد ہوئے -

اس خلاصہ سے معلوم ہوگا کہ گجرات کے دوسرے ساحلی تجارتی شہروں کی طرح یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور اگر راجہ اشوک کے سنگی کتبہ، اور بطلیموس کے جغرافیہ سے اس آبادی کا مسیح سے ڈھائی سو برس پہلے نشان ملتا ہے، تو مسلمان عرب سیاحوں کے بیان سے اُس کا مسیح سے ایک ہزار برس بعد بھی پتہ چلتا ہے -

۲ ــــ جاٹ طبیب عرب میں

اصل کتاب میں صحابہ کے زمانہ میں یعنی پہلی صدی ہجری، اور ساتویں صدی عیسری میں جاٹوں کے عراق اور عرب میں آباد ہونے کا ذکر آیا ہے (ص ۱۱)، مگر اس مقام پر اُن کے سپاہیانہ اوصاف لکھے گئے ہیں - مگر ایک نہایت مستند ذریعہ سے اُسی زمانہ میں اُن کے ایک علمی کارنامہ کا بھی نشان ملتا ہے - امام بخاری (المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عایشہ بیمار پڑیں تو اُن کے بھتیجوں نے ایک جاٹ طبیب کو اُن کے علاج کے لئے بلایا (۱) -

۳ — سندھ کے شاہانہ جوتے

کتاب کے ص ۷۷ میں کھمبایت کے جوتوں کا ذکر ہے ، جو منصورہ (سندھ) سے عراق کے عباسی پایۂ تخت بغداد میں جاتے تھے - ابھی حال میں امام احمد بن حنبل (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کی ایک مختصر کتاب الورع ایک سات سو برس کے قلمی نسخہ سے جو الجزائر (الجزیریا) میں ملا ہے ، سنہ ۱۳۴۰ھ میں مصر میں چھپا ہے ، یہہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے جوتے اس قدر خوشنما اور بھڑکدار ہوتے تھے کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگ ان کو پہننا پسند نہیں کرتے تھے ، اور وہ صرف شہزادوں کے پہننے کے قابل سمجھے جاتے تھے (۲) -

---

(۱) الادب المفرد امام بخاری ، باب بیع الخادم ، ص ۳۵ ، مصر -

(۲) کتاب الورع ابن حنبل ، باب لبس النعال السندیۃ ، ص ۱۰۱ ، مطبع سعادت ، مصر -

صحت نامه

ضروری لفظوں کي تصحیح

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۰	سیرطی	سیوطی
۳	۱۲	تهی	تها
۱۶	۹	باهر	یا هر
۲۲	۵	هندوستان	سدوسان
۲۴	۱۲	دی غوجی	دي خوی
۲۵	۱۷	سنه ۱۸۲۵	سنه ۱۸۱۱
۳۰	۲۱	هندو	هند
۳۸	۱	مزوج	مروج
۴۲	۷	ارسته	رسته
۵۱	۶	رنگون	زنگیوں
۵۲	۲	کا	کي
۵۶	۱۲	جشه	حبشه
۶۵	۱	زیاد	زباد
۶۵	۵	بیوپاروں	بیوپار کي چیزوں
۶۵	۸	سنیاذج	سنباذج
۶۵	۱۰	واذي	داذی (؟)
۶۸	۱۵	کا نام	کے نام
۷۷	۹	بلخي	بخثی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۷	کو لا کر	کوکیاالاکر
۹۱	۱۸	اخفر	اخضر
۹۵	۱۰	الافاریہ	الافاویہ
۹۶	۱	والبیغا	والببغاء
۱۰۳	۷	ہو گئے	ہو کے
۱۰۶	۶	برمک	برمگ
۱۰۶	۲۲	جزبہ	جذبہ
۱۱۱	۱۷	رہا	رہ
۱۲۵	۸	کا	کو
۱۲۹	۲۱	واضع	واضح
۱۳۱	۱۳	مکہ	مئکہ
۱۳۲	۱۲	جعفو	جعفر
۱۳۳	۲۰	طاشکري	طاشکبري
۱۳۵	۱۳	اسي	انھیں
۱۳۵	۱۶ ، ۱۷	کی	...
۱۳۷	۱۰	ارجبند	ارجبھذ
۱۴۵	۵	زبر	زیر
۱۴۵	۶	زیر	زبر
۱۴۷	۶ ، ۱۰	معتقد	معتضد
۱۴۷	۲۰	مولوئی	موسیولوئي
۱۵۹	۷	یا کھریا یا جھر	باکھر یا باجھر
۱۶۱	۱	طوفانی	طوفافی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۷	۱۵	وابشلیم	دابشلیم
۱۶۸	۳، ۶	وابشلیم	دابشلیم
۱۶۸	۹	بید پانی	بید پافی
۱۷۸	۱۱	پانی ساسي ذہانت	پانچ سی دہانت (سدہانت)
۱۹۷	۱۹	سیاہوں	سیاحوں
۱۹۷	۲۰	افرات	افراط
۲۰۲	۱۳	صیجور	چیمور
۲۰۶	۲	ہاتھہ	ہاتھہ میں
۲۰۶	۱۷	اسنان	اشنان
۲۱۴	۲۲	ا آلبلاد	آثارالبلاد
۲۲۰	۸	لا اوریہ	لا ادریہ
۲۳۱	۱۱	بدوہ	بددہ
۲۴۳	۱	سلیمان	سلطان
۶۴۶	۱۶	(با بالا)	(یا بالا)
۲۵۲	۴	تریخ	تاریخ
۲۶۶	۲	جھونکو	جھونکوں
۲۷۲	۱۱	دیوان	دیوار
۲۷۳	۴	الحاء	الحساء
۲۷۳	۷	دیوان	دیوار
۲۷۸	۱۱	ضداپور	صندا پور
۲۹۱	۱۶، ۱۷	ہے	تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۲	۱	منگوز	منگلور
۲۹۶	۵	قندرینہ	فندرینہ
۳۰۰	۱۰	وامغانی	دامغانی
۳۰۱	۱۷	البشیر	السیر
۳۰۳	۱۱	منضورہ	منصورہ
۳۱۰	۱۰	سالي	سامی
۳۱۶	۱۵	کو	گو
۳۱۷	۱۸	ان تمامتر	انکو
۳۱۷	۱۹	میں	نہیں
۳۲۰	۱۶	رادہ	ارادہ
۳۲۰	۱۷	اراست	راست
۳۲۰	۱۹	س	اس
۳۲۱	۱۱	کر لے گا	کرے گا
۳۲۱	۱۷	گرویزی	گردیزی
۳۲۲	۱۱	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۴	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۹	الواضع	الوضع
۳۲۸	۱۲	کو	کا
۳۲۹	۲	سرحدوں	موحدوں
۳۳۸	۱۷	سیدیوں	میدیوں
۳۴۰	۸	بن والی خالد	بن خالد
۳۴۱	۱۱	ھجستان	سجستان

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۴۸	۳	وار	اور
۳۴۹	۱	مفصورہ	منصورہ
۳۴۹	۴	محمد	محمود
۳۵۲	۱	هو سکتے	سمجهه سکتے
۳۵۲	۲	مسنی	سنی
۳۵۲	۲	خاطمه	خاتمه
۳۵۲	۳	ملطان	ملتان
۳۵۸	۲۰	(سنه ۴۴ ه)	(سنه ۴۴۴ ه)
۳۵۹	۸	خبانی	جنانی
۳۵۹	۹	جوبصورت	خوبصورت
۳۵۹	۱۰	سیاحوں	یہاں
۳۶۰	۲، ۶، ۱۸	دنار	ونار
۳۶۱	۲	دنار	ونار
۳۶۲	۱۱	ابا این همه	با این همه
۳۶۳	۱۳	ختیار	اختیار
۳۶۴	۸، ۹	اوج	اوچ
۳۶۴	۶	یهه	سید
۳۶۶	۸	تعریف	تحریف
۳۷۸	۹، ۲۰	دنار	ونار
۳۸۰	۸	هوا	هو
۳۸۰	۹	دنار	ونار
۳۸۵	۱۷	وہ	اونهوں نے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۹۰	۱	دعوت	دعوے
۳۹۲	۱	بشاوی	بشاری
۳۹۳	۱۲	قذدار	قزدار
۳۹۷	۵	ابوالیشم	ابوالهیشم
۳۹۷	۸	یہند	ویہند
۳۹۷	۱۰	وهیند	ویہند